® Scanned PDF By HAMEEDI

دوں۔ انکا نے میرے سر سے اتر کر میرے حوصلے پست کر دیے تھے' اب میری ہمت جواب دے گئی تھی۔ بدری نرائن مجھے ایک دیو کی شکل میں نظر آیا اور مجھے اندازہ ہوا کہ میرا مقابلہ ایک غیر معمولی شخص سے ہے جو حیرت انگیز پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔

''کیا سوچ رہا ہے۔ کیا اب بھی تیری سمجھ میں نہیں آیا؟''

بدری نرائن کا جملہ سن کر مجھے جھرجھری آ گئی۔ مجھے انکا پر شدید غصہ آ رہا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہے بغیر کیوں چلی گئی۔ میں گم صم کھڑا ہوا تھا۔ بدری نرائن کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ وہ چھ انچ کی پراسرار عورت کو مخاطب کر کے بولا۔

''سندری میں تجھے کالی مائی کے شبھ نام پر حکم دیتا ہوں کہ تو اس مورکھ کو ایسا کشٹ دے کہ یہ سارا جیون بیاکل رہے' اس اپرادھی کی یہی سزا ہے' دیوی اس کی بھینٹ کو اوش سویکار کرے گی۔''

میرے لیے اس وقت پائے رفتن نہ جائے ماندن والا معاملہ تھا۔ بدری نرائن کا جملہ سن کر میں نے اپنی توجہ اس پراسرار عورت کی طرف مبذول کر لی۔ اس نے منمناتا ہوا قہقہہ لگایا پھر پلک جھپکتے ہی وہ دراز قد ہو گئی اور مجھے خوف ناک نظروں سے دیکھتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔

میں اس کے آگے بڑھنے پر سر سے پاؤں تک لرز کر رہ گیا۔ خوف و دہشت سے میرا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ موت میرے سامنے تھی کہ اچانک انکا کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی۔

''جمیل' گھبراؤ نہیں۔ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرو۔ میں تمہارے قریب ہی ہوں۔''

انکا کی آواز سن کر میں پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ میرے جسم میں بجلی کی لہر دوڑ گئی اور ایک لمحہ میں مجھے اپنی بزدلی پر غصہ آنے لگا کہ جب مجھے انکا کی حمایت حاصل تھی تو پھر بھلا کس بات کا خوف تھا۔ انکا کا اشارہ پا کر میں نے بگڑے ہوئے انداز سے سندری کو گھورا اور سرد لہجے میں کہا۔

''سندری تو کون ہے۔ یہ میں نہیں جانتا لیکن تجھے اتنا بتا دوں کہ اگر تو نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی' تیرا انجام خراب ہو گا۔''

سندری نے میرا جواب سن کر پھر ایک منمناتا ہوا قہقہہ لگایا۔ طیش اور غصے کی شدت سے اس کا خوب صورت چہرہ بالکل مکروہ گیا تھا۔

ایک لمحے تک وہ مجھے خوں خوار نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر اس نے زمین سے مٹی اٹھائی اور ہاتھ بلند کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مٹی مجھ پر اچھالتی' میں نے اسے ایک بڑی کربناک چیخ بلند کرتے ہوئے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے بدن سے آگ کے شعلے بلند ہوئے اور منٹوں میں جلا کر خاکستر کر گئے۔ میں نے گھوم کر بدری نرائن کو دیکھا جس کے چہرے پر غور و فکر کے اثرات تھے۔ وہ اسی طرف دیکھ رہا تھا جہاں انکا نے سندری کا کریا کرم کیا تھا۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بدری نرائن کو مخاطب

کیا۔

''کیوں پنڈت جی' دیکھ لیا تم نے اپنی سندری کا انجام؟ کوئی اور کھیل دکھاؤ تاکہ جواب میں مجھے بھی کھیل دکھانے کا موقع ملے۔''

بدری نرائن نے زہریلی نظروں سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر دوبارہ نظر گھما کر کسی نادیدہ قوت کو مخاطب کر کے بولا۔ ''تو نے اچھا نہیں کیا' سندری کی موت مجھے ہمیشہ یاد رہے گی' تو نے کالی مائی کی داسی کو کشٹ دیا ہے' دیوی دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرا کے تو نے اچھا نہیں کیا۔ شیو شنکر مہاراج کا سراپ تجھے کبھی شما نہیں کرے گا۔''

میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے بدری نرائن کو دیکھ رہا تھا کہ آخر وہ کس سے مخاطب ہے۔ اتنا اندازہ میں نے ضرور کر لیا تھا کہ بدری نرائن کے کس بل ڈھیلے پڑ چکے ہیں۔

''میں جا رہا ہوں۔'' بدری نرائن نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''پرنتو یاد رکھنا کہ بھول چوک صرف منش ہی سے نہیں دیوی دیوتاؤں سے بھی ہو جاتی ہے۔ وقت تجھے بتائے گا کے میں کیا ہوں۔''

بدری نرائن کسی زخمی درندے کی طرح پیچ و تاب کھاتا میری جانب پلٹا پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں سخت ترین انتقامی جذبے کی جھلکیاں دیکھی تھیں لیکن اب مجھے اس کی مطلق بھر پرواہ نہیں تھی۔ میرا حریف اپنی شکست تسلیم کر کے جا چکا تھا۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا اور تصور کی مدد سے سر کی جانب دیکھا تو انکا وہاں موجود تھی۔ توقع کے خلاف وہ اس وقت بڑی خوش و خرم نظر آ رہی تھی۔ اس کی معصوم معصوم سی آنکھیں خوشی کے جذبے سے چمک رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر بولی۔ ''دیکھا جمیل میرے آقا۔ میں نے اس پنڈت کی سندری کا کیا حشر کیا؟''

''کون تھی وہ؟'' میں نے واپسی کے راستے پر قدم اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''ایک گندی روح تھی جسے پنڈت نے اپنے قبضے میں کر رکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب بدری نرائن کبھی تمہاری طرف آنکھ اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔''

''کیا سندری کی موت کے بعد وہ تمہی سے مخاطب تھا؟''

''ہاں۔'' انکا بڑی شوخی سے اپنے دیدے مٹکا کر بولی۔ ''ناکامی نے اس کے اوسان خطا کر دیے تھے۔ وہ مجھے زر خرید لونڈی کی طرح اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ کوئی جاپ کیے بغیر' کوئی تپسیا کیے بغیر۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میرا حصول صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ میں خود کسی کے سر پر چلی جاؤں یا میرے لیے کوئی جاپ کرے۔ وہ تو بڑی آسانی سے مجھے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بے وقوف کہیں کا۔''

''انکا۔'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ ''یہ تو صحیح ہے مگر میں نے بدری نرائن کی آنکھوں میں ایک انتقامی جذبے کی تڑپ دیکھی تھی مجھے ڈر ہے کہ وہ ہم سے اپنا بدلہ ضرور لے گا۔ تم نے خود کہا تھا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کہ وہ کوئی معمولی پنڈت پجاری نہیں ہے۔"

"اب وہ ایسا کرنے کی حماقت ذرا مشکل ہی سے کرے گا۔"

انکا نے اپنی روایتی بے نیازی سے کہا۔" جب تک اس نے سندری کے ذریعے تم پر حملہ نہیں کر دیا میں خاموش تھی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا تم دیکھ ہی چکے ہو۔ اگر بدری نرائن پہلے ہی خاموشی سے چلا جاتا تو ٹھیک تھا مگر اس نے مجھے دھمکیاں دیں۔"

"میرا خیال ہے آئندہ وہ محتاط رہے گا کیونکہ جب بھی وہ تمہیں چھیڑنے کا خیال دل میں لائے گا اسے معلوم ہوگا کہ اس کا حشر بھی سندری جیسا ہو سکتا ہے۔"

کوئی ایک بجے کا عمل ہوگا۔ چاند اپنی پوری رعنائی سے چمک رہا تھا۔ ہر طرف چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ مجھے واپسی کا راستہ کچھ تکلیف دہ نہ لگا۔ مرگھٹ دور نکل گیا اور میں نے اسٹیشن پار کر لیا تو انکا نے اپنی شیریں بیانی کا جادو جگایا۔ وہ اس وقت کچھ زیادہ ہی شوخ و شنگ لگ رہی تھی۔ وہ بڑے انداز سے میرے سر پر بیٹھی ہوئی تھی جیسے وہ میرا سر نہ ہو کسی سوئمنگ پول کے کنارے رکھی ہوئی لمبی کرسی ہو جس پر حسینائیں غسل کرنے سے پہلے اور غسل کرنے کے بعد آرام کرتی ہیں۔ راستے بھر وہ مجھ سے بدری نرائن کی گفتگو کرتی رہی۔ مٹک مٹک کر اس کے لہجے کی نقل اتارتی رہی۔ وہ اس وقت بڑی ترنگ میں تھی۔ کچھ دیر پہلے میرے ذہن پر خوف کا جو غلبہ تھا وہ اب دور ہو چکا تھا لیکن میں سوچ رہا تھا کہ میری زندگی بھی کیا ہے۔ وہ نشیب و فراز سے پُر ہے۔ زندگی میں جتنے ہولناک اور عبرتناک واقعات سے میں دوچار ہوا ہوں، بہت کم لوگ ہوئے ہوں گے۔ اسی وقت میرے ذہن میں آیا کہ اگر میری سرگزشت لکھی جائے تو وہ دنیا کی چند دلچسپ اور حیرت انگیز سرگزشتوں میں سے ایک ہوگی۔ کون یقین کرے گا کہ میرے سر پر ایک ننھی منی سی خوب صورت دوشیزہ قیام کرتی تھی۔ اس کا نام انکا تھا۔ انکا جو رفتہ رفتہ میری ضرورت بن گئی تھی۔ میں انکا کے خیالوں میں گم تھا کہ وہ بڑی شوخی سے مخاطب ہوئی۔

"جمیل! کہو دل کا کیا حال ہے؟"

"دل بہت ٹھیک ہے۔ اپنی جگہ موجود ہے۔"

"دھڑک تو نہیں رہا؟"

"نہیں۔ اب بالکل پرسکون ہے۔"

"بالکل پرسکون؟"

"ہاں۔ مگر یہ تم کیوں پوچھ رہی ہو۔"

"کچھ نہیں۔ کلدیپ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"کلدیپ۔ وہ اس وقت تمہیں کیسے یاد آگئی؟"

Downloaded from Paksociety.com

"اب ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو۔"

"رکھ لیا۔ کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے۔"

"جھوٹ۔ کیسا تیز دھڑکنے لگا ہے۔"

"ارے انکا! تم تو بہت شریر ہو۔ کلدیپ کا ذکر تم نے خوب چھیڑا۔" انکا کی زبان سے اس وقت کلدیپ کا نام سن کر مجھے وہ سحر انگیز ساعتیں یاد آگئیں جو میں نے کلدیپ کے ساتھ گزاری تھیں۔ میرا دل لطیف احساسات سے دھڑکنے لگا۔ جیسے کلدیپ وہاں پہلے سے چھپی بیٹھی ہو اور اپنا نام سن کر کسمانے لگی ہو۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔" انکا کلدیپ تو ایک لہر تھی جو ساحل سے آ کر ٹکرائی اور پلٹ گئی۔ اب اسے بھول جاؤ انکا۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو جمیل؟ اور مجھ سے؟" انکا نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔" کیا کلدیپ کا نام سن کر تم نے اپنے پہلو میں بیٹھا ہوا درد محسوس نہیں کیا۔"

"نرگس کی موجودگی میں کسی اور کے بارے میں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"کچھ بھی ہو۔ نرگس کی بات الگ ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ کلدیپ بھی اب تم سے دل کی گہرائیوں سے پریم کرنے لگی ہے، میں اس کے بارے میں معلوم کر چکی ہوں۔ وہ تم سے بے حد قریب ہو گئی ہے، وہ تمہیں ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ نہ جانے تم نے کیا جادو کر دیا ہے۔ یقین کرو اب وہ تمہارے ایک اشارے پر اپنے ماضی کے سارے رشتے توڑ سکتی ہے۔"

"کیا بات ہے۔ تم کلدیپ کی بڑی حمایت کر رہی ہو، کہیں اس پر تمہارا اپنا دل تو نہیں آگیا؟ میرا خیال ہے تم نے اس کا سرخ و سفید رنگ پسند کر کے اسے اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔"

"یہ کبھی نہیں ہو سکتا جمیل۔" انکا اٹھلا کر بولی۔" جس لڑکی کے دل میں میرے محبوب میرے آقا میرے پیارے جمیل کی محبت رچ بس گئی ہو، میں اس کا خون پینے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتی۔"

"خوب۔ بعض اوقات تو تم اتنی محبت کی ایسی دلنشیں باتیں کرتی ہو کہ تمہیں پیار کرنے اور بانہوں کے شکنجے میں جکڑ کر مسل دینے کو جی چاہتا ہے۔ کاش تم گاہے گاہے ایک مجسم دوشیزہ کا روپ دھار لیا کرتیں تو میں پھر صرف تمہیں سے محبت کرتا۔"

"اب تم بے شرمی کی باتیں کرنے لگے، دیکھا کلدیپ کے ذکر سے تمہاری گفتگو پر کیسا شباب آگیا ہے۔" انکا شرما کر بولی۔

"کلدیپ کا ذکر تم نے بے وقت چھیڑا۔"

"پریشان ہو گئے۔ ہو گئے نا۔ سچ بتاؤ؟"

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"گویا۔"

"جی۔" انکا نے بڑے دلبرانہ انداز میں "جی" کھینچ کر ادا کیا۔

ہوٹل قریب آ گیا تھا۔ میں سیدھا اپنے کمرے میں گیا۔ نرگس بے خبر سو رہی تھی۔ میں خاموشی سے دوسرے کمرے میں چلا آیا اور لباس تبدیل کر کے بستر پر دراز ہو گیا مجھے بڑی گہری نیند آئی۔ پنڈت بدری نرائن کی آمد سے میری سنورتی ہوئی زندگی میں جو طوفان آ گیا تھا وہ جلد گزر گیا۔ اب مجھے اطمینان تھا کہ ایک عرصے تک بدری نرائن مجھے زک پہنچانے سے باز رہے گا اور میں اس کی دسترس سے نکل چکا ہوں گا۔ انکا کی یقین دہانی کے باوجود ابھی ایک خدشہ میرے دل میں موجود تھا کہ بدری نرائن کبھی نہ کبھی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش ضرور کرے گا۔ صبح کے اخبارات نے معمول کے مطابق اصفہانی صاحب کے بارے میں سنسنی خیز خبریں شائع کی تھیں۔ ایک بار میرا دل چاہا کہ میں اصفہانی صاحب کو بچالوں لیکن پھر مجھے نرگس کی ابتر حالت دیکھ کر اپنا یہ خیال ترک کرنا پڑا۔

میں صبح ہی صبح رام دیال کے مکان پر پہنچا۔ اس کی بیوی کا رنگ زرد ہو چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ کانپنے لگی۔ جھجکتے جھجکتے اس نے میری پذیرائی کی۔ اس کی حالت بڑی قابل رحم تھی۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا اور میں نے طے کر لیا کہ میں رام دیال سے شیاما کے آشنا سندر لال کا کوئی تذکرہ نہیں کروں گا۔ رام دیال اپنی بیوی سے کچھ کھنچا کھنچا سا تھا۔ میں جو کچھ سوچ کر گیا تھا' شیاما کی التجا آمیز نظروں کے سامنے وہ بھول گیا پھر میں نے شیاما کے سامنے اس سے کامنی کی بات کی اور سارا الزام اس پر دھر دیا۔ میں نے کہا۔

"رام دیال میرے دوست' تمہارے گھر میں شیاما جیسی سندر ناری موجود ہے' پھر تم کامنی کے پاس کیوں جاتے ہو۔"

رام دیال میری زبان سے کامنی کا نام سن کر دنگ رہ گیا۔ میں نے اسے حیران دیکھ کر کہا۔ "رام دیال' مجھے بہت سی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اب میرے دن پھر گئے ہیں۔ میں پرانا جمیل احمد نہیں رہا۔ میں اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تمہارے احسانات کا بدلہ چکا سکوں۔ میرے دوست مجھے بتاؤ کہ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"بھگوان کا دیا سب کچھ ہے جمیل۔ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس پر بھگوان کے لیے شرمندہ تو نہ کرو۔ رہا کامنی کا معاملہ تو وہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ شیاما نے نہ جانے کیا سمجھ رکھا ہے۔" رام دیال جھینپتے ہوئے بولا۔

"مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ اب میں تمہاری زبان سے کامنی کا نام نہ سنوں۔" میں نے اسے تنبیہہ کی۔

"کیا تم کامنی کو جانتے ہو؟ یقیناً تمہیں شیاما ہی نے اس کے بارے میں بتایا ہوگا۔" رام دیال نے

تشویش سے پوچھا۔

"میں نے کہا رام دیال مجھے سب معلوم ہو جاتا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان دنوں تم بہت پریشان ہو' تمہیں روپے کی ضرورت ہے۔ تم ایک سودا کرنا چاہتے ہو اور تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں' دوسری طرف تم عشق میں گرفتار ہو۔" جو باتیں انکا مجھے بتا رہی تھیں' میں رام دیال کو اپنی زبان سے منتقل کر رہا تھا۔ میں نے اس کی تمام پریشانیاں اس کے سامنے آئینے کی طرح رکھ دیں۔

رام دیال کو اب میری بات رد کرنے کا حوصلہ نہ تھا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھورتا رہا۔ شیاما اب تک خوف زدہ تھی۔ میں نے اپنے دوست کو اسی وقت پچیس ہزار روپے دیے' رام دیال بڑے ظرف کا آدمی تھا۔ اس نے ڈھکا منع کیا مگر میں روپے اس کے قدموں میں ڈال کر چلا آیا۔ اسی گھر سے مجھے انکا ملی تھی۔ رام دیال نے برے وقت میں میری ہمیشہ مدد کی تھی۔ چلتے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے' اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کامنی کا خیال دل سے نکال دے گا۔ شیاما مجھے احسان مندانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں وہ عقیدت اور محبت دیکھی جو پہلے میں نے اپنے لیے کبھی کسی کی آنکھ میں نہیں پائی تھی۔ وہ الفاظ میں اس کی کیفیت کا اظہار مشکل ہے۔ میں نے شیاما کے بارے میں رام دیال سے کچھ بھی نہیں کہا اور ان دونوں کو بمبئی مدعو کر کے چلا آیا۔ میں نے ان سے کہا۔ "جب میں تمہیں خط لکھوں تو تم فوراً آ جانا۔" مجھ پر رام دیال کے احسانات کا بوجھ تھا جو میں اس وقت پوری طرح نہ اتار سکا۔ میرا دل فیاضی پر آمادہ تھا۔ میں نے خود کو سمجھایا۔ "جمیل احمد خان' تم بہت بڑے آدمی ہو۔ کچھ کام ایسے کرتے رہو جن سے تمہاری برائیوں کی کچھ نہ کچھ تلافی ہوتی رہے۔" مجھے یقین تھا یہ رقم ان دنوں میاں بیوی کے تعلقات پھر سے استوار کرنے میں بڑی معاون ثابت ہوگی۔

اسی دن دوپہر کو ہم لوگ کشمیر جنت نظیر کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں کشمیر کے اس مقام کا نام نہیں لکھ رہا ہوں جو اپنے خوب صورت مناظر کے لیے دور دور تک مشہور ہے۔ انکا نے اسی جگہ پر آنے کا اصرار کیا تھا۔ وہاں ہم نے ایک بڑا سا خوب صورت بنگلا کرائے پر لے لیا اور چند مقامی لوگوں کو ملازم رکھ لیا۔

کشمیر کی سرد اور لطیف آب و ہوا نے نرگس کی صحت پر خاطر خواہ اثر ڈالا۔ میں نے نرگس کے علاج کے لیے بمبئی سے ایک ڈاکٹر اور دو نرسوں کو بلوا لیا تھا۔ یہ لوگ ہر وقت اس کا خیال رکھتے تھے۔ میں خود بھی اپنا زیادہ وقت نرگس کے قریب گزارتا تھا۔ البتہ انکا سیر و تفریح کی غرض سے مجھے کبھی کبھی گھر سے باہر لے جایا کرتی تھی۔ کوئی دس دن بعد انکا کو غذا کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں اس زمانے میں نرگس کی بیماری کی وجہ سے بے کیفی کے دن گزار رہا تھا۔ اس لیے میں نے انکا کو اجازت دے دی کہ وہ ایک دو دن کے لیے کسی اور کے سر پر چلی جائے اور اپنی غذائی ضرورت پوری کر کے واپس آ جائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انکا نے اپنے لیے کیا انتظام کیا تھا' ڈیڑھ ماہ تک تو میری انکا سے بات چیت بھی بہت کم ہوئی مگر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ڈیڑھ ماہ تک میری توجہ اور ڈاکٹر کی تیمارداری نے نرگس کو صحت مند بنادیا۔ وہ اب پوری طرح تندرست ہوگئی تھی' بالکل ویسی ہی جیسی شادی سے پہلے تھی۔ اس کے رخساروں پر سرخی آگئی تو میں نے نرگس کے غسل صحت کے سلسلے میں اس مقام پر ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا اور دل کھول کر نرگس کا جشن صحت منایا۔ دن بھر غربا میں روپے اور کپڑے تقسیم ہوتے رہے' نرگس کی مرضی یہی تھی۔ وہ خود اپنے ہاتھوں سے خیرات کرتی رہی۔ شام کو میں نے دعوت کا انتظام کیا تھا۔ دعوت میں علاقے کی تقریباً نصف آبادی شریک ہوئی۔ رات کو ناچ رنگ کی محفل منعقد کی گئی۔ یہ اصل میں ایک طرح سے انکا کی بازیابی کا جشن بھی تھا۔ رقص کی محفل میں لکھنو اور بمبئی کی نامور رقاصاؤں نے اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ رقص و سرور کے اس ہنگامے میں' صرف مخصوص افراد مدعو کیے گئے تھے۔ مقامی افسران کے علاوہ مضافات کے افسر بھی شریک تھے۔ اس دعوت کا پورا انتظام نرگس کی تیمارداری کے لیے بمبئی سے آئے ہوئے ایک نوجوان ڈاکٹر شرما نے کیا تھا۔ وہ ایک منچلا شخص تھا۔ اس نے خود اپنے ہاتھ سے دعوت نامے لکھے اور تقسیم کیے' مجھے پیسے خرچ کرنے میں کوئی عذر نہیں تھا۔ پیسہ کمانے میں اتنا مزہ نہیں جتنا خرچ کرنے میں ہے۔ اس فیاضی اور شاہ خرچی سے میری انا کی تسکین ہوتی تھی میرے زخم بھرتے تھے۔ میں خود اپنی نظر میں بلند ہوتا تھا اور مجھے ویسے بھی پیسے کی طرف سے فکر کی ضرورت نہیں تھی' انکا جو موجود تھی۔

رقص و سرور کا اہتمام ایک ایسے میدان میں کیا گیا تھا جو پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا۔ اس وسیع و عریض لان پر شامیانے نصب کیے گئے اور انہیں قمقموں سے آراستہ کیا گیا۔ رات ہوئی تو یہ راجا اندر کا دربار بن گیا۔ محفل میں مشروبات کا دور چل رہا تھا۔ نرگس آج بڑی خوش و خرم نظر آرہی تھی۔ میں اس کے ساتھ اگلی صف میں بیٹھا ایک مغنیہ کی نغمہ سرائی سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ عجب دلکش منظر تھا کہ انکا میرے سر سے رینگ کر میرے بائیں کاندھے پر آئی اور بولی۔

''جمیل۔ وہ دیکھو ڈپٹی کمشنر کے برابر سیدھے ہاتھ پر جو نوجوان بیٹھا ہے' اسے جانتے ہو؟''

مجھے اس وقت انکا کی مداخلت گراں گزری پھر بھی میں نے آہستہ سے نظر گھما کر اس شخص کو دیکھا جو ڈپٹی کمشنر کے سیدھے ہاتھ پر بیٹھا تھا۔ صورت و شکل سے وہ کسی کھاتے پیتے گھرانے کا فرد نظر آتا تھا۔ بے حد خوب صورت اور خوش باش تھا۔ میں نے آج اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ میں نے جن افراد کو مدعو کیا تھا' وہ ان میں سے نہیں تھا۔ ممکن ہے ڈاکٹر شرما نے اسے مدعو کیا ہو یا شاید وہ ڈپٹی کمشنر کا مہمان ہو۔ میں نے خصوصاً ڈپٹی کمشنر کو اور بعض دوسرے افسروں کو کچھ دعوت نامے بھی بھیجے تھے تاکہ وہ اپنے ملنے جلنے والوں کو ساتھ لاسکیں۔ وہ شخص انہی میں سے کوئی معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ میں نے انکا کے سوال پر نفی میں سر ہلایا۔

''اس کا نام راج کمار ہے۔ ڈپٹی کمشنر کے دور کے عزیزوں میں سے ہے۔ بمبئی اور دہلی میں اس کا

وسیع کاروبار ہے' لاکھوں میں کھیلتا ہے' کل ہی کشمیر آیا ہے۔ ڈاکٹر شرما بھی اسے جانتا ہے۔''

انکا مجھے اس نوجوان کے بارے میں بتاتی رہی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر انکا کو اس میں دلچسپی کا کون سا پہلو نظر آگیا۔ معاً میں نے سوچا کہ کہیں وہ اس نوجوان کے خون سے اپنا پراسرار وجود سیراب کرنے کا منصوبہ تو نہیں بنارہی ہے؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ انکا نے چونکا دیا۔

''راج کمار تمہارا رقیب ہے۔''

''میرا رقیب۔ وہ کیسے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''کلدیپ تمہاری محبوبہ ہے۔ یہ بھی اس کا امیدوار ہے۔''

''ہوگا مجھے کیا۔'' میں نے بظاہر بے نیازی سے کہا۔

''کھلبلی مچ گئی تمہارے دل میں۔'' انکا نے شرارت سے کہا۔

''میرے پاس نرگس موجود ہے۔''

''سوچ لو پھر بعد میں کچھ نہ کہنا۔ یہ نوجوان آج کل کلدیپ کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اس کے والدین نے کلدیپ کے والدین سے مل کر رشتے کی بات پکی کرلی ہے لیکن کلدیپ اس سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہے۔''

''کیوں؟''

''وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے اور راج کمار سے شادی کرنے پر موت کو ترجیح دیتی ہے جانتے ہو کیوں؟''

''کیوں؟''

''وہ پگلی تمہاری محبت میں دیوانی ہورہی ہے۔ ایک ہفتے بعد اسی مقام پر کلدیپ اور راج کمار کی منگنی ہونے والی ہے۔ سارا پروگرام طے ہوچکا ہے۔ دو روز بعد کلدیپ کے گھر والے یہاں آجائیں گے لیکن اس کے بعد کیا ہوگا' یہ میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

''اوہو۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ تم نے یہ مقام کیوں منتخب کیا تھا۔'' میں نے انکا سے کہا۔ ''تم آفت کی پرکالہ ہو۔''

لکھنو سے آئی ہوئی ایک طوائف نے رقص شروع کردیا۔ انکا سے میری بات ادھوری رہ گئی کیونکہ مجھے مہمانوں کا خیال رکھنا تھا لیکن دل میں ایک پھانس اٹک گئی۔ کلدیپ کا بار بار ذکر کرکے انکا نے میرے اشتیاق کو ہوا دے دی تھی۔ سامنے ایک گل اندام طوائف اپنے بدن کے لوچ کا ہوشربا مظاہرہ کر رہی تھی مگر مجھے کلدیپ یاد آرہی تھی۔ راج کمار کے تصور سے بچنے کی کوشش کے باوجود میری نظریں بار بار جا کر اس پر جم جاتی تھیں۔ کئی مرتبہ ہم دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور ہر مرتبہ کچھ جھینپ کر رقص کی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

طرف مڑ گئیں۔ کلدیپ ایک نفیس اور حسین لڑکی اس نوجوان کے پہلو کی زینت بنے گی۔ مجھے پونا میں کلدیپ کے ساتھ گزاری ہوئی شامیں اور وہ خوشبوئیں یاد آ گئیں جو کلدیپ اپنے لباس پر لگایا کرتی تھی۔ اسے میں نے محض تفریح اور تفنن کے لیے شیشے میں اتارا تھا مگر الٹا میں خود اس کے دل میں اتر گیا تھا۔ اس نے مجھے بمبئی فون کیا تھا۔ رخصت کرتے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ مجھ سے بہت مانوس ہو گئی تھی۔ بڑے دبے قدموں سے نہ جانے کس چور راستے سے جمیل احمد خان کے آوارہ ذہن میں داخل ہو گئی تھی۔ اس کی بہت سی عادتیں اور ادائیں نرگس سے مشابہ تھیں۔ میں نے اسے کیوں چھوڑ دیا تھا' ہاں میں نے جسم و جان کی تمام راحتوں کے حصول کے یقین کے باوجود اسے چھوڑ دیا تھا پھر بھی زیاں کا کوئی احساس نہیں تھا شاید اس لیے کہ کلدیپ میں اپنی دوشیزگی برقرار رکھنے کی تمام اعلیٰ صفات موجود تھیں۔ وہ ان قدروں پر دل سے یقین رکھتی تھی جن کی رو سے عصمت و عفت عورت کی سب سے بڑی پونجی ہوتی ہے۔ وہ ان لڑکیوں سے مختلف تھی جن سے میں مل چکا تھا۔ عجیب بات تھی کہ وہ مجھے گزشتہ دنوں بالکل یاد نہیں آئی۔

اب جب کہ انکا نے مجھے بتایا کہ وہ راج کمار کے ساتھ منسوب ہو چکی ہے تو مجھے ایسا لگا جیسے میری کوئی قیمتی شے مجھ سے چھینی جا رہی ہے۔ میں رقص کے اس ہنگامہ طرف میں اپنا دل نہ لگا سکا اور پہلو بدلنے لگا۔ انکا میری دلی کیفیت بھانپ کر بولی۔ ''جمیل' کیا خیال ہے اگر راج کمار کو ٹھکانے لگا دیا جائے؟ اس طرح تمہاری کلدیپ محفوظ ہو جائے گی۔ پھر وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

''ذرا غور سے دیکھو۔ راج کمار کی رگوں میں کیسا گاڑھا اور سرخ سرخ خون جوش مار رہا ہے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنا ذہن رقص اور نرگس میں لگانا چاہا لیکن انکا مداخلت سے باز نہیں آئی۔ کچھ وقفے بعد بولی۔ ''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟''

''میرے پاس نرگس موجود ہے انکا۔ کلدیپ کی شادی ہو جائے تو اچھا ہے، اس کی موجودگی میں' میں نرگس سے وفا نہیں رہ سکوں گا۔'' میں نے انکا کی پیشکش مسترد کر دی۔

''مگر کلدیپ راج کمار سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔''

''تو میں کیا کروں۔''

''وہ تمہاری محبت کا دم بھرتی ہے اور تم اس کے دل میں آگ لگا کر خاموش بیٹھے ہو؟ یہ تو بڑی سنگ دلی ہے۔'' انکا نے طنزاً کہا۔

''میری بات چھوڑو۔ ہاں یہ کہوں کہ راج کمار کے سرخ و سفید رنگ پر تمہارا دل آ گیا ہے۔'' میں نے چٹکی لی۔

''نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں تو راج کمار کو صرف تمہارے اور کلدیپ کے لیے راستے سے ہٹانا

چاہتی ہو۔ اگر تمہیں کلدیپ کی زندگی پیاری ہے تو راج کمار کو ختم کر دو ورنہ وہ ایسی لڑکی ہے کہ جان دے دے گی مگر راج کمار سے شادی نہیں کرے گی۔''

''ایسی بات ہے تو پھر میں تمہیں راج کمار کا خون فراہم کر دوں گا مگر اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی نہ کہ میری الجھنیں بڑھ جائیں گی۔'' میں نے بے دلی سے کہا۔

''تمہاری اجازت ہو تو میں ابھی راج کمار کو ٹھکانے لگانے کا بندوبست کر دوں؟'' انکا نے جلد بازی کی۔

''ابھی نہیں۔ کلدیپ کو کشمیر آ لینے دو۔ میرے ایثار کا مظاہرہ اسی کے سامنے ہو تو خوب رہے گا۔''

''تو تم تیار ہو گئے؟'' انکا نے مزاحیہ انداز میں یہ جملہ کہا اور میرے کاندھے سے ہٹ کر میرے سر پر چلی گئی۔ جتنی دیر محفل منعقد رہی' انکا کی نظریں برابر راج کمار کے چہرے پر مرکوز رہیں۔ میرا دل' می اب رقص و سرور سے اکتا چکا تھا۔ صرف نرگس کی خاطر میں وہاں بیٹھا رہا اور بظاہر ہنستا بولتا رہا۔ محفل کے اختتام پر راج کمار مجھ سے الوداعی مصافحہ کرنے آیا اور ڈپٹی کمشنر نے اس کا تعارف کرایا تو میں نے مسکرا کر کہا۔ ''آپ سے ایک باقاعدہ ملاقات کو دل چاہتا ہے۔''

''یہ بڑے جامہ زیب نوجوان ہیں۔ ہر شخص اس سے ملنے کا مشتاق ہے۔'' ڈپٹی کمشنر نے لقمہ دیا۔

''میں آپ سے ضرور ملوں گا۔ ویسے آج کی تقریب دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ آپ کا ذوق کس قدر لطیف ہے۔'' راج کمار نے بڑی شائستگی سے کہا۔

جب یہ تقریب ختم ہو گئی تو میں تھکا ہارا اپنے کمرے میں گیا۔ نرگس گلابی لباس میں سراپا بہار معلوم ہو رہی تھی۔ وہ ایک بہت ہی حسین و جمیل عورت کے روپ میں میرے سامنے کھڑی تھی' میری قلوپطرہ' میرا دل' میری زندگی۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے گلے میں باہیں ڈال دیں اور شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''جمیل۔ میرے سرتاج' آج میں بہت خوش ہوں۔ میں آپ کی بہت شکرگزار ہوں۔ اگر آپ نے سہارا نہ دیا ہوتا تو میں اب تک منوں مٹی کے..........''

میں نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو اور پھر شکرگزاری' سہارا' یہ تم آج کیسی باتیں کرنے لگیں۔ یقین کرو اگر مجھے تمہارا خیال نہ ہوتا تو میں کب کا مر چکا ہوتا۔ تمہاری یاد نے ہمیشہ مجھے پستی سے اٹھایا، میرا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ ایک تم تھیں سو تم بھی بچھڑ گئی تھیں۔ اب میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا نرگس۔''

''سچ؟'' نرگس نے شوخی سے کہا۔

''اچھا۔'' میں نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔ ''واقعی تم صحت مند ہو گئی ہو۔'' پھر میں نے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اسے اپنی پیاسی بانہوں میں سمیٹ لیا۔اس کے قرب سے مجھے روحانی مسرت حاصل ہوئی۔

"نہیں۔کیا کرتے ہیں آپ۔" نرگس شرما کر بولی۔"انکا دیکھ رہی ہوگی۔"

"انکا بہت بے غیرت ہے۔آج ایک عرصے بعد۔۔۔۔۔نہ جانے کتنے صدموں اور کتنی قیامتوں کے بعد تمہارا قرب نصیب ہوا ہے۔آج انکا کا بہانہ نہ کرو۔آج تو تم مجھے اپنے اندر سمیٹ لو۔میں رونا چاہتا ہوں۔میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔

"کیوں؟ خدانخواستہ!" پھر وہ چھوئی موئی کے پودے کی طرح شرما کر اپنے وجود میں سمٹ گئی۔انکا نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"جمیل میں کمرے سے باہر جا رہی ہوں۔صبح ملاقات ہوگی تم نرگس کو بتا دو کہ میں مخل نہیں ہوگی۔میں ذرا اِدھر اُدھر کی خبریں لے آؤں۔"

میں نے نرگس کو انکا کا پیغام سنایا تو اس نے شرم کے مارے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔انکا حقیقتاً جا چکی تھی۔میں نے خواب گاہ کا دروازہ بند کر لیا۔

نرگس مل گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سب کچھ مل گیا ہے پھر مجھے کہیں کا ہوش نہ رہا۔میں نرگس میں گم ہو گیا۔دو تین روز تک میں نے انکا کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی لیکن چوتھے روز انکا نے از خود مجھے بتایا کہ کلد یپ اپنے خاندان والوں کے ساتھ کشمیر آ چکی ہے تو مجھے پہلی بار خاصی سنجیدگی سے اس مسئلے پر سوچنا پڑا۔میرے ذہن میں ایک شدید کشمکش پیدا ہو گئی۔کیا میں نرگس کی موجودگی میں کلد یپ کا تصور کر کے نرگس کو دھوکا دے رہا ہوں؟ نہیں! میں نے خود کو جواب دیا۔نرگس مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا پھر کلد یپ کی طرف یہ جھکاؤ کیوں؟ اس لیے کہ نرگس کے بعد کلد یپ ہی وہ لڑکی ہے جس نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔کیا ایک شخص بیک وقت دو لڑکیوں سے محبت نہیں کر سکتا؟ کر تو سکتا ہے مگر پھر وہ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی خوش نہیں رکھ سکتا۔حالانکہ محبت ایک فطری جذبہ ہے۔کلد یپ کا ذکر سن کر اور اس کی سمت میری وارفتگی دیکھ کر نرگس پر ایک قیامت گزر جائے گی۔یہی حال کلد یپ کا ہوگا۔میں دونوں کو مطمئن نہ کر سکوں گا پھر مجھے کلد یپ کا خیال چھوڑ دینا چاہیے۔یہی ٹھیک ہے کہ وہ راج کمار سے وابستہ رہے مگر وہ راج کمار سے محبت نہیں کرتی۔وہ تو مجھے چاہتی ہے اور میں بھی، جب یہ خیال کرتا ہوں کہ وہ راج کمار کے پاس چلی جائے گی تو سینے میں آندھیاں سی چلنے لگتی ہیں۔مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔آگے کچھ بھی ہو۔اس وقت مجھے کلد یپ کو بچانا ہوگا۔مجھے راج کمار کو راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔اس کے بعد ممکن ہے خود بخود کوئی صورت نکل آئے۔میرے ذہن نے تمام اندیشوں پر غور کیا اور آخر میرا دماغ میرے دل کے ہاتھوں مجبور ہو گیا۔میں نے طے کر لیا کہ راج کمار کا خون انکا کو فراہم کروں گا۔راج کمار کو ختم کرانے کے لیے میرا ایک اشارہ کافی

تھا لیکن میں کسی ایسے موقع کا منتظر تھا کہ راج کمار بھی مر جائے اور کلد یپ کو بھی اس بات کا احساس ہو جائے کہ میں نے اس کے لیے کتنا بڑا کام کیا ہے، کیسا خطرہ مول لیا ہے۔کیا قربانی دی ہے۔

انکا میری ہدایت پر کلد یپ اور راج کمار کی مصروفیات پر نظر رکھے ہوئے تھی۔اگلے دو روز تک مجھے کوئی سنہری موقع ہاتھ نہ آیا لیکن تیسرے روز جب میں دوپہر کو نرگس کے ساتھ محو خواب تھا تو اپنے سر پر انکا کے تیز پنجوں کی چبھن سے جاگ گیا۔میں نے اسے ہڑبڑا کر دیکھا تو وہ تیزی سے بولی "جلدی اٹھو جمیل۔ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔کلد یپ راج کمار کے ساتھ بادل ناخواستہ ترائی کی سمت گئی ہے۔راج کمار اسے شیشے میں اتارنے کے لیے بضد ہے۔یہ موقع غنیمت ہے۔میں تمہیں اس جگہ لے چلتی ہوں جہاں وہ دونوں گئے ہیں۔"

انکا کی زبانی یہ خبر سن کر میں جلدی سے اٹھا' لباس تبدیل کیا اور ایک نظر نرگس پر ڈال کر آندھی اور طوفان کی طرح اس طرف چل دیا جہاں انکا نے رہنمائی کی تھی۔وہ جگہ کچھ زیادہ دور نہیں تھی۔میں دو تین فرلانگ کی پختہ سڑک کے کنارے بھاگتا ہوا اس مقام کی طرف چل پڑا، جہاں کلد یپ اور راج کمار کے ملنے کا امکان تھا۔میرا ذہن بہت تیزی سے منصوبے بنا رہا تھا۔ترائی کا راستہ ہر چند کہ مخوش تھا اور اندازے کی ایک معمولی غلطی مجھے سینکڑوں فٹ نیچے گرا سکتی تھی لیکن ایک تو انکا میرے ساتھ تھی' دوسرے کلد یپ کا خیال مجھے بے چین کیے ہوئے تھا۔تیز رفتاری سے بڑھتا رہا پھر ایک جگہ انکا نے ٹوک کر مجھے روک دیا۔میں نے ایک درخت کی آڑ لے لی۔سامنے والے درخت کے قریب کلد یپ اور راج کمار موجود تھے۔ان دونوں کی جوڑی یقیناً ایک مناسب جوڑی تھی۔کلد یپ کو ایک بار پھر سامنے دیکھ کر پونا میں گزارے ہوئے سہانے دن یاد آ گئے۔میں ایک ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں فاصلہ زیادہ نہ تھا اور میں ان کی گفتگو آسانی سے سن سکتا تھا۔

میں وہ گفتگو یہاں نہیں لکھ رہا ہوں۔وہ کسی پرانی فلم یا تھیٹر کا کوئی منظر تھا جس میں کوئی مضطرب عاشق اپنی سنگدل محبوبہ کو رام کرنے کے لیے ڈرامائی مکالمے بولتا ہے۔راج کمار بھی اسی انداز کے مکالمے ادا کر رہا تھا۔کلد یپ نے شروع شروع میں تو اسے ٹالنا چاہا لیکن آخر صاف لفظوں میں انکار کر دیا کہ اس کا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔راج کمار اپنے دھن دولت کا ذکر اور محبت کے بڑے بڑے دعوے کر رہا تھا اور جس قدر بھی وہ مصر ہوتا' اسی قدر کلد یپ اسے مایوس کر دیتی۔آخر راج کمار نے اس سے اس بے نیازی اور بے رخی کا سبب پوچھا اور کہا "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اپنے من مندر میں کسی اور پریمی کو بسا چکی ہو؟" اس سوال پر کلد یپ نے اسے درشت انداز میں جھڑک دیا۔ان دونوں کی گفتگو انکار اصرار اور اصرار انکار کے بعد تلخ ہو گئی اور آخر راج کمار سے برداشت نہ ہو سکا۔اس نے طیش میں نہ جانے کیا کہا جو میں صاف نہیں سن سکا۔کلد یپ اس پر شدید برہم ہو گئی اور اس نے راج کمار کے گال پر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ایک زوردار طمانچہ جڑ دیا۔ انکا بار بار میرے سر سے اتر جاتی تھی اور میرا خیال ہے کہ اس ڈرامے کی سنسنی خیزی میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔

راج کمار اس توہین آمیز رویے کی توقع نہیں کرتا تھا۔ اس نے جلال کے عالم میں کلدیپ کی کلائی پکڑ لی۔ کلدیپ نے سخت سست کہہ کر اس سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا۔ یہ صورت بہت جلد دھینگا مشتی اور گالم گلوچ میں تبدیل ہوگئی۔ اس موقع پر مجھے دخل دینا تھا۔ انکا نے اشارہ کیا اور میں راج کمار کی دست درازی اور کلدیپ کی بے بسی دیکھ کر غصے کی حالت میں سامنے آگیا۔ اس وقت اس مقام پر سناٹا تھا۔ شاید راج کمار نے کلدیپ سے دوٹوک گفتگو کرنے کے لیے یہ جگہ خاص طور پر منتخب کی تھی۔ میں نے سامنے آتے ہی راج کمار کو للکارا "کمینے ایک عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔ اگر مرد ہے تو مجھ سے مقابلہ کر۔"

راج کمار نے میری آواز سن کر کلدیپ کو چھوڑ دیا اور مجھے سخت وحشت ناک نظروں سے دیکھنے لگا۔ کلدیپ آزاد ہوتے ہی دیوانہ وار بھاگتی ہوئی میرے قریب آئی اور آتے ہی میرے پہلو سے لگ گئی۔

"جمیل تم یہاں کیسے؟ بھگوان کی کرپا ہے کہ اس نے تمہیں میری مدد کو بھیج دیا۔ مجھے اس جنونی شخص سے بچاؤ۔"

"بہت خوب۔" راج کمار نے موقع کی نزاکت سے حالات کی اصلیت بھانپتے ہوئے زہر خند سے کہا "خوب! تو یہ ہے وہ مُنڈا مسلا' جو تجھ سے پریم کرتا ہے۔ میں ابھی اسے دیکھتا ہوں۔" پھر اس نے مجھے مخاطب کیا "جمیل احمد خان۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم سے دوبارہ اس طرح ملاقات ہو رہی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم ہمارے معاملے میں ٹانگ نہ اڑاؤ۔ اپنا راستہ ناپو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

میں نے کہا "نادانی کی باتیں نہ کر۔ اپنی اوقات میں رہ۔ تو مجھے نہیں جانتا۔ بکواس بند کر۔"

راج کمار کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا "جمیل احمد خان۔ تو جانتا ہے کہ میں ڈپٹی کمشنر کا کون ہوں۔ اپنی حرکتوں سے باز آجا۔ نہیں تو تباہ و برباد ہو جائے گا۔"

"ڈپٹی کمشنر کیا بیچتا ہے۔ الو کے پٹھے۔ اس کا حوالہ دے رہا ہے۔ سور کی اولاد۔" میں گالیاں بہت کم بکتا تھا لیکن نہ جانے اس وقت کون کون سی گالیاں میری زبان پر آ رہی تھیں۔

ٹھیک اسی وقت انکا نے مجھے مخاطب کیا "جمیل' راج کمار کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ تمہیں اتنی ڈھیل نہیں دینی چاہیے۔ اس کی جیب میں ریوالور بھی موجود ہے۔ تم اس کی گولی سے بچ سکتے ہو لیکن تمہارے پہلو میں کلدیپ ہے۔"

میں نے انکا کے جواب پر اثبات میں سر ہلایا لیکن اس سے پہلے کہ میں کوئی قدم اٹھاتا یا سوچتا' راج کمار نے پھرتی سے ریوالور نکال لیا اور اس کا رخ میری طرف کرتے ہوئے بولا "جمیل احمد خان' تم نے

ایک ہندو ناری کو ورغلا کر ہمارے دھرم کا اپمان کیا ہے۔ میرا اپمان کیا ہے۔ میں اس کی سزا صرف اور صرف یہی دے سکتا ہوں کہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں۔"

اسی لمحے کلدیپ چلائی "نہیں نہیں۔ تم انہیں نہ مارو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے شادی کر لوں گی۔"

"تجھ ویشیا سے کون شادی کرے گا۔" راج کمار دہاڑا۔ "ہٹ جا سامنے سے' نہیں تو اس کے ساتھ ساتھ تجھے بھی ختم کرنا پڑے گا۔"

انکا پھرتی سے میرے سر سے رینگ کر اتر گئی۔ کلدیپ نے مجھے خطرے میں محسوس کیا تو میرے جسم کی آڑ لے لی اور راج کمار سے بولی۔ "کٹھور' شیطان۔ اگر تجھے گولی مارنی ہے تو پہلے مجھے مار۔ جب تک میں زندہ ہوں' تو جمیل کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

کلدیپ کے اس جذبے نے مجھے بے پناہ متاثر کیا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسے ہٹانے کی کوشش کی اور کہا "بچہ ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ دیکھتی رہو یہ کس طرح اپنے انجام کو پہنچتا ہے۔" میں راج کمار کو حقارت کی نظروں سے گھور رہا تھا۔ انکا میرا اشارہ پا چکی تھی۔ چنانچہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور کلدیپ پر اپنی روحانی قوتوں کا سکہ جمانے کی خاطر میں نے تحکمانہ لہجے میں راج کمار کو مخاطب کیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"احمق نوجوان۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگا کر گولی داغ دے۔"

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ کلدیپ کے لیے یقیناً حیرت انگیز تھا۔ راج کمار نے کسی فرماں بردار شاگرد کی طرح اپنا ہاتھ بلند کیا اور ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگا لی اور بے جھجک لبلبی دبا دی۔ خوفناک دھماکے کے ساتھ ہی وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر گرا اور ٹھنڈا ہوگیا۔ انکا فوراً میرے سر پر آکر بولی "جمیل' تم جلدی سے کلدیپ کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ جب اس کی لاش دریافت ہوگی تو اس کی جیب سے اس کی اپنی تحریر میں ایک خط بھی برآمد ہوگا جس میں خودکشی کرنے کا سبب موجود ہوگا۔ میں اب اپنی پیاس بجھانے جا رہی ہوں۔ جمیل تمہارے دشمن کا خون مجھے بہت لذت بخشے گا۔"

اب میرا وہاں رکنا مصلحت کے خلاف تھا۔ کلدیپ کو لے کر اوپر آگیا اور جھیل کی طرف چلنے لگا۔ جھیل میرے بنگلے سے تین چار میل کے فاصلے پر تھی۔ راج کمار کی پراسرار اور حیرت انگیز موت نے کلدیپ کو گنگ کر دیا تھا۔ راستے بھر وہ چپ رہی۔ ہاں کبھی کبھی کن انکھیوں سے مجھے دیکھنے لگتی تھی۔ جھیل پر پہنچ کر میں اسے ایک ویران حصے کی طرف لے گیا۔ کچھ دیر بعد کلدیپ کا خوف دور ہوا تو وہ میرے سینے سے سر ٹکا کر بولی "جمیل' تم مجھے کیوں چھوڑ گئے تھے۔ میں بمبئی بھی گئی تھی لیکن وہاں تمہارا پتا نہ چلا۔ میں تمہیں ہر جگہ ڈھونڈتی رہی۔"

میں دیر تک کلدیپ کو اِدھر اُدھر کی باتوں سے بہلاتا رہا۔ میں نے اس سے شدید محبت کا اظہار کیا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

لیکن رہ رہ کر ایک خیال آڑے آ رہا تھا۔ اس شدید محبت کا انجام بڑا ہولناک ہوگا۔ نرگس کلدیپ کو کیسے برداشت کرے گی اور خود کلدیپ' نرگس کا نام سنے گی تو کتنی بھپرے گی۔ میرے ذہن میں کشمکش جاری تھی۔ کلدیپ کو دوبارہ اپنے قریب دیکھ کر میرے ہوش وحواس معطل ہوگئے تھے۔ وہ خوف کے باوجود اتنی ہی حسین تھی جتنی پونا کے کلب میں نظر آتی تھی۔ کیا میں کلدیپ کو سب کچھ بتادوں؟ اس طرح تو میں اس حسین لڑکی سے محروم ہوجاؤں گا مگر نرگس کو میں کسی قیمت پر دکھ دینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس سرمستی کے عالم میں ایک حسین وجمیل لڑکی کی دلنشین صحبت کے باوجود دل پر جبر کر کے فیصلہ کرلیا کہ کلدیپ کو نرگس کے بارے میں سب کچھ بتادوں۔ میں نے باتوں باتوں میں اس سے کہہ دیا کہ میری شادی ہوگئی ہے لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ کلدیپ نے بڑے تحمل سے یہ بری خبر سن لی اور توقع کے خلاف میرے قدم چھو کر کہنے لگی ''جمیل' مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ تم صرف اتنا کرو کہ مجھے خود سے الگ نہ کرو۔ میں تمہارے قدموں میں اپنا سارا جیون بتادوں گی۔ میں تمہاری بیوی نرگس کی بھی سیوا کروں گی۔''

کلدیپ نے کچھ دیر پہلے مجھے بچانے کی خاطر اپنی زندگی داؤ پر لگادی تھی اور اب وہ میری کنیز تک بننے کے لیے تیار تھی۔ میں نے اس کی محبت کی شدت کا اندازہ لگایا تو بے اختیار اس کی جانب کھنچنے لگا۔ کلدیپ کے سوگوار سے چہرے پر اس وقت بھی سارے جہان کا حسن سمٹ آیا تھا' میں نے آہستہ سے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا اور پہلی بار اس کے ہونٹوں پر محبت کی مہر ثبت کی۔ کلدیپ کے انداز میں خود سپردگی تھی۔ میں نے اسے گھاس کے نرم بستر پر گھسیٹ لیا اور اپنی آغوش میں لے کر وعدہ کیا کہ میں اس سے قریب رہوں گا۔

کلدیپ کا حسین قرب اس پرفضا مقام کی رنگینیاں دوبالا کر رہا تھا۔ میں اس کی زلفوں سے کھیل رہا تھا کہ یک لخت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر آگئی ہو۔ مجھے حیرت ہوئی۔ گزشتہ تجربوں کی بنا پر مجھے یقین تھا کہ وہ چھ سات گھنٹوں سے پہلے واپس نہیں لوٹے گی۔ انسانی خون سے اپنا وجود سیراب کرنے میں وہ عموماً اتنا ہی وقت لیتی تھی۔ میں نے سر پر نظر ڈالی تو انکا واقعی موجود تھی۔ اس کی آنکھوں سے شعلے ابل رہے تھے۔ چہرہ غیظ وغضب سے سرخ ہو رہا تھا۔ ہونٹوں پر گاڑھا گاڑھا تازہ خون جما ہوا تھا۔ انکا کو اس کیفیت میں دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ کسی نامعلوم خطرے کے احساس سے میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔

''کیا بات ہے انکا؟ کیا راج کمار کا خون پسند نہیں آیا؟''

''جمیل' میرے جمیل۔ میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔'' انکا نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

''خیریت تو ہے تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟''

''جمیل۔'' انکا سسک پڑی' ''انسانی خون میری واحد غذا ہے' میں خون پیتے وقت دنیا کی تمام باتوں سے بے نیاز ہوجاتی ہوں' یہی وجہ تھی جو پنڈت بدری نرائن اپنا وار کرگیا۔''

انکا کے آخری الفاظ کسی خطرناک آتش گیر مادے کی طرح میرے ذہن میں پھٹے۔ میں کلدیپ کو جھٹک کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ایک لمحے میں ہزاروں وسوسے میرے دماغ میں گھوم گئے۔ میرا دل اچھلنے لگا۔ میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

''جلدی بتاؤ۔ انکا۔ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ بدری نرائن کیا وار کر گیا؟''

''تم فوراً گھر پہنچو جمیل۔ میں اس نابکار پنڈت کو گھیرنے جا رہی ہوں' نرگس مجھے بھی بہت عزیز تھی مرے آقا۔''

انکا اس جملے کے اختتام کے ساتھ ہی میرے سر سے اتر گئی' نرگس کا نام سن کر میرا دماغ چکرا گیا۔ میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ میں کلدیپ سے کچھ کہے بغیر دیوانوں کی طرح طوفانی رفتار سے گھر کی طرف بھاگا۔ گھر پہنچ کر میں پاگلوں کی طرح دوڑتا ہوا اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا لیکن دروازے پر ہی ایک جھٹکے سے رک گیا۔ نرگس کی حالت دیکھ کر جیسے مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ میں پتھر کی بے جان مورتی کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا نرگس کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتا رہا۔ مجھے اپنی نگاہوں پر شبہ ہو رہا تھا۔ میرا دل سینے میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

نرگس کی نیم برہنہ لاش میری نگاہوں کے سامنے قالین پر پڑی تھی۔ اس کے بدن کے ایک ایک حصے پر چھوٹے چھوٹے بے شمار خنجر دستے تک پیوست نظر آ رہے تھے۔ اس کی نگاہیں دروازے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ موت کے اذیت ناک لمحوں میں اسے میرا انتظار تھا۔ میں بدنصیب اس وقت پہنچا 'جب وہ اس دنیا سے' سب سے' مجھ سے اپنے تمام رشتے منقطع کرچکی تھی۔ اس نے ان مصائب سے نجات حاصل کرلی تھی جو میرے ساتھ رہ کر اس پر ٹوٹے تھے۔ وہ ختم ہوچکی تھی۔ اسے دیکھ کر مجھے ایسا لگا جیسے میری روح بھی کھنچ رہی ہے۔ میں بھی زمین میں دھنس رہا ہوں۔ میری آنکھیں نرگس کی موت کا وہ ہولناک منظر دیکھ رہی تھیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا تھا' یقین نہیں آتا تھا کہ اس وقت جو کچھ سامنے ہے یہ حقیقت ہے۔ یہ میری نظر کا دھوکا ہے یا کوئی طلسم ہے۔ میں پاگل ہوگیا ہوں یا کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں' مگر یہ تو حقیقت تھی۔ میری نرگس کا خون قالین سے نکل کر زمین پر جم چکا تھا۔ میں سہمی ہوئی نظروں سے وہ خون دیکھنے لگا اور میں نے اس میں اپنا ہاتھ رنگ کر زوردار طمانچے اپنے گال پر لگانے شروع کردیئے اور بری طرح چیخنا شروع کردیا۔ اس طرح بھی مجھے کچھ سکون نہ ملا تو میں نے دیوار سے اپنا سر پھوڑنا شروع کردیا۔ میرا ماتھا لہولہان ہوگیا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اس نرگس کے لیے میں نے کیسی کیسی رسوائیاں نہ مول لی تھیں' کہاں کہاں مارا مارا نہ پھرا تھا۔ وہ آئی تو اس نے میری ویران زندگی میں بہار بکھیر دی تھی۔ ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ میں نے اس کا جشن صحت دھوم دھام سے منایا تھا۔ وہ اس وقت بڑی مسرور تھی لیکن یہ جشن تو بڑا منحوس ثابت ہوا۔ میں نے اپنا پراگندہ اور گھناؤنا ماضی بھلانے کا ارادہ کر لیا تھا اور نرگس کے ساتھ نئے سرے سے زندگی گزارنے کا تہیہ کر لیا تھا لیکن اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اب مجھے ساری دنیا تاریک نظر آ رہی تھی' میں پھر تنہا ہو گیا تھا 'اب سب کچھ لٹ چکا تھا۔'' ہائے نرگس'' میری چیخ میرا ہی دل لرزا گئی۔ میں اسے پکارتا ہوا اس کی لاش پر گر پڑا اور دیوانہ وار اس سے لپٹ گیا۔ دل پھٹ جانے کے لیے بے تاب تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان ابل پڑا۔ میں نے اس کا سر اٹھا کر اپنے زانوؤں پر رکھ لیا اور پاگلوں کی طرح اس سے باتیں کرنے لگا۔ لمحے گزر گئے۔ میری دیوانگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ میرے گھر میں موت جو ہو گئی تھی۔ میں اپنی موت پر رو رہا تھا۔ میں نے اس کے بدن میں پیوست خنجر ایک ایک کر کے نکالے اور اس کی لاش سے ایک عہد کیا۔ میں نے کہا'' نرگس میری زندگی! اب تمہارے بغیر زندگی کیسی۔ مجھے تمہارے ساتھ مر جانا چاہیے۔ میں تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں میری جان لیکن مجھے کچھ دن کیلئے اجازت دے دو۔ خدا کی قسم! میں یہی خنجر تمہارے دشمنوں پر آزماؤں گا۔ میں دنیا کے تمام پنڈت پجاریوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ بدری نرائن کی موت اتنی دردناک ہو گی کہ زمین اور آسمان کانپ اٹھیں گے۔ میں اسے بتاؤں گا کہ نرگس کی زندگی کی کیا قیمت ہے۔ نرگس یہ چند دنوں کی دوری ہے۔ میں جلد ہی تم سے آ ملوں گا۔''

میں اپنا حال خود کیا لکھوں۔ کون لکھ سکتا ہے۔ خوشی کی روداد لکھنا آسان ہے' غم کا اظہار مشکل ہے جب وہ لمحہ یاد کرتا ہوں تو لرز جاتا ہوں۔ جس پر کوئی ایسا غم پڑا ہو وہی میری شدت کا اندزہ کر سکتا ہے۔ میں تو اتنا بدنصیب تھا کہ میرا کوئی شریک غم بھی نہ تھا۔ میں کسی کے گلے لگ کر اپنے دل کا غبار بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ دو ایک ملازم آئے تو یہ منظر دیکھ کر مجھ سے کچھ پوچھنے اور میری تسلی کرنے کے بجائے بھاگ گئے۔ مجھے اپنا ہوش ہی کہاں تھا۔ نہ جانے میں نرگس سے کیا کیا عہد و پیماں باندھتا رہا۔ شام کے دھندلکے پھیل کر گہرے ہو گئے۔ کمرے میں تاریکی بڑھ چکی تھی' میری زندگی کی سب سے سیاہ رات سر پر تھی۔ تاریکی بڑھی تو میرا دل ڈوبنے لگا۔ میں نے اپنا سر نرگس کے سر پر رکھ دیا۔ میں اس سے باتیں کر رہا تھا کہ اچانک کمرے کی تاریکی روشنی میں تبدیل ہو گئی۔ میں چونکا اور پلٹ کر دروازے کی سمت دیکھا تو پولیس نے دس بارہ سپاہی باقاعدہ رائفل تانے کھڑے تھے۔ سب سے آگے مقامی ایس پی مہتا سینہ تانے کھڑا مجھے بے رحم نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے نرگس کا سر آہستہ سے قالین پر رکھا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک نظر میں نے اپنے ہاتھوں اور جسم پر ڈالی تو مجھے احساس ہوا کہ میرا لباس' ماتھا اور ہاتھ خون

سے رنگے ہوئے ہیں۔ ایس پی نے میری حالت اور لاش پر غور کیا تو چونک کر بولا۔'' اور..... آئی سی۔ ایک قتل یہاں بھی ہوا ہے۔''

میرا ذہن پہلے ہی الجھا ہوا تھا' اب نرگس کی موت کو کوئی دوسرا رنگ دیے جانے کے خیال سے اور الجھ گیا۔ پولیس کی بے وقت آمد نے میرے رہے سہے اوسان بھی معطل کر دیے۔ انکا بھی سر پر موجود نہیں تھی۔ میں نے ایس پی مہتا کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ وہ مجھ سے بخوبی واقف تھا لیکن اس کے تیور خطرناک تھے۔ وہ رعونت سے بولا۔

'' خوب مسٹر جمیل احمد خان۔ میں تمہیں ایک شریف اور مہذب آدمی سمجھتا تھا' تم تو چھپے رستم نکلے۔ اس بار اچھی ملاقات ہوئی۔''

'' مہتا صاحب! یہ کس جمیل احمد خان کا نام لے رہے ہو جمیل احمد خان تو مر گیا۔ تمہارے سامنے تو اس کی لاش ہے۔'' میں نے گریہ کرتے ہوئے کہا۔

'' عادی مجرم معلوم ہوتے ہو' اچھی گفتگو کرتے ہو' اچھا اب زیادہ باتیں نہ بناؤ' سیدھی طرح میرے ساتھ چلو۔'' مہتا کے لہجے میں گرج چمک تھی۔

'' کہاں لے چلو گے پیارے۔'' میں نے طنزیہ کہا۔'' اب میرا کیا کرو گے مہتا جی۔''

'' زیادہ باتیں نہ بناؤ۔'' مہتا گرج دار آواز میں بولا پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔'' گرفتار کر لو اسے بہت چرب زبان معلوم ہوتا ہے۔''

پلک جھپکنے کی دیر تھی کہ رائفل بردار سپاہیوں نے لپک کر مجھے گھیر لیا۔ ایک سپاہی نے جھپٹ کر میری کلائی پر گرفت مضبوط کی پھر ہتھکڑی ڈال دی۔ میں نے جدوجہد کی کوشش کی لیکن جلد ہی بے بس ہو گیا اور مجھے احساس ہوا کہ میں ایک بڑے خطرے میں گھر گیا ہوں۔ ایک لمحے میں ساری بات میری سمجھ میں آ گئی۔ میں نے مہتا کو قہر آلود نظروں سے گھور کر کہا۔

'' تم انسان نہیں درندے ہو۔ ذرا اتنا تو خیال کرو کہ میری بیوی کی لاش گھر میں موجود ہے یہ وقت تم پر بھی آ سکتا ہے۔ تم نے مجھے میرا جرم بتائے بغیر گرفتار کیا ہے۔''

'' بکواس بند کرو۔'' مہتا غرایا۔'' ڈپٹی کمشنر کے بس میں ہوتا تو وہ تمہیں سنگسار کرانے کا حکم دے دیتے۔ تم نے راج کمار کو قتل کر کے اپنی موت کو آواز دی ہے۔''

'' میں کسی راج کمار کو نہیں جانتا۔'' میں نے نفرت سے کہا۔'' تمہارے ڈپٹی کمشنر کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔''

'' کلدیپ کو جانتے ہو۔'' ایس پی ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔'' اس سے ہمیں بہت کچھ معلوم ہو گیا ہے۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"کلدیپ سے۔ ہاں میں اسے جانتا ہوں مگر میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ تم کس راج کمار کے قتل کی بات کر رہے ہو۔"

"سمجھ جاؤ گے۔ بہت اچھی طرح سمجھ جاؤ گے۔" مہتا کے تیور غضب ناک تھے۔ "تھرڈ ڈگری کا استعمال تمہیں بڑی آسانی سے زبان کھولنے پر مجبور کر دے گا۔ بہتری اسی میں ہے کہ تم اپنے سنگین جرم کا اقبال کر لو۔ قانون کے پاس تمہارے خلاف بہت سارے ثبوت موجود ہیں۔ سب سے بڑا ثبوت کلدیپ ہے، جس کو ورغلا کر تم نے راج کمار کو راستے سے ہٹایا ہے۔"

"یہ سب جھوٹ ہے۔ تم میرے خلاف یہ باتیں کبھی ثابت نہیں کر سکتے۔" میں نے کسی قدر اطمینان سے جواب دیا۔

مہتا نے معنی خیز انداز میں نرگس کی لاش پر ایک نظر ڈالی اور کہا۔

"صرف ایک لڑکی کلدیپ کی خاطر تم نے دہرے قتل کا ارتکاب کیا ہے۔ ایک طرف تم نے راج کمار کو ختم کیا پھر اپنا راستہ صاف کرنے کی خاطر اپنی بیوی کو بھی قتل کر دیا۔ تمہارے عشق کے ہم قائل ہو گئے۔"

"زبان کو لگام دو مہتا! ورنہ پچھتانا پڑے گا۔ تم مجھے نہیں جانتے۔" غصے سے میری زبان لکنت کر رہی تھی۔

"میں تو تمہیں جان ہی گیا ہوں لیکن اب تم بھی پولیس اور قانون کو جان لو گے، سب کچھ تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔"

نرگس کے قتل کا الزام لگا کر مہتا نے میرا خون کھولا دیا تھا۔ میں اسے گالیاں دینے لگا لیکن میرے اس ہذیان کا نتیجہ خراب نکلا۔ مہتا کا اشارہ پا کر اس کے سپاہیوں نے مجھے زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ میرے پاس بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی۔ دو سپاہیوں نے مجھے سختی سے جکڑ رکھا تھا اور بیک وقت چار ہٹے کٹے سپاہی مجھے لاتوں، گھونسوں اور بندوق کے بٹ سے مار رہے تھے۔ میرے دل و دماغ پہلے ہی پریشان تھے۔ جب تک میرے اوسان بحال رہے، میں جو منہ میں آیا کہتا رہا اور اسے خطرناک نتائج کی دھمکیاں دیتا رہا لیکن پھر جلد ہی میری ہمت جواب دے گئی۔

میں نے چہرے پر پانی کی نمی محسوس کی تو ہوش میں آ گیا۔ اس وقت میں حوالات کے پختہ فرش پر پڑا تھا۔ مہتا اور چار سپاہی میرے اردگرد موجود تھے۔ صبح کا اجالا دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ میں نے ساری رات بے ہوشی کے عالم میں گزاری ہے۔ جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا اور درد کی شدت مجھے بے چین کر رہی تھی لیکن آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے مجھے نرگس کا خیال آیا۔ میں دل پکڑ کر رہ گیا۔ میں نے ایک سسکاری بھری اور حوالات میں بری طرح رونے لگا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ نرگس کی لاش کا کیا بنا، ان ظالموں نے

اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر مہتا کرخت لہجے میں مخاطب ہوا۔

"کیوں دماغ کچھ ٹھکانے پر آیا یا اور ٹھکانے لگانے کی ضرورت ہے؟"

"مہتا جی۔" میں بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کیا آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ میری بیوی کی لاش کا کیا بنا؟ اسے دفنایا گیا یا نہیں؟"

"بکومت۔" مہتا غرایا۔ "سیدھی طرح میرے سوالوں کا جواب دو۔ تم نے راج کمار کو کیوں ہلاک کیا؟"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ تصور کے عالم میں سر پر نظر ڈالی تو انکا ابھی تک واپس نہیں لوٹی تھی۔ اپنی بے بسی کے احساس سے اور انکا کی غیر موجودگی کے سلسلے میں کوئی واضح جواب نہ پا کر میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ مہتا نے مجھے خاموش پایا تو ایک زوردار ٹھوکر میری پسلیوں پر مار کر کہا۔ "حرام زادے! تو نے سنا نہیں کہ میں کیا پوچھ رہا ہوں؟ کیا سیدھی طرح نہیں قبول کرے گا کہ تو نے ہی راج کمار کو قتل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں مان لے ورنہ یہاں بڑے بڑوں کے دماغ ٹھیک کر دیئے جاتے ہیں۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ راج کمار کو میں نے قتل نہیں کیا۔" میں نے کراہ کر جواب دیا۔

"نرگس کی موت کے بارے میں تجھے کیا بکواس کرنی ہے۔ کیا اسے بھی تو نے نہیں بلکہ کسی اور نے ٹھکانے لگایا ہے؟" مہتا نے دانت پیس کر سرد لہجے میں سوال کیا۔ اس کا انداز بڑا جارحانہ تھا۔

"نرگس میری زندگی تھی مہتا جی۔ بھلا کوئی شخص خود اپنی زندگی کیسے ختم کر سکتا ہے۔" لیکن مہتا کو مجھ پر کوئی ترس نہ آیا۔ وہ ایک اور ٹھوکر مار کر بولا۔

"شاعری کر رہا ہے کمینے۔ مہتا کو الو بنانے کی کوشش کرتا ہے، میں نے بڑے بڑے سورماؤں کی چمڑی ادھیڑ کر رکھ دی ہے۔ میرے سامنے تو کیا بیچتا ہے۔"

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مہتا کی باتوں کا کیا جواب دوں، نرگس کی جدائی کے غم اور اپنی بربادی کے احساس نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ انکا کی غیر موجودگی نے حالات اور خراب کر دیے تھے۔ یہ کیسا وقت آ پڑا تھا۔ انکا نے مجھے کلدیپ کو واردات کی جگہ سے ہٹنے کا مشورہ دیتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ راج کمار کی موت کے سلسلے میں پولیس میرا کچھ بگاڑ نہیں سکے گی۔ انکا نے مجھے یہ بھی باور کرایا تھا کہ راج کمار کے مرنے کے بعد اس کی جیب سے ایک ایسا خط ضرور برآمد ہو گا جس میں خود راج کمار کی تحریر میں یہ بات درج ہو گی کہ وہ کلدیپ کی محبت میں ناکام ہو جانے کے بعد خودکشی کر رہا ہے۔ خدا جانے وہ خط برآمد بھی ہوا تھا یا نہیں۔ میں نے جتنا حالات پر غور کیا اتنا ہی مجھے مایوسیوں نے گھیر لیا۔ نرگس کی اچانک موت نے میری شخصیت کو پولیس کی نظروں میں مشتبہ کرنے کا خاصا معقول جواز پیدا کر دیا تھا۔ کلدیپ نے پولیس کو کیا بیان دیا اور پولیس مجھے گرفتار کرنے کیوں پہنچ گئی، میرا ذہن ان پے در پے واقعات سے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بری طرح پریشان ہو رہا تھا۔ مہتا نے اپنے سوالوں کا جواب نہ پا کر چار پانچ ٹھوکریں ماریں اور زور سے گرجا۔ ”میں آخری بار تجھ سے کہہ رہا ہوں کہ اپنے جرم کا اقبال کر لے ورنہ یاد رکھ' تجھ پر بہت برا وقت آنے والا ہے۔“

”ہاں' مم...... میں نے راج کمار کو قتل کیا تھا۔ میں اقرار کرتا ہوں۔“ میں نے ناچار خود کو مہتا کے عتاب سے بچانے کے لیے جلدی سے کہا۔

”قتل کا سبب کیا تھا؟“ مہتا نے مسکراتی ہوئی خوفناک نظروں سے گھور کر پوچھا۔

”کلدیپ اس سے شادی کرنے پر تیار نہیں تھی۔“ یہ کہتے کہتے میرا حلق خشک ہو گیا۔ ”اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں راج کمار کو راستے سے ہٹا دوں۔“

”تو کلدیپ کو کب سے جانتا ہے؟“

”میری اس کی ملاقات پونا میں ہوئی تھی۔“ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

”کیا یہ صحیح ہے کہ تو نے کلدیپ کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کر رکھے تھے؟“ مہتا نے بدستور غراتے ہوئے دریافت کیا۔

”صحیح ہے!“ میں نے مختصراً کہا۔

”ہم۔“ مہتا نے فخر سے سینہ تان کر جواب دیا۔ ”گویا میرا اندازہ درست تھا۔ تو نے کلدیپ کی خاطر پہلے راج کمار کو قتل کیا پھر اپنی بیوی......“

”یہ غلط ہے۔“ میں چیخ پڑا۔ ”نرگس کو میں نے نہیں بلکہ کسی اور نے قتل کیا ہے۔“

”پھر شروع کر دی تو نے بکواس۔“

مہتا میری بات سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ میں نرگس کے قتل کا الزام اپنے سر لے لوں لیکن میرے مسلسل انکار نے اسے اور خونخوار بنا دیا۔ حوالات میں موجود سپاہیوں کو مخاطب کر کے بولا۔ ”مارو اس حرام زادے کو' اس وقت تک مارتے رہو جب تک یہ جرم کا اقرار نہیں کر لیتا۔“

مہتا نے سپاہیوں کو حکم دے کر مجھ پر حقارت کی نظر ڈالی' پھر پیر پٹختا ہوا حوالات سے باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی حوالات میں موجود چاروں سپاہی مجھ پر پل پڑے اور انہوں نے بے دردی سے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ میں نے اپنی آنکھیں میچ لیں اور اپنا سر گھٹنوں کے درمیان چھپا لیا۔ مجھ میں جب تک برداشت کی ہمت رہی برداشت کرتا رہا۔ میں ایک بار پھر ان انسانیت سوز مظالم کی تاب نہ لا کر اپنے اوسان کھو بیٹھا تھا۔ اس بار بھی میری بے ہوشی کا وقفہ طویل ثابت ہوا۔

میں ہوش میں آیا تو حوالات کے باہر والی گیلری میں روشنی ہو رہی تھی' میں نے خود کو حوالات کے گھپ اندھیرے میں تنہا پایا۔ باہر تین سنگین بردار سپاہی پہرے دار موجود تھے۔ میرے جسم کا ہر عضو دکھ رہا

تھا۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو کراہ کر رہ گیا۔ بھوک پیاس کی شدت نے مجھے اور ناتواں کر دیا تھا۔ ایسی نقاہت تھی کہ سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا میں نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن سہم کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ باہر پہرے پر موجود ایک سپاہی دوسرے سے کہہ رہا تھا' میرا خیال ہے کہ اب یہ کبھی ہوش میں نہیں آئے گا۔“

”سالا مر جائے تو اچھا ہے۔“ دوسرے نے نفرت سے کہا۔ ”مجھے اس سے زیادہ اس کلنکنی پر غصہ آتا ہے۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو اس ویشیا کو بھی مار ڈالتا جس نے اس ننٹنے مسلے کے ساتھ اپنا منہ کالا کر کے دھرم کو بٹا لگا دیا۔“

”ایس پی صاحب نے نو بجے آنے کو کہا تھا۔“ تیسرا سپاہی دستی گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔ ”دعا کرو کہ یہ ڈھیٹ ان کے آنے سے پہلے مر جائے' ورنہ ایس پی صاحب اس کی ہڈیوں کا سرمہ بنا دیں گے۔“

”ڈپٹی کمشنر کے عزیز کا معاملہ ہے۔“ پہلا بولا۔ ”اگر یہ مر گیا تو ایس پی صاحب پر بھی آفت آ جائے گی۔“

تینوں سپاہی میرے ہی متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ میں خاموش پڑا ان کی باتیں سنتا رہا پھر یکلخت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر آ گئی ہے۔ میں نے دھڑکتے دل سے سر کی جانب نظر ڈالی تو انکا واقعی وہاں موجود تھی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی' اور اس کی آنکھوں میں غصے اور ناکامی کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ بڑی تھکی تھکی' اداس اور متفکر نظر آ رہی تھی' کسی بیوہ کی طرح اجاڑ اجاڑ سی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا تو اس نے نظریں جھکا لیں۔ میں نے کانپتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”انکا۔ ناکام واپس آئی ہو نا؟۔ وہ ہاتھ نہیں آیا نا؟“

”مجھے جواب کیوں نہیں دیتیں انکا۔“ میں نے دل گرفتہ انداز میں کہا۔ ”کیا وہ نابکار پنڈت تمہارے ہاتھ سے بچ نکلنے میں بھی کامیاب ہو گیا؟“

”جمیل۔“ انکا ہچکیاں لیتے ہوئے بولی۔ ”نرگس کی موت کا غم مجھے بھی تم سے کم نہیں ہے لیکن......“

”میں بدری نرائن کے بارے میں دریافت کر رہا ہوں انکا۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”مجھے بتاؤ کہ تم اب تک کہاں غائب تھیں اور وہ مردود پنڈت کہاں ہے؟ کیا تم میری حالت نہیں دیکھ رہی ہو' میں اپنی نرگس کے خون میں لت پت ہوں۔ دیکھو میں رنگا ہوا ہوں۔ میں کتنا اچھا لگ رہا ہوں۔ ہائے مجھے یہ دن بھی دیکھنا تھا۔“

”ایسی باتیں نہ کرو۔ میں اسی کے پیچھے لگی ہوئی تھی جمیل' میرے آقا لیکن اس سے پہلے کہ میں اسے موت کے شکنجے میں دبوچ سکتی' وہ کلکتے پہنچ کر کالی کے مندر میں چلا گیا۔ میں ابھی تک اس کے باہر آنے کا انتظار کر رہی تھی جمیل۔“

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"تم نے اس کے باہر آنے کا انتظار کیوں کیا؟ کیا تم مندر میں داخل ہو کر اس کمینے بذات کے جسم کو ریزہ ریزہ نہیں کر سکتی تھیں؟"

"میں ایسا نہیں کر سکتی جمیل۔ ایسا کر سکتی تو یوں واپس نہ آتی۔" انکا نے تلملا کر جواب دیا۔ "کالی کی مہان شکتی میرے راستے کی دیوار بن رہی تھی' میں وہ دیوار ڈھانے سے قاصر تھی۔"

"تم بھی اپنی مجبوری کا اظہار کر رہی ہو؟ تمہاری وہ پراسرار اور لامحدود قوتیں کہاں گئیں جنہیں قبضے میں لینے کے لیے بہت سے لوگ دیوانے ہیں۔" میں نے طنز کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھا اس موقع پر تم بھی ناکام ہو گئیں۔"

"جمیل۔ تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔" انکا نے حسرت سے کہا۔ "تمہیں میری طاقت کا اندازہ ہے لیکن کالی مائی کے مندر میں گھس کر خون خرابا کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ یقین رکھو جس روز بھی بدری نرائن مندر سے باہر آیا' وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ میں اس سے نرگس کی موت کا اتنا بھیانک انتقام لوں گی کی دھرتی کانپ اٹھے گی مجھے بھی نرگس سے تم سے کم محبت نہیں تھی۔"

انکا کی بات سن کر میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں نے بے زاری سے کہا۔ "اب کیا سوچ ہے۔ کیا میں اسی طرح یہاں پڑا رہوں گا۔ کیا اب تمہیں مجھے حوالات سے باہر نکالنے کی طاقت نہیں ہے؟"

"اس کی فکر کیوں کرتے ہو۔ میں آ گئی ہوں۔ انکا نے جلدی سے جواب دیا۔ "مہتا نے تمہیں محض ڈپٹی کمشنر کے عتاب سے بچنے کے لیے گرفتار کر لیا ہے' ورنہ اسے وہ خط مل گیا تھا جس میں راج کمار نے خودکشی کا اعتراف کیا تھا۔ ان بدمعاشوں نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ تم وقوعے کے بعد کلدیپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے زبردستی کلدیپ سے اگلوا لیا کہ تم اس کے ساتھ تھے۔ وہ ان پولیس والوں کے چکر میں آ گئی اور نہ جانے اس نے کیا کیا کہہ دیا۔"

"حرام زادوں نے مجھے نرگس کا آخری دیدار بھی نہیں کرنے دیا۔" میں نے رقت بھری آواز میں کہا۔ "نہ جانے ان سنگ دلوں نے اس غریب کی لاش کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔"

"تم فکر نہ کرو جمیل۔ میں اس ظلم کے لیے مہتا اور اس کے گرگوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ ڈپٹی کمشنر کو بھی اختیارات کے ناجائز استعمال کے سلسلے میں پچھتانا پڑے گا۔"

"مجھے نرگس کے بارے میں بتاؤ' اس کی لاش کا کیا بنا؟"

"جمیل۔" انکا مدھم آواز میں بولی۔ "مہتا نے نرگس کا پوسٹ مارٹم کرانے کے بعد رسم و رواج کے مطابق اسے یہیں کے ایک پرانے قبرستان میں دفنا دیا ہے۔"

"میرے معبود۔" میں نے سر کے بال نوچتے ہوئے سرد آہ بھر کر کہا۔ "نرگس کے بجائے مجھے موت

کیوں نہ آ گئی۔"

ابھی میں نرگس کی یاد میں آنسو بہا ہی رہا تھا کہ پہرے پر موجود سنتری اٹینشن ہو گئے۔ میں نے راہ داری میں نظر ڈالی۔ ایس پی مہتا' چمڑے کی ایک بید لیے حوالات کے دروازے کی سمت آ رہا تھا۔ مہتا نے آہنی سلاخوں کے قریب پہنچ کر سر کی جنبش سے سنتریوں کے سلام کا جواب دیا' پھر بھاری گرج دار آواز میں انچارج سے پوچھا۔ "اس مردود کو ہوش آ گیا؟"

"پندرہ منٹ پہلے میں نے راؤنڈ لیا تھا۔ اس وقت تک بے ہوش ہی تھا سر۔" انچارج نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔

مہتا کے اشارے پر حوالات کا دروازہ کھولا گیا اور باہر سے بتی روشن کر دی گئی۔ اندھیرے کے بعد اچانک تیز روشنی ہوئی تو میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ بھاری قدموں کی آہٹیں میرے قریب آ کر تھم گئیں۔ انکا کے آ جانے سے میرا خوف ختم ہو چکا تھا اس لیے میں نے فوراً ہی دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ ایس پی نے مجھے ہوش میں دیکھا تو نفرت کے لہجے میں مخاطب ہوا۔ "اب کیا ارادے ہیں تیرے؟ کیا مجھے مزید سختی پر مجبور کرے گا۔"

"مہتا جی۔" میں نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ "تم ڈپٹی کمشنر کے کہنے پر کیوں اپنا دھرم نشٹ کرتے ہو۔ کیا تم بھگوان کی سوگند کھا کر کہہ سکتے ہو کہ تم مجھے راج کمار کا قاتل سمجھ رہے ہو۔ شہادتیں وقتی طور پر چھپائی جا سکتی ہیں لیکن دنیا کا کوئی قانون کسی کو زبردستی پھانسی کے تختے پر نہیں پہنچا سکتا۔"

مہتا میرا جواب سن کر چونکا۔ اسے میری بات پر یقیناً تعجب ہوا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ نفرت سے بولا۔ "کس کی شہادت کی بات کر رہا ہے تو؟ میں خوب سمجھتا ہوں۔ تو نے تھرڈ ڈگری سے بچنے کی خاطر بہکی بہکی باتیں شروع کر دی ہیں۔"

"میں اس خط کی بات کر رہا ہوں مہتا جی جو تمہیں راج کمار کی جیب سے ملا ہوگا۔" میں نے یہ کہہ تو دیا تھا لیکن جلد ہی مجھے بات نبھانا پڑی۔ "تمہارے مخبروں نے یقیناً مجھے موقع واردات پر دیکھا ہوگا لیکن انہوں نے تمہیں یہ ضرور بتایا ہوگا کہ راج کمار نے خودکشی کی تھی۔ اس نے وہ خط میرے سامنے ہی تحریر کیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ میں اسے اس کے خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا اس نے ریوالور کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبا دی۔ کلدیپ بھی اس بات کی گواہ ہے۔"

"شٹ اپ۔" مہتا حلق کے بل چلایا۔ اس کے چہرے پر ایک ثانیے کے لیے الجھن ابھری پھر غائب ہو گئی۔ وہ گرج کر بولا۔ "تو جو بکواس کر رہا ہے اس کا کوئی ثبوت تیرے پاس موجود نہیں ہے۔ مجھے مقتول کی جیب سے کوئی خط نہیں ملا۔"

"اچھا۔" میں زہر خند سے بولا۔ "تو ڈپٹی کمشنر کے رعب نے تمہیں جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"بکواس بند کر، نہیں تو چمڑی ادھیڑ ڈالوں گا۔" حوالات کے انچارج نے ایس پی کی خوشنودی کے لیے مجھے دھمکی دی۔

ٹھیک اسی وقت انکا میرے سر سے اتر گئی۔ ایس پی بدستور مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر سرد آواز میں بولا۔ "میں تجھے کھلی عدالت میں پیش کرنے کے بجائے کسی ویرانے میں لے جا کر خاموشی سے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے مہتا جی۔ ڈپٹی کمشنر تمہیں اس کی اجازت نہیں دے گا۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "مجھے پھانسی کے پھندے تک لے جانے کے لیے تمہیں زبردست جھوٹ کا سہارا لینا ہوگا۔ تم اس کے لیے مجبور ہو۔ اگر صرف مجھے مار ڈالنا تمہارا مقصد ہوتا تو تم اس وقت حوالات میں موجود ہونے کے بجائے کسی کلب میں بیٹھے رنگ رلیاں منا رہے ہوتے۔"

"گویا تو سیدھی طرح نہیں مانے گا۔" مہتا کے ہاتھ کانپنے لگے۔ وہ کسی خون آشام درندے کی طرح دہاڑا۔ "میں اب تجھے اس قابل ہی نہیں چھوڑوں گا کہ تو عدالت کے سامنے اپنی گندی زبان کھول سکے۔"

میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ مہتا نے مجھے جو دھمکی دی ہے وہ اسے پوری کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ انگارا ہو رہا تھا۔ اس نے انچارج کی طرف دیکھ کر سرد آواز میں کہا۔ "پرمود۔ اب جو ہدایت دی جا رہی ہے، اسے تم پوری کرو گے۔ اس نے یقیناً اور بھی قتل کیے ہیں ورنہ اس طرح چرب زبانی نہ کرتا۔"

"یس سر۔" انچارج گھبرا کر اٹینشن ہوگیا۔

"الیکٹرک شاکس۔" مہتا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "جب تک یہ اپنا ذہنی توازن نہ کھو بیٹھے۔"

انچارج پرمود نے اس بار بھی بڑی فرماں برداری سے اثبات میں سر ہلایا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی نظریں بدل گئیں اور اس نے مہتا کو عجیب سی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ "کیا آپ مجھے تحریری حکم عنایت کریں گے سر۔" انچارج نے کہا۔

"نان سنس۔" مہتا سرتاپا لرز کر بولا۔ "پرمود تم اس وقت ایس پی مہتا سے گفتگو کر رہے ہو۔"

"جانتا ہوں سر۔ لیکن تحریری حکم کے بغیر میں اتنا خطرناک قدم نہیں اٹھا سکوں گا۔" پرمود نے صاف گوئی اور قدرے بے پروائی سے جواب دیا۔ "آپ کے تحریری احکام پر میں اس کا جسم دھجیوں میں تبدیل کرنے کے لیے بھی تیار ہوں۔"

"گٹ آؤٹ فرام ہیئر۔" (یہاں سے باہر نکل جاؤ) ایس پی اتنی زور سے چلایا کہ حوالات میں موجود سپاہی بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔ "میں تمہیں جوتے مار کر ملازمت سے برطرف کرا دوں

گا۔ تمہیں اتنی جرات کیسے ہوئی۔"

"مہتا ہوش میں آؤ۔" حوالات کا انچارج اچانک آپے سے باہر ہوگیا۔ ہولسٹر سے اپنا ریوالور نکال کر اس کا رخ مہتا کی سمت کر کے کہنے لگا۔ "تم نے میرے عملے کے سامنے میری بے عزتی کی ہے۔ تمہیں ان سب کی موجودگی میں مجھ سے معافی مانگنی پڑے گی، ابھی اسی وقت ورنہ ملزم کے بجائے میں تمہارا جسم چھلنی کر دوں گا۔ تم مجھے نہیں جانتے مہتا صاحب۔"

"او وہ یو سن آف اے بچ۔" مہتا کے ہاتھوں میں دبی ہوئی بید لہرا کر بھرپور قوت سے مود کے گال پر پڑی اور عین اسی وقت اس کے ریوالور سے دو دھماکے ہوئے۔ گولی صحیح نشانے پر نہ لگ سکی۔ ایس پی کے ہاتھ اور پاؤں سے خون نکلا اور وہ چند لمحے کے لیے کسی خزاں رسیدہ درخت کے مانند ویران ہو کر رہ گیا پھر وہ منہ کے بل فرش پر گر کر ڈھیر ہوگیا۔ یہ سب کچھ اتنی برق رفتاری سے ہوا کہ حوالات میں موجود سپاہیوں کو کچھ سوچنے اور سمجھنے کا موقع نہ مل سکا۔ مجھے اندازہ تھا کہ ایس پی مرا نہیں ہے بلکہ بے ہوش ہوگیا ہے۔ ریوالور پھینک کر پرمود نے سہمی ہوئی نظروں سے سپاہیوں کو دیکھا اور پھر جھک کر مہتا کے جسم کا معائنہ کرنے لگا۔ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ رنگت خوف و دہشت کے مارے زرد پڑ چکی تھی۔ سپاہی دور کھڑے پھٹی پھٹی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ کچھ توقف کے بعد سپاہیوں میں سے ایک نے ایک قدم آگے بڑھ کے پرمود سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے جناب کہ میں آپ کو گرفتار کر رہا ہوں۔"

"تم...... لیکن یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟ یہ میں نے کیا کر دیا؟" پرمود سراسیمہ لہجے میں بولا۔

"اس کا جواب قانون دے گا جناب! فی الحال آپ خود کو حراست میں سمجھیں۔"

سپاہی نے اکھڑی ہوئی آواز میں جواب دیا پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "تم لوگ خیال رکھنا۔ میں ڈپٹی کمشنر صاحب کو فون کرنے جا رہا ہوں۔"

سپاہی ابھی باہر کی سمت بڑھا ہی تھا کہ جو کچھ ہوا، اس نے مجھے بھی حیرت میں ڈال دیا۔ دروازے کے قریب کھڑے ایک سپاہی نے اچانک رائفل سیدھی کی اور اس سپاہی کے سر پر پوری قوت طاقت سے سنگین ماری جو فون کرنے جا رہا تھا۔ سپاہی پلک جھپکتے ہی لہرا کر گر پڑا۔ وہ کرب ناک آواز میں چیختا ہوا اوندھے منہ فرش پر الٹ گیا۔ اس کے بعد سپاہیوں میں بھی آپس میں ٹھن گئی۔ میں ابھی حیران ہی ہو رہا تھا کہ انکا میرے سر پر آ گئی اور بولی۔ "جمیل، جتنی جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل چلو۔ اس سے اچھا موقع نہیں ملے گا۔"

میں آہستہ سے اٹھا اور چھپتے چھپاتے باہر کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ میں انکا کا یہ کرشمہ پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا انکا کے سر پر آتے ہی نقاہت اور درد کی شدت حیرت انگیز طور پر ختم ہو چکی تھی۔ میں، ایک

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دوسرے سے دست و گریباں سپاہیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا حوالات سے باہر نکل گیا۔ کھلی سڑک پر آکر میں نے تیزی سے اپنی کوٹھی کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ راست میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ رات کی تاریکی نے مجھے اپنے دامن میں سمیٹ رکھا تھا۔ میں سب سے پہلے نرگس کی قبر پر جانا چاہتا تھا اور اس کی قبر پر پھول نچھاور کرنا چاہتا تھا مگر میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ انکا نے مجھے کسی بات کا موقع نہیں دیا۔ اس نے کہا اگر اس وقت اس علاقے میں دیر لگائی تو دوبارہ گرفتار ہونے کا خدشہ ہے۔ چنانچہ میں نرگس کو اس ویران قبرستان میں تنہا چھوڑ کر ہی روانہ ہوا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔

میں نے جلدی جلدی نقدی' زیورات' نرگس کے کپڑے اور کچھ ضروری سامان باندھا۔ باہر آکر گیراج سے گاڑی نکالی اور اسے برق رفتاری سے ویران ڈھلوان کی طرف دوڑانے لگا۔ میں ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ میں خاصا مشتاق ہو گیا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے میں قانون کی گرفت سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔ انکا میرے سر پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ کچھ دیر تک میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔ بدری نرائن کے سلسلے میں اس نے اپنی بے بسی کا اظہار کر کے مجھے برگشتہ کر دیا تھا۔ وہ اس شخص کو سزا دینے میں ناکام رہی جو میری نرگس کا قاتل تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی۔ گاڑی کی رفتار ہر لمحے تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ گو ایک ہاتھ سے برق رفتاری کا مظاہرہ میرے لیے مخدوش تھا لیکن اس وقت میں ہر قسم کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔ پہاڑی راستوں اور ڈھلوانوں پر میں کسی خوف کے بغیر تیز گاڑی چلائی۔ راستے میں ٹرکوں اور چھوٹی موٹی گاڑیوں سے کئی بار حادثہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

"جمیل اتنی تیز نہ چلاؤ۔" انکا نے کچھ سوچتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "تم اپنا سفر جاری رکھو۔ میں ذرا ڈپٹی کمشنر کی خبر لے کر آتی ہوں۔ اس کے علاوہ بھی میرا وہاں جانا ضروری ہے تاکہ اگر نرگس اور راج کمار کی موت کا مسئلہ دوبارہ کھڑا ہو تو تم پر کوئی آنچ نہ آسکے۔"

"جاؤ۔ جہنم میں جاؤ۔" میں نے دل برداشتہ ہو کر جواب دیا۔ انکا نے عجیب حسرت کی نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر کچھ کہے بغیر میرے سر سے اتر گئی۔ میں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ راستے جانے پہچانے تھے۔ میری نظریں ویران اور سانپ کی طرح بل کھاتی سڑک پر جمی ہوئی تھی لیکن ذہن نرگس کی موت کے بارے میں الجھ رہا تھا۔ میرے ذہن میں بار بار بدری کا چہرہ گھوم جاتا تھا اور ایکسی لیٹر پر میرے پاؤں کا دباؤ ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا۔

میں نے امرتسر تک کار میں سفر کیا پھر ریل کے ذریعے دہلی کے لیے روانہ ہو گیا۔ دہلی کے سفر کے دوران انکا دوبارہ میرے سر پر آ گئی۔ اس نے مجھے تفصیل سے بتایا کہ وہ میرے بچاؤ کے سارے انتظامات کر آئی ہے' لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں تو صرف بدری نرائن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں جتنا آگے بڑھ رہا تھا' بدری نرائن اسے بھیانک انتقام اور تمام پنڈتوں پجاریوں کو

جو بھی میرے راستے میں آئیں' چن چن کر ختم کرنے کا جذبہ پوری شدت سے مجھ پر طاری تھا۔ انکا کی باتیں سن کر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انکا نے مجھے اِدھر اُدھر کی تفصیلات میں الجھانا چاہا لیکن جب میں کچھ نہ بولا تو اس نے کلدیپ کا ذکر چھیڑ دیا۔ "کلدیپ نے تمہاری خاطر بڑی پریشانیوں کا مقابلہ کیا ہے جمیل! وہ اپنے والدین کا گھر چھوڑنے پر آمادہ ہو گئی اور اب تمہاری تلاش میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔ اس نے پولیس والوں کے سامنے بھی یہ جرأت مندانہ بیان دیا تھا کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔"

"خاموش ہو جاؤ انکا۔" میں جھلا کر بولا۔ "نرگس کی موت کے بعد اب کسی کا ذکر اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اب میرے لیے زندگی بے معنی ہو کر رہ گئی ہے' اب محبت اور عشق کا کوئی جذبہ مجھے متاثر نہیں کر سکتا۔ مجھے اب کسی سے کوئی سروکار نہیں۔ ایسی باتیں کیوں کرتی ہو جن کا کوئی موقع نہیں۔"

انکا نے مجھے اداس نظروں سے دیکھا۔ وہ اس وقت بھی نہ جانے کس سوچ میں غرق تھی' کچھ توقف کے بعد سراسیمگی سے بولی۔ "جمیل۔ میرے مالک! تم مجھ سے ناراض ہو؟"

"مجھے پریشان نہ کرو انکا۔" میں نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ "تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ جو کچھ ہوا ہے اس میں تمہاری کوتاہی کا کتنا بڑا دخل ہے۔ سن لو جب تک میں بدری نرائن کا خون نہیں پی لیتا' اس وقت تک مجھے قرار نہیں آئے گا۔"

"جمیل۔ مجھے بھی نرگس کی جدائی کا انتہائی صدمہ ہے۔ اگر بدری نرائن نے کالی کے مندر میں پناہ نہ لی ہوتی تو اس وقت وہ تمہارے قدموں میں پڑا موت کی آخری ہچکیاں لے رہا ہوتا۔ بہرحال اب وہ اپنے آپ کو زیادہ دنوں تک محفوظ نہیں رکھ سکے گا۔"

"کالی کا مندر۔" میں نے مضطرب ہو کر کہا۔ "تم کالی کے مندر سے ایک پراسرار قوت ہونے کے باوجود خوف زدہ ہو مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ میں اس نابکار پنڈت کو دیوی دیوتاؤں کے سامنے بھی موت کے گھاٹ اتارنے سے دریغ نہیں کروں گا۔ مجھے دیکھنا ہے کہ دنیا کی کون سی طاقت مجھے اس ارادے سے باز رکھتی ہے' میں دنیا کے تمام پنڈتوں' پجاریوں کو روند ڈالوں گا۔ میں ان مندروں کو ڈھا دوں گا جو میرے راستے کی دیوار بنیں گے۔ انکا آخر تم میرے اشتعال کا اندازہ کیوں نہیں کر رہی ہو۔"

انکا نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن پھر خاموش ہو گئی۔ وہ مجھے خاموش کرنے میں پہلی بار بے بس نظر آئی۔ ہم دونوں ہی غم زدہ تھے' ہم دونوں کو نرگس سے محبت تھی۔ انکا بھی اس سے عشق کرتی تھی۔ اس کا مجھے اندازہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت ہم دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو مطمئن نہیں کر پا رہا تھا۔ کاش انکا کا بھی میری طرح کوئی جسمانی وجود ہوتا تو ہم دونوں گلے مل کر خوب روتے اور اپنا غم کسی قدر ہلکا کر لیتے۔

دہلی پہنچ کر میں نے گاڑی تبدیل کی اور کلکتے [illegible] لیے روانہ ہو گیا۔ تمام [illegible] خاموشی سے گزر گیا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میں نے انکا سے کوئی بات کی نہ اس نے مجھ سے۔ البتہ میں دیکھ رہا تھا کہ جیسے جیسے میری منزل قریب آتی جارہی ہے' انکا کی پریشانی بڑھتی جارہی ہے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت نہیں کی۔

کلکتے پہنچ کر میں نے ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں کمرا لے کر سامان رکھا اور اسی وقت کالی کے مندر کی طرف چل پڑا۔ اب انکا کی پریشانی شباب پر پہنچ چکی تھی۔ وہ میرے سر پر ادھر اُدھر ٹہل رہی تھی۔ کبھی چلتے چلتے اچانک رکتی اور مجھ سے کچھ کہنا چاہتی مگر ہونٹ چبا کر رہ جاتی۔ دیر تک اس کی یہی کیفیت رہی پھر کالی کا مندر قریب آنے لگا تو انکا نے پریشان لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''جمیل! میری بات سنو' کالی کے مندر میں کسی خطرناک ارادے سے داخل ہونے والے پریشانیوں میں گھر جاتے ہیں۔ میری بات سنو میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اسے سنو۔ جب تک بدری نرائن مندر کے اندر ہے' تم یا میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمیں بدری نرائن کا باہر آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔''

''میرے سر پر خون سوار ہے انکا! تم مجھے مندر میں داخل ہونے سے مت روکو۔ میں اپنے آپے میں نہیں ہوں۔'' میں نے انکا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''مگر جمیل' تمہیں صحیح بات بتانا میرا فرض ہے۔ تمہیں اپنا ارادہ ہر قیمت پر بدلنا ہوگا۔'' انکا کے لہجے میں تشویش تھی۔

''نرگس کے قاتل کو زندہ رہنے دوں۔ اس شخص کو زندہ رہنے دوں جس نے مجھے زندہ درگور کردیا ہے؟'' میں نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ میں اس پنڈت پر زندگی حرام کردینے کا فیصلہ کرچکا ہوں۔ نتائج کی مجھے پروا نہیں ہے' جب نرگس ہی نہ رہی تو پھر مجھے اپنی موت کا بھی غم نہیں ہے۔''

''جذباتی نہ بنو۔ جمیل! تم بہک رہے ہو۔'' انکا نے تیزی سے کہا۔ ''اگر تم اسی پاگل پن میں مرگئے تو کچھ بھی نہ ہوگا۔ نرگس کی بے چین روح تم سے شاکی رہے گی۔ ذرا سکون سے کام لو۔ تمہیں کوئی اور تدبیر اختیار کرنی ہوگی۔ کالی کے مندر کے کسی چھوٹے پجاری کو اپنے اعتماد میں لے کر بدری نرائن کو مندر کی حدود سے باہر بلایا جاسکتا ہے۔ اس قدر نہ بہکو کہ خود اپنے لیے کوئی نئی مصیبت کھڑی کرلو۔''

''انکا! میں بہک رہا ہوں؟'' میں نے انکا کی طرف سوالی نظروں سے دیکھا اور درشت لہجے میں جواب دیا۔ ''اگر تم خائف ہو تو میرے سر سے اتر جاؤ۔ مجھے تمہاری بھی پروا نہیں ہے۔ میں بدری نرائن کو سزا دیے بغیر ایک پل چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ میں مرجاؤں گا چلو یہ بھی ٹھیک ہے۔''

انکا نے مجھے مایوسی سے دیکھا اور بے بسی سے گردن جھٹک دی۔ میں مندر کی سمت کچھ سوچے سمجھے بغیر تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ جس وقت میں مندر سے پچیس گز کے فاصلے پر رہ گیا تو انکا نے ایک بار پھر مجھے سمجھانے کی کوشش کی' جمیل! میرے مالک' میری جان! میری بات مان لو۔ مندر کی حدود میں داخل ہوکر تم مصیبتوں کا شکار ہوجاؤ گے۔ تمہیں بدری نرائن کو مارنے کے لیے بڑی ہوشیاری اور دور اندیشی

سے کام لینا ہوگا۔ جلد بازی سارا کام خراب کردے گی۔''

میں نے انکا کو دیکھا لیکن اس بار اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ میں خاموشی سے قدم بڑھاتا رہا۔ کالی کے بڑے مندر کے باہر پنڈتوں اور پجاریوں کا ہجوم ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ مندر کی گھنٹیوں کی آواز دور دور تک گونج رہی تھی' جوگنیں اور پجارنیں بڑی عقیدت واحترام سے مندر سے آجارہی تھیں۔ میں نے انکا کا چہرہ دیکھا جو دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ کسی شدید ذہنی الجھن نے اس کا چہرہ ویران کر رکھا تھا۔ میں مندر کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ معاً میری نظر ایک پجاری پر پڑی جو مندر سے باہر آرہا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرے پجاری بھی تھے۔ چہرے بشرے سے وہ کوئی بڑا پجاری دکھائی دیتا تھا' پجارنیں اس کے قریب سے گزرتے ہوئے ڈنڈوت کررہی تھیں۔ میں نے کچھ سوچ کر انکا سے دریافت کیا۔ ''یہ مردود کون ہے؟''

''اس کا نام بنسی لال ہے' مندر کا چھوٹا پجاری۔'' انکا تیزی سے بولی۔ ''جمیل اگر تم کوشش کرو تو اس کے ذریعے اپنا کام کرسکتے ہو' بدری نرائن اس کی بات مشکل سے ٹال سکے گا۔''

میں کسی بھیڑیے کی طرح چھوٹے پجاری کو گھور رہا تھا۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ مندر کی ساری عمارت جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کردوں اور تمام پنڈتوں پجاریوں کا قتل عام شروع کردوں۔ چھوٹا پجاری دوسرے پجاری اور چیلوں کے ساتھ میرے قریب سے گزرا پھر میں نے اسے ایک کٹیا میں جاتے دیکھا جو سیڑھیوں کے بائیں جانب ذرا ہٹ کر بنی ہوئی تھی اور دوسری جھونپڑیوں کے مقابلے میں قدرے بڑی تھی۔

''جمیل......! انکا نے سرگوشی میں کہا۔ ''اس وقت بنسی لال اپنی کٹیا میں تنہا ہے۔ تم ذرا سی دور اندیشی سے کام لے کر اسے شیشے میں اتار سکتے ہو' مجھے دیکھو! اگر تم نے صبر وتحمل اور عقل مندی سے کام لیا تو بنسی لال تمہارے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوگا' یوں بھی وہ دل کا بڑا نرم اور نیک انسان ہے۔''

''پنڈت پجاری اور نیک انسان؟'' میں نے طنز کیا۔

''نہیں' تمہارا خیال غلط ہے۔ ان میں بہت اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ بنسی نیک آدمی ہے۔'' انکا نے کہا۔

میں نے انکا کو کوئی جواب نہیں دیا اور گھوم کر اس کٹیا کی سمت ہولیا جس میں بنسی لال گیا تھا۔ انکا کی اطلاع درست نکلی۔ جس وقت میں کٹیا میں داخل ہوا' بنسی لال وہاں تنہا تھا اور مرگ چھالے پر بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ مجھے کٹیا میں دیکھ کر اس نے اشارے سے رکنے کو کہا پھر چند لمحوں بعد مرگ چھالے سے اٹھ کر میرے قریب آیا۔ ''تم مسلمان دکھائی دیتے ہو۔ ادھر کیسے آنکلے۔ ارے تم تو بڑے بیاکل نظر آتے ہو۔ کہو کیا بات ہے بالک' تم میری کٹی میں کس کارن آئے ہو؟ بیٹھ جاؤ۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"بنسی لال!" میں نے روکھی آواز میں اسے مخاطب کیا۔ "کالی کے مندر میں اس وقت میری بیوی کا قاتل موجود ہے' میں چاہتا ہوں کہ تم اسے کسی طرح باہر لے آؤ۔"

انکا نے مجھے روکنے کی کوشش کی' اس نے مجھے سمجھایا کہ بنسی لال سے مجھے اس انداز میں بات نہیں کرنی چاہیے لیکن مجھے خود پر قابو نہیں تھا۔ میں انکا کے مشورے کو نظر انداز کرتا رہا۔ بنسی لال حقیقتاً نیک دل واقع ہوا تھا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے سمجھاتا رہا پھر بھی جب میں نے اپنا لہجہ نہ بدلا تو وہ شائستگی سے بولا۔ "بالک! تم نے ابھی تک مجھے اس اپرادھی کا نام نہیں بتایا جس نے تمہاری استری کو قتل کیا ہے۔"

"اس کمینے کا نام بدری نرائن ہے۔" میں نے حقارت اور نفرت سے جواب دیا۔

"بدری نرائن۔ بنسی لال نے چونک کر کہا۔ "کیا تمہیں وشواش ہے کہ پنڈت بدری نرائن ہی نے تمہاری استری کو مارا ہے؟ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"ہاں بنسی لال! اور اب میں اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اور اس کے ناپاک خون سے اپنے سینے کی آگ ٹھنڈی کرنے آیا ہوں۔ بولو' کیا تم اسے مندر سے باہر لا سکتے ہو؟"

"دھیرج سے کام لو بالک۔" بنسی لال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "پنڈت بدری نرائن کو شما کر دو' بھگوان کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں' دیوی دیوتا بھی انیائے کو پسند نہیں کرتے۔ اگر بدری نرائن نے پاپ کیا ہے تو کالی دیوی اسے ضرور کشٹ دے گی۔"

"دیوی کے بچے۔" میں کرخت آواز میں بولا۔ "میں یہاں تجھ سے دیوی دیوتاؤں کی باتیں سننے نہیں آیا...... میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں سیدھی طرح اس کا جواب دے۔ تو اس نابکار پنڈت کو مندر سے باہر لا سکتا ہے یا نہیں؟"

"بالک۔ یہ تو کیسی باتیں کر رہا ہے۔" بنسی لال نے قدرے برہمی کا مظاہرہ کیا۔ "جا۔ چلا جا یہاں سے۔ تو پاگل معلوم ہوتا ہے' جا! میں نے بہت برداشت کر لیا۔"

انکا نے مجھے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن اس وقت مجھ پر خون سوار تھا۔ میں نے جھپٹ کر بنسی لال کے ننگے پیٹ پر اتنی زور سے گھونسا مارا کہ وہ بلبلا اٹھا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھل پاتا' میں نے ایک ہاتھ اس کی گدی پر رسید کیا۔ حملہ اچانک تھا اس لیے بنسی لال سنبھل نہیں سکا اور منہ کے بل زمین پر آ گیا۔ میں نے اس کی کنپٹی پر ایک بھرپور ٹھوکر ماری پھر اچھل کر اس کی پشت پر سوار ہو گیا۔ میں نے ایک ہی ہاتھ سے جھک کر مرگ چھالا کے قریب رکھی ہوئی پیتل کی وزنی لٹیا اٹھائی اور اتنی زور سے بنسی لال کے گھٹے ہوئے سر پر ماری کہ خون کا فوارہ ابل پڑا۔ اس کی گردن ڈھلک گئی' اس کا جسم میرے نیچے پھڑک رہا تھا لیکن میں نے اسی پر بس نہیں کیا۔ اس وقت تک پیتل کی لٹیا سے اس کے سر پر ضربات لگاتا رہا جب تک وہ بے حال ہو کر مدافعت نہ ختم کر بیٹھا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ بنسی لال اب موت کے قریب ہے تو

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں چلتے چلتے اس کے خون میں لتھڑے ہوئے جسم کو ٹھوکر مار کر آگے بڑھا تو انکا تشویش ناک لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "جمیل' یہ تم نے کیا کر دیا۔ رک جاؤ جمیل۔ اس وقت تم پر خون سوار ہے۔ اگر پجاریوں کو علم ہو گیا کہ تم نے بنسی لال کو مار مار کر ادھ موا کر دیا ہے تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم بھی دفع ہو جاؤ انکا۔ مذاق بہت ہو چکا۔" میں نے نفرت سے کہا۔ "اگر تم اس معاملے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں تو پھر مجھے تمہارے مشوروں اور پُراسرار قوتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب تک میں بدری نرائن سے نمٹ نہیں لوں گا' مجھے سکون نہیں مل سکتا۔ میری نرگس کا قاتل مجھ سے اس قدر قریب ہو اور میں اسے چھوڑ کر چلا جاؤں؟ خبردار جواب تم نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔"

"جمیل' تم دیوانگی کی باتیں کر رہے ہو' تم سچ مچ پاگل ہو جاؤ گے۔" انکا کے انداز میں اب تلخی آ گئی تھی پھر اچانک وہ فیصلہ کن آواز میں بولی۔ "میں نے تمہارے ساتھ بہت رعایت کی ہے مگر یاد رکھو میں تمہیں اس وقت کٹیا سے باہر نہیں جانے دوں گی۔"

"تم۔" میں حقارت آمیز لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔ "تم مجھے روکو گی' اتنی ہمت ہے تم میں؟ تم بھول رہی ہو کہ میں نے تمہیں حاصل کرنے کے لیے باقاعدہ وظیفہ کیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں تمہاری بھلائی کے لیے مجبور ہوں۔ میرے آقا' مجھے معاف کر دو۔ میں اب خاموش نہیں رہ سکتی۔"

انکا نے یہ کہہ کر حسرت کی ایک نظر میرے چہرے پر ڈالی پھر مزید کچھ کہنے سے پہلے میں نے انکا کے پنجوں کی چبھن اپنے سر پر محسوس کی۔ چبھن اتنی شدید تھی کہ میری نظروں کے سامنے اندھیرا پھیل گیا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن انکا کے پنجوں کی چبھن میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہوں' نیچے بہت نیچے۔ مجھے پتا نہیں پھر کیا ہوا۔ پھر میں کہاں گیا' کدھر رہا؟

مجھے اپنے گالوں پر نمی کا احساس ہوا تو میں غنودگی کی کیفیت سے بیدار ہوا۔ میں نے اپنی بوجھل آنکھیں کھول دیں اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ کلدیپ میرے سرہانے بیٹھی تھی۔ اس کا حسین چہرہ کملایا ہوا تھا اور پلکوں پر آنسو رقصاں تھے۔ "یہ میں کہاں آ گیا ہوں۔" میں نے ہڑبڑا کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا۔ اس وقت میں کسی خوب صورت کمرے میں تھا۔ ذہن پر زور دینے سے بھی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کمرا کہاں ہے۔ میں آنکھیں پٹ پٹاتا رہا۔ کلدیپ نے یہ کیفیت دیکھ کر میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ "میں کہاں ہوں۔ یہ کون سی جگہ ہے' تم میرے پاس کب آئیں؟" میں نے کلدیپ سے ایک ساتھ بے شمار سوال کیے۔

"کیا مطلب کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم کہاں ہو؟" کلدیپ نے حیرت سے پوچھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''ہاں۔ میں کلکتے میں ہوں مگر میں اس جگہ کیسے آ گیا اور تم یہاں کس طرح آ گئیں۔ تمہیں میرا پتا کس طرح چلا؟'' میں نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

''اف صدمے نے تمہیں کس حالت پر پہنچا دیا ہے۔ یہ کلکتہ نہیں' پونا ہے۔ میں نے بڑی مشکلوں سے تمہیں تلاش کیا ہے۔ تمہیں پانے کے لیے مجھے پورے ایک سال نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھاننا پڑی ہے۔'' کلدیپ کی آنکھوں سے کچھ اور آنسو بہہ نکلے۔

''ایک سال؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کیا بھول گئیں' ابھی چند ہی روز پہلے تو تم کشمیر میں ملی تھیں' جہاں میری نرگس مجھ سے چھین لی گئی۔ میں برباد کر دیا گیا۔ اس کے بعد میں کلکتے چلا گیا تا کہ اپنی بیوی کے قاتل کو کیفرِ کردار تک پہنچا سکوں۔ اس بات کو ایک ہفتہ بھی تو نہیں ہوا پھر میں کلکتے سے پونا کیسے آ گیا؟''

''تمہارے دماغ پر بڑا گہرا اثر ہے۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم یہاں ہو۔ میں تو مستقل اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھی کہ بھگوان کی کرپا سے تم آج مجھے مل گئے۔ میں ہوٹلوں ہوٹلوں تمہیں تلاش کر رہی تھی۔ جب تم کہیں نہ ملے تو میں پونا چلی آئی اور کل رات تم پر اچانک نظر پڑ گئی۔ رات سے میں یہیں ہوں۔ تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہی تھی۔'' کلدیپ نے اشتیاق کی نظروں سے مجھے دیکھا۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ میں نے منتشر ذہن پر زور دیا تو یاد آیا کہ اس بے ہوشی سے پہلے میں بنسی لال کی کٹیا میں تھا' انکا نے مجھے انتقام لینے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی' میں بنسی لال سے جھگڑ پڑا تھا۔ پھر کیا ہوا؟ میں نے تصور کے عالم میں سر پر نظر ڈالی تو انکا وہاں موجود تھی۔ اس کی نگاہوں میں معذرت اور خوف کے ملے جلے اثرات دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالا۔ اس لیے کہ کلدیپ سامنے بیٹھی تھی مگر انکا میرے دل میں ابھرنے والے سوالات تاڑ گئی اور گلوگیر لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''مجھے معاف کر دو جمیل۔ میں نے اوروں کی طرح ایک عرصے کے لیے تمہارے ذہن پر مکمل تسلط جما لیا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتی تو خدشہ تھا کہ تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے۔ تم نے بنسی لال کے ساتھ بڑا شرمناک اور جارحانہ سلوک کیا تھا۔ کلدیپ نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ تم ایک عرصے تک چلتے پھرتے رہے ہو' خوش و خرم رہے ہو' مگر اس تمام عرصے میں تمہارا جسم تمہارے پاس رہا ہے' تمہارے دماغ پر میرا قبضہ تھا۔''

''یعنی بنسی لال کے واقعے کو ایک لمبا عرصہ گزر گیا ہے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ کیا تم سچ کہہ رہی ہو' مجھے تفصیل سے بتاؤ۔''

''ہاں۔ ایک سال کے قریب۔'' انکا نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ ''جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ تم کالی کے مندر میں اپنے اوسان کھو بیٹھے ہو اور اب کوئی طاقت تمہیں تمہارے خطرناک ارادے سے نہیں

روک سکتی تو مجھے ایک ہی صورت نظر آئی کہ میں تمہارا دماغ مکمل طور پر اپنے قابو میں کر لوں ورنہ کالی کے مندر سے تم بچ کر نہیں نکل سکتے تھے۔ اس کے بعد میں تمہیں مختلف شہروں میں لے گئی۔ بمبئی' الہ آباد' پہاڑوں پر' کھیل کے میدانوں میں' ریس کلب میں' تم اس پورے عرصے میں بہت مسرور اور شادماں رہے ہو۔ میں نے تمہیں ہر طرح خوش رکھا' راتوں کو جب تم گہری نیند میں ہوتے تھے تو میں تمہاری گہری نیند کا یقین کر کے گاہے گاہے تم سے جدا ہو جاتی تھی اور کسی نہ کسی طرح اپنی غذا حاصل کرتی تھی۔ بہرحال اب مجھے امید ہے کہ تم تحمل سے کام لو گے۔ کلدیپ تمہاری وجہ سے بہت پریشان رہی ہے۔ میں نے بمبئی میں اسے پاگلوں کی طرح تمہیں تلاش کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ شروع شروع میں' میں درگزر کرتی رہی لیکن جب کلدیپ کی تلاش اور طلب میں کوئی فرق نہ آیا تو میں تمہیں پونا لے آئی اور اسے بھی پونا آنے پر مجبور کیا اور خود دیکھ لو کہ اب وہ تمہارے سامنے بیٹھی ہے۔''

''ہونہہ۔ تم نے اچھا نہیں کیا انکا۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ وقت مجھ سے نرگس کا غم چھین لے گا۔ یہ غم تو دائمی ہے۔ تم نے مجھے مار ہی کیوں نہ دیا۔ ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ نرگس کے بغیر زندگی کیسی؟''

''وقت کے مرہم سے ہر زخم مندمل ہو جاتا ہے جمیل۔ صبر کرو اور وقت کے انتظار میں رہو۔ اس وقت تک انتظار کرو جب تک بدری نرائن کالی کے مندر سے باہر نہیں آ جاتا۔''

''تو کیا وہ شیطان اب تک مندر ہی میں ہے؟''

''ہاں...... اور اسے یقین ہے کہ اگر اس نے باہر قدم نکالا تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔''

''یہ انتظار کتنا طویل ہوگا؟''

''کون کہہ سکتا ہے۔ بہرحال اسے کسی نہ کسی دن تو ضرور باہر آنا ہے۔''

اور اس وقت تک میں اس کے انتظار میں دیوانہ بنا رہوں؟ کیوں؟''

''تم کلدیپ کی طرف دیکھو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ایک بڑی پراسرار قوت جسے حاصل کرنے کے لیے لوگ کٹھن تپسیا کرتے ہیں اور اپنی زندگی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔'' انکا نے تمکنت سے کہا۔

''میں مانتا ہوں کہ تم ایک پُراسرار قوت ہو لیکن اس معاملے میں تم نے کیا تیر مار لیا۔ تم بھی تو مایوسی کی باتیں کر رہی ہو۔''

''میں تمہیں اس کا جواب دینا نہیں چاہتی۔''

میں دل ہی دل میں انکا سے باتیں کر رہا تھا اور کلدیپ میرے قریب بیٹھی ٹکٹکی باندھ کر مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ مجھے دیر تک خاموش پا کر اس نے دبی زبان میں کہا۔ ''جمیل' جو کچھ تم پر گزری ہے اس کا مجھے بھی بہت دکھ ہے۔ بھگوان کی سوگند کھا کر کہتی ہوں کہ اگر نرگس زندہ ہوتی تو میں سارا جیون اس کے چرن دھو دھو کر پیتی پرنتو اس کا حق کبھی نہ چھینتی۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''کلدیپ۔'' میں نے مضمحل آواز میں کہا'' تم سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن میری خاطر تم نے اپنی زندگی برباد کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں ایک زندہ لاش ہوں اور تمہیں ایک زندہ لاش سے کچھ حاصل نہیں ہوگا' بہتر ہوگا کہ تم اپنے ماں باپ کے پاس واپس چلی جاؤ۔''

''بھگوان کے لیے ایسا نہ کہو جمیل۔'' کلدیپ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔'' تمہارے بنا میرا جیون بے کار ہے۔ میں تمہاری داسی ہوں' مجھے اپنے چرنوں میں رہنے دو جمیل' میں اس سے زیادہ تم سے کچھ نہیں مانگوں گی۔ تمہارے سینے میں دل ہے تو مجھے محسوس کرو۔''

کلدیپ میرے سینے پر سر رکھ کر روتی رہی۔ میں نے اسے بہت سمجھایا' لیکن وہ کسی طرح مجھ سے علیحدہ ہونے پر آمادہ نہ ہوئی۔ انکا خاموشی سے سب کچھ سن رہی تھی۔ کلدیپ کی آہ وزاری دیکھ کر بولی۔'' جمیل' یہ ایک شریف اور عزت دار لڑکی ہے' اس غریب کو کس جرم کی سزا دے رہے ہو۔''

''تم اس کی اتنی سفارش کیوں کر رہی ہو۔'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اس لیے کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔ میری طرح' نرگس کی طرح اور یوں بھی اب تمہیں کسی سہارے کی ضرورت ہے۔''

''میرا دل اب کسی چیز میں نہیں لگتا انکا۔'' میں نے آزردگی سے کہا۔

''کلدیپ کا جی بھی تمہارے سوا کسی میں نہیں لگتا۔'' میں نے کلدیپ کی طرف دیکھا۔ اس کی قربانیاں دیکھ کر میرے دل میں اس کے لیے بے اختیار پیار کا جذبہ امڈ آیا۔ میں اس کے الجھے الجھے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرنے لگا۔ اس نے میری خاطر اپنے والدین تک کو چھوڑ دیا تھا۔

تین بے کیف دن گزر گئے۔ ہوٹل میں پڑے پڑے میرا دل اکتا گیا تھا۔ انکا بدری نرائن پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ میں بہت بے چینی محسوس کر رہا تھا جیسے سر پر کوئی بوجھ نہ ہو۔ چوتھے روز میں انکا سے باتیں کر رہا تھا کہ اچانک مجھے تربینی داس یاد آ گیا۔ میں نے سوچا، لگے ہاتھوں اس کا حساب بھی بے باق کر دوں۔ چنانچہ میں نے اسی شام تربینی سے ملنے کا پروگرام بنالیا۔ انکا کو میں نے اس ضمن میں قبل از وقت کچھ نہیں بتایا تھا۔ کلدیپ نے مجھے باہر جانے سے روکنے کی بہت کوشش کی۔ اسے ابھی تک غالبا میری ذہنی کیفیت پر شبہ تھا لیکن میں نے اسے سمجھا دیا تھا اور ہوٹل سے باہر آ گیا۔ ٹیکسی پر بیٹھ کر جب میں تربینی کی طرف روانہ ہوا تو انکا نے از خود کہا۔'' تربینی آج کل بڑے ٹھاٹ کی زندگی بسر کر رہا ہے جمیل' اس نے پونا کے ایک اور پجاری سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے' کچھ منتر جنتر پہلے سے جانتا تھا' کام چلا رہا ہے اپنا۔''

''ہوسکتا ہے تربینی کے لیے یہ شام زندگی کی آخری شام ثابت ہو۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔'' مجھے یاد ہے کہ اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔''

''اسے ضرور سزا دو جمیل' وہ بڑا عیار شخص ہے۔ مجھ سے زیادہ اسے کون جانے گا۔''

ٹیکسی جب تربینی کے مکان کے سامنے رکی تو میں حیرت زدہ رہ گیا کیونکہ جو حویلی میں نے انکا کے ذریعے جلا کر راکھ کرادی تھی اور اب پہلے سے بھی زیادہ شاندار عمارت کی صورت میں میری نظروں کے سامنے موجود تھی۔ میں دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتا ہوا اترا اور ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے تربینی کی حویلی میں بے دھڑک داخل ہوگیا۔ پھاٹک پر کھڑے ہوئے دربان کو انکا نے رام کر لیا تھا اس لیے اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ حویلی کے اندرونی حصے کا نقشہ پہلے ہی جیسا تھا۔ میں سیدھا تربینی کی خواب گاہ کی طرف چلا' اندر داخل ہوا تو تربینی کے پاس حسب معمول دو تین حسین لڑکیاں بیٹھی ہوئی نظر آئیں۔ میرے خون کی گردش تیز ہوگئی۔ جس تربینی کو میں بدترین حالات میں دیکھنے کا خواہش مند تھا وہ میری نظروں کے سامنے بہترین حالت میں موجود تھا۔ اس کا چہرہ کسی قدر مسخ ہو گیا تھا لیکن اس کے انداز میں اب بھی وہی جلال اور وہی وقار تھا۔

تربینی کی نظریں مجھ سے چار ہوئیں تو وہ دم بخود رہ گیا۔ شاید اسے اپنی بینائی پر شبہ ہو رہا تھا۔ وہ حیرت سے مجھے تکتا رہا پھر ایک لڑکی کو اپنے پہلو سے ہٹا کر تیزی سے اٹھا اور میرے قریب آ کر ہاتھ باندھ کر بولا۔'' میرے بھاگ خان صاحب' جو آپ نے مجھے یاد رکھا۔''

لڑکیاں اپنا بے ترتیب لباس سنبھالتی ہوئی دوسرے کمرے میں جا چکی تھیں۔ میں نے تربینی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نفرت سے جواب دیا۔'' تربینی' تم نے یہ کیسے سوچ لیا تھا کہ میں تمہیں بھول جاؤں گا۔ تم نے تو مجھ پر بڑے احسان کیے ہیں' آج تک مجھے تمہارا سلوک اچھی طرح یاد ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ تم ابھی تک زندہ ہو۔ تمہیں تو مر جانا چاہیے تھا یا اگر اپنے ڈھیٹ پن کی وجہ سے زندہ بھی ہو تو تمہیں فٹ پاتھوں پر بھیک مانگتا ہوا نظر آنا چاہیے تھا۔''

''پدھاریے خان صاحب۔'' تربینی نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔'' گزری ہوئی باتیں بھول جائیے۔''

''چاپلوسی بند کرو تربینی داس' تم خوب سمجھ رہے ہو کہ میں کس ارادے سے آیا ہوں۔'' میں نے درشت لہجے میں کہا۔'' گزشتہ مرتبہ میں جلدی میں تھا اس لیے تمہارے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکا تھا لیکن آج میں اگلے پچھلے تمام حساب بے باق کرنے کا پکا ارادہ لے کر آیا ہوں۔''

تربینی نے میرے بگڑے ہوئے تیور دیکھے اور میری تلخ وترش باتوں کا مفہوم سمجھا تو سرتا پا لرز اٹھا' ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''خان صاحب' مجھے شما کر دیجیے' میں ہاتھ باندھ کر بنتی کرتا ہوں۔''

''شما کر دوں اور تمہیں؟'' پہلی بار میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔'' پچھلی باتیں یاد کرو

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تربینی داس' تم نے بھی کبھی مجھے شما کرنے کی کوشش کی تھی؟"

جواب میں تربینی داس نے جھک کر میرے پیر پکڑ لیے اور گڑگڑا کر بولا۔ "خان صاحب' میں جانتا ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ پرنتو پہلے میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا' میں اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے شما کر دیجئے خان صاحب۔"

میں نے غصے سے تربینی کے سر کے بال پکڑے اور اسے اٹھا کر کھڑا کرتے ہوئے حقارت سے کہا۔ "تربینی داس' تم نے انکا کو مجھ سے چھین کر میری زندگی برباد کر دی تھی۔ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ تمہاری اس حرکت سے مجھے کتنے بھاری نقصان اٹھانے پڑے ہیں۔ سنو تربینی' میں یہاں وقت ضائع کرنے نہیں آیا ہوں۔ تم نے بہت دن آرام سے گزارے۔ آج سے تمہارے برے دنوں کا آغاز ہو رہا ہے۔ میں تمہیں اپاہج کر کے سڑکوں پر بھیک مانگنے کے لیے مجبور کر دوں گا۔ تم آوارہ کتوں کی طرح گندی نالیوں میں پڑے رہو گے اور کوئی شخص تم پر ترس نہیں کھائے گا۔ میں تمہیں سسکا سسکا کر اور تڑپا تڑپا کر بڑی اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور کر دوں گا۔ اطمینان رکھو میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔"

تربینی سر سے پاؤں تک اس طرح لرز رہا تھا جیسے اس نے کڑکڑاتی سردی میں ٹھنڈے پانی سے غسل کر لیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں موت کے سائے کانپ رہے تھے۔ چہرے کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ وہ مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھ کر ہکلاتے ہوئے بولا۔

"خان صاحب۔ آپ کی دھرم پتنی پر جو کچھ بیتی ہے اس نے آپ کو بیاکل کر دیا ہے۔ پرنتو اب آپ مجھے اپنا متر سمجھیں' شاید میں آپ کے کسی کام آ جاؤں۔ اگر آپ میری بات سنیں تو میں آپ کو ایک ایسا اپائے بتا سکتا ہوں جو پنڈت بدری نرائن کو کالی کے مندر سے باہر نکلنے پر مجبور کر دے گا۔"

"تربینی۔" بدری نرائن کا نام سن کر میں نے تربینی کے بال چھوڑ دیے اور اسے زہر بھری نگاہوں سے گھور کر بولا۔

"جلدی بتاؤ' کیا تم اس کمینے پنڈت کو مندر سے باہر نکالنے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہو۔"

"بدری نرائن مہان شکتی کا مالک ہے خان صاحب۔ میں اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ پرنتو میں ایک ایسے دھرماتما کو جانتا ہوں جو آپ کی سہائتا کر سکتے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو بدری نرائن آپ کے چرنوں میں لوٹنے پر بھی تیار ہو سکتا ہے۔ مجھے وشواش ہے کہ آپ اوشیہ سپھل ہوں گے خان صاحب' مجھ پر اعتماد کریں۔ ایک بار آزما کر تو دیکھیں۔"

"خوشامدی کتے' جلدی بتا کہ وہ کون ہے اور مجھے کہاں مل سکتا ہے۔ یاد رکھ اگر تو نے غلط بیانی سے کام لیا تو اچھا نہ ہو گا۔"

انکا بدستور میرے سر پر موجود تھی۔ وہ بھی تربینی پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔ تربینی لرزتے ہوئے

بولا۔

"میں آپ سے دھوکا نہیں کروں گا خان صاحب! میسور کی پہاڑیوں پر ایک دھرماتما ہیں' ان کا شبھ نام پریتم لال ہے۔ وہ نہ جانے کتنے برسوں سے گیان دھیان میں مگن ہیں' ان کی شکتی ہنومان کی شکتی سے بھی زیادہ ہے۔ ان کا کہا دیوی دیوتا بھی نہیں ٹالتے خان صاحب اگر آپ نے پریتم مہاراج کو رام کر لیا تو بدری نرائن کالی کے مندر سے نکلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ آپ انکا دیوی سے بھی پوچھ سکتے ہیں۔"

"جمیل۔" انکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ "تربینی بالکل سچ کہہ رہا ہے لیکن پریتم لال تک تمہاری رسائی مشکل سے ہو گی کیونکہ وہ کسی شخص سے ملتا نہیں ہے۔ ملاقات کرنے سے گریز کرتا ہے۔"

"میں بدری نرائن کے لیے پریتم لال سے ضرور ملوں گا۔" میں نے دل ہی دل میں انکا سے کہا پھر تربینی کو مخاطب کر کے میں نے پوچھا۔ "نرگس کی موت کا علم تجھے کیسے ہوا؟"

"آپ کی کرپا ہے خان صاحب۔" تربینی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔ "پنڈت پجاریوں کی سیوا کر کے دو چار گر سیکھ لیے ہیں۔ انکا کے آنے سے پہلے تھوڑا بہت آتا جاتا تو تھا ہی۔"

"کچھ دن اور چین کی بنسری بجالو تربینی۔ میں بدری نرائن کو ٹھکانے لگانے کے بعد تم سے پھر ملوں گا۔" میں نے نفرت سے کہا پھر تیزی سے پلٹ کر حویلی سے باہر نکل آیا۔

"اگر میرا کہا سچ نکلے تو مجھے شما ضرور کر دیجئے گا خان صاحب۔" چلتے وقت تربینی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تھی مگر میں کوئی جواب دیے بغیر چلا آیا تھا۔

انکا کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا' ادھر میں پریتم لال سے ملنے کا پروگرام بنا رہا تھا۔ ہوٹل پہنچ کر تمام رات میں نے اسی بات پر غور کیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس وقت پونا سے میسور روانہ ہو جاؤں لیکن انکا کی خاموشی دیکھ کر میں نے بات دوسرے دن پر ٹال دی۔ انکا حیرت انگیز طور پر خاموش سی تھی۔

میں دوسرے ہی دن میسور کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کلدیپ رک جائے لیکن وہ نہ مانی۔ انکا نے بھی اسے ساتھ لے چلنے کی سفارش کی۔ آخر میں نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس رفاقت کے باوجود مجھے کلدیپ کے لیے اپنے دل میں کوئی کسک محسوس نہ ہوتی تھی۔ مجھے کلدیپ سے اب کوئی محبت نہ تھی لیکن اس کے طور طریقے چونکہ نرگس کی عادتوں سے ملتے جلتے تھے اس لیے کبھی کبھی سنجیدگی سے میں اس کے بارے میں سوچنے لگتا اور پھر اسے ذہن سے جھٹک دیتا۔ پھر بھی کلدیپ کی شب و روز خدمت نے مجھے خاصا متاثر کیا تھا۔ وہ کس قسم کی لڑکی تھی جو مجھ سے اتنی متاثر ہو گئی تھی۔ میسور کے سفر کے دوران میں بھی میری اور کلدیپ کی زیادہ بات چیت نہیں ہوئی۔ ایک دو بار انکا نے مجھے کلدیپ کے سلسلے میں ہموار کرنے کی کوشش بھی کی لیکن میں ٹال گیا اور پھر غالباً انکا نے اس

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سلسلے میں زیادہ اصرار مناسب نہیں سمجھا۔

میسور پہنچ کر میں نے پہاڑی سلسلوں کا رخ کیا۔ میں دس روز تک اِدھر اُدھر کی خاک چھانتا رہا۔ جس سے بھی پریتم لال کا پتا پوچھتا وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا۔ انکا بھی اس عرصے میں اپنی سی کوشش کر چکی تھی لیکن اس کی پراسرار قوتیں بھی پریتم لال کا پتا معلوم کرنے میں ناکام رہیں۔ میں گیارہویں روز دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے ایک جگہ رکا تو انکا پھر میرے سر سے اتر گئی۔ وہ دو گھنٹے بعد واپس لوٹی تو اس کے چہرے پر کامیابی کی طمانیت موجود تھی۔ میرے دریافت کرنے سے پہلے ہی اس نے کہا۔ ''جمیل! میرے آقا میں نے معلوم کرلیا ہے کہ پریتم لال کہاں ہے۔''

''سچ......!'' میرا دل دھڑکنے لگا۔

''ہاں جمیل' وہ یہاں سے مشرق کی جانب دس کوس کے فاصلے پر ایک غار میں بیٹھا دیوتاؤں کے جاپ میں مگن ہے۔ ہم کل تک وہاں پہنچ جائیں گے۔''

''تمہیں یہ سب کچھ معلوم کرنے میں اس سے پہلے دشواری درپیش تھی؟'' میں نے پوچھا۔

''پریتم لال نے ایسا حصار کھینچ رکھا ہے' جس کے اندر کی بات کوئی نہیں جان سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ آج تک مجھے مایوسی ہوئی لیکن آج اتفاق سے مجھے پہاڑی پر ایک پجارن نظر آگئی۔ میرا ماتھا ٹھنکا' میں نے اس پر اپنی قوت آزمائی تو اس نے مجھے سب کچھ بتادیا۔ وہ پجارن دو سال سے پریتم لال کی خدمت کر رہی ہے۔ حیرت ہے جمیل کہ اتنی خوب صورت اور حسین لڑکی پہاڑی کی ویرانی میں بھی خوش ہے۔ بمبئی والی آشا یاد ہے تمہیں' اس سے لاکھ درجے حسین ہے وہ۔'' میں نے پجارن کے بارے میں اظہار خیال پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اٹھا اور مشرق کی سمت چل پڑا۔ کلدیپ بھی میرے ساتھ تھی۔ اس نے ابھی تک مجھ سے کوئی گلہ نہیں کیا تھا۔ وہ ایک سچی خدمت گزار کی طرح میری خدمت میں مگن رہی تھی۔ وہ عجیب وغریب طور پر بدل گئی تھی۔ ایک ماڈرن اور اپٹوڈیٹ لڑکی کی زندگی میں کیا انقلاب آگیا تھا۔

انکا کے اندازے کے مطابق دوسرے روز میں اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں پریتم لال کسی غار میں بیٹھا جاپ کررہا تھا۔ پہاڑی علاقے کا یہ حصہ گھنے درختوں کے درمیان واقع تھا اور ایسی ڈھلان پر تھا کہ عام لوگ مشکل ہی سے اِدھر کا رُخ کر سکتے تھے۔ یہ بڑی پُراسرار جگہ تھی۔ پریتم لال نے واقعی کچھ سوچ سمجھ کر ہی اس جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ میں درختوں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ انکا نے کہا۔

''جمیل' تم اور کلدیپ یہیں ٹھہرو' میں کوشش کرتی ہوں کہ پریتم لال کی مصروفیات کا اندازہ لگاسکوں۔''

''کیا مطلب؟''

''دیوی دیوتاؤں کا جاپ کرتے وقت پجاری مختلف کیفیتوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ اگر پریتم لال اس وقت مدہوشی کی حالت میں ہوا تو پھر ہمیں انتظار کرنا پڑے گا' جلد بازی سے کام بگڑ جائے گا۔''

انکا کو گئے ہوئے کافی دیر ہوگئی۔ جتنی دیر ہوتی جارہی تھی میری بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ میں ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا انکا کا منتظر تھا۔ جس جگہ میں بیٹھا تھا وہ قدرے ہموار تھی۔ دور کسی جھرنے کی آواز ابھر رہی تھی' اِدھر تھکن سے میرا جسم چور چور ہو رہا تھا۔ پہاڑی پر چڑھنے سے سانس پھولا ہوا تھا۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اگر میں غسل کرلوں تو تھکن کا احساس ختم ہوجائے گا۔ آنے والے لمحات سے نمٹنے کے لیے میرا پوری طرح تیار ہونا ضروری تھا۔ میں نے اٹھتے ہوئے کلدیپ سے کہا۔

''کلدیپ' تم یہیں ٹھہرو' میں ذرا نہا کر آتا ہوں۔''

''یہاں پانی کہاں ملے گا جمیل؟'' کلدیپ نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہیں قریب ہی پہاڑی جھرنا موجود ہے' کیا تم پانی گرنے کی آواز نہیں سن رہی ہو۔''

کلدیپ نے ایک لمحے کے لیے غور کیا پھر بولی۔ ''مجھے تو ایسی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔''

''تعجب ہے' مجھے تو وہ آواز صاف آرہی ہے بلکہ کسی لڑکی کے بھجن گانے کی آواز بھی آرہی ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔'' میں نے کلدیپ سے کہا پھر درختوں کے درمیان راستہ بناتا نشیب کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ کچھ فاصلے کے بعد میں ایک کھلی جگہ پہنچ گیا۔ قرب و جوار پر نظر ڈالی تو جھرنا کہیں نظر نہیں آیا البتہ بھجن اور جھرنے کی آواز بڑھ گئی تھی۔ میں دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ ابھی میں سو قدم ہی آگے گیا ہوں گا کہ مجھے درختوں کی آڑ میں ایک جھرنا نظر آگیا۔ بڑا دلکش منظر تھا۔ میں نے ایک بہترین قدرتی نظارے کے ساتھ ایک ہوشربا جلوہ دیکھا۔ وہاں ایک حسین وجمیل لڑکی سرتاپا عریاں نہارہی تھی۔ وہ اتنی حسین تھی جتنی کوئی بھی لڑکی ہوسکتی ہے۔ اس کا بدن دیکھ کر میں سب کچھ بھول گیا۔ میں یہ بھول گیا کہ میں جمیل احمد خان ہوں' میری عزیز بیوی نرگس کا انتقال ہوچکا ہے اور میں ایک مقصد سے یہاں آیا ہوں۔ یہ تنہائی' یہ سبزہ زار' یہ جھرنے اور بھجن کی سریلی آوازیں' خرمن عقل وہوش پر بجلی گرا رہی تھیں۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسا حسین نظارہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کوئی زاہد خشک بھی ہوتا تو ڈگمگانے لگتا۔ میں اس کے بدن کے جادو میں کھویا ہوا اسے دیکھتا رہا۔ میری محویت کے دوران اس کی نظر مجھ پر پڑگئی۔ اس نے ایک چیخ مار کر ہاتھوں سے اپنا بدن چھپانا چاہا' مگر وہ ناکام ہوگئی' پھر وہ بیٹھ گئی۔ اس کی بے بسی دیکھ کر مجھے یک گونہ لطف آیا۔ میں نے اسے چھیڑنے کے لیے کہا۔ ''ارے تم تو گھبرا گئیں خوب صورت لڑکی۔ میں تو صرف تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''

''جاؤ یہاں سے۔ تم کون ہو؟'' وہ اس حالت میں تھی کہ نہ بھاگ سکتی تھی اور نہ اٹھ کر کپڑے اٹھا سکتی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ایڈ فری لنکس
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تھی۔ مجھے نہ جانے کیا ہوا کہ میں اور آگے بڑھ گیا۔ وہ چیخ پڑی۔ ”دور ہٹو یہاں سے۔ دیکھو میری طرف نہ آنا۔“ پھر وہ چیخنے لگی۔ ”مہاراج۔ مہاراج۔“

اس کی معصومانہ وحشت سے مجھ پر جنون سوار ہو گیا اور میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اور زور سے چیخنے لگی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ تلملا کر بولی۔ ”میرے کپڑے اٹھا دو۔ ناری سمجھ کر میری بے بسی کا فائدہ اٹھا رہا ہے اپرادھی۔ ابھی مہاراج آجائیں گے تو پتا چل جائے گا۔“

”مہاراج کیا کر لیں گے؟“ میں نے شوخی سے کہا۔

”وہ تجھے بھسم کر دیں گے۔“

”میں ان سے کہوں گا کہ اتنی سندر ناری کو جنگل میں تنہا کیوں چھوڑ رکھا ہے۔“

”تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟“ اس نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا۔ ”کیا تجھے نہیں معلوم کہ یہاں کوئی نہیں آسکتا۔ یہ مہاراج پریتم لال کا استھان ہے۔“

”میں مہاراج پریتم لال ہی سے ملنے آیا ہوں۔“

”وہ کسی سے نہیں ملتے۔ چلا جا یہاں سے۔“

”اور اگر نہ جاؤں؟“

”تو اپنی موت کو خود آواز دے رہا ہے۔“

”پیاری لڑکی! مجھے بتاؤ تم کون ہو اور یہاں کیا کرتی ہو۔“

”میں ایک پجارن ہو پاپی۔ دیکھ مجھ پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ بھگوان کے لیے یہاں سے چلا جا۔“

پجارن‘ پجارن اور پنڈت ان لفظوں سے مجھے چڑ تھی۔ میرے ہاتھ میں سختی آگئی۔ میں یہ واقعہ مختصر کرتا ہوں۔ یہ میری زندگی کی سب سے بڑی چوک تھی۔ بات تو بہت لمبی ہو گئی تھی مگر یہاں اس کا بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ اس دوشیزہ کی تلخ نوائی بڑھتی گئی اس قدر کہ اس نے اپنے ایک ہاتھ سے پتھر اٹھا کر میرے سر پر مارنے کی کوشش کی۔ میں اس سے صرف مذاق کر رہا تھا۔ پہلے پتھر کا وار تو میں بچا گیا مگر جب دوسری بار پتھر اٹھانے کے لیے جھکی تو میں نے اس کا ہاتھ مروڑ دیا۔ وہ درد سے بلبلا اٹھی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کے لیے زور لگانا شروع کر دیا۔ میں پہلے تو اس کی مزاحمت ٹالتا رہا مگر جب وہ حد سے بڑھ گئی تو میں نے نرمی سے کہا۔ ”مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں سندری۔ کیا میں تمہیں کوئی برا آدمی دکھائی دیتا ہوں۔ سنو۔ میں تمہیں چھوڑے دیتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔ تم کسی طرح مجھے مہاراج تک پہنچا دو۔“ میں نے اسے چھوڑنے کے لیے ایک عذر تلاش کیا۔

”مم...... میں تم جیسے پاپی اور نیچ آدمی کو مہاراج سے نہیں ملوا سکتی۔ مجھے چھوڑ دو۔“ پھر وہ مہاراج ‘مہاراج پکارنے لگی۔

میں اسے چھوڑ دیتا لیکن میں اسے کیسے چھوڑ دیتا اور کیوں چھوڑ دیتا۔ کون اس دلکش منظر‘ تنہائی اور لڑکی کے بے پناہ حسن سے متاثر نہ ہوتا۔ وہ ایک سرکش لڑکی تھی‘ وہ ایک خوب صورت لڑکی تھی‘ میں نے چاہا کہ اسے چھوڑ دوں۔ مجھ پر پھر خوف کا غلبہ بھی ہوا لیکن میں نے اس کے حسن جہاں سوز کا نظارہ کرنے کے لیے اسے کچھ دیر اور روک لیا۔ وہ چیختی چلاتی اور فریاد کرتی رہی۔ میں کچھ اور بے رحم ہو گیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اس سے دست درازی شروع کر دی۔ میں کچھ اور آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ اس نے رونا شروع کر دیا۔ مجھ پر اس وقت شیطان غالب تھا۔ وہ پریتم لال کی پجارن تھی اور میرے دل میں پجاریوں سے جو ایک نفرت بیٹھ گئی تھی اس نے مجھے تشدد پر اکسایا۔ وہ کچھ ایسی ہی لڑکی تھی کہ اس پر ستم ڈھانے میں لطف آرہا تھا۔ ابھی میں دست درازی کی منزل سے آگے بڑھا ہی تھا کہ وحشت زدہ انداز میں انکا میرے سر پر آگئی۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہو رہا تھا۔ وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ”جمیل اس پجارن کو چھوڑ دو۔ تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو۔ ہوش میں آؤ۔“

”یہ بہت سرکش‘ مغرور اور حسین ہے۔ میں اسے چھوڑ دیتا لیکن اب مشکل ہے۔ گھبراؤ نہیں میں اسے ماروں گا نہیں۔ آخر تم کیوں اس کی طرف داری کر رہی ہو؟“ میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔

”تم اس وقت جو کچھ کر رہے ہو وہ بہت بُرا ہے۔ پریتم لال تک اس کی آواز پہنچ گئی ہیں۔ وہ ابھی ابھی اپنا جاپ چھوڑ کر اس منڈل سے باہر نکلا ہے اور جب پجاری اپنا جاپ چھوڑ دیتے ہیں تو مجسم قہر بن جاتے ہیں۔ تم نے ایک مہان شکتی والے دھرماتما کی پجارن پر ہاتھ اٹھا کر زبردست خطرہ مول لے لیا ہے۔ پریتم لال عظیم قوتوں کا مالک ہے۔ تم نے بنا بنایا کھیل بگاڑ لیا ہے۔ اگر تم اس وقت پریتم لال کے چکر میں پھنس گئے تو سنو میں بھی بے بس ہو جاؤں گی۔ سنو جمیل میں کیا کہہ رہی ہوں۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہاں سے بھاگ چلو۔“

انکا کی بات سن کر میں نے بادل نخواستہ پجارن کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں نے اپنے جذبات پر بڑی دقت سے قابو پایا۔ میں پجارن کی طرف ہوس اور غضب کی ایک نظر ڈال کر ابھی درختوں کے جھنڈ سے باہر آیا ہی تھا کہ انکا نے مجھ سے کہا۔ ”لو وہ آرہا ہے۔“

میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ ہڈیوں کا ایک پنجر پہاڑی سے نشیب کی طرف آرہا تھا۔ اس کے چہرے پر گوشت برائے نام تھا۔ چہرے پر بلا کا تاثر تھا۔ اس کی نظروں سے شعلے لپک رہے تھے۔ وہ میرے پاس آرہا تھا اور بڑی تیزی سے لڑکھڑاتا ہوا کسی خطرناک جادوگر کی طرح میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے مایوسی سے انکا کی طرف دیکھا تو وہ افسوس سے ہاتھ مل کر بولی۔ ”اب کچھ نہیں ہو سکتا جمیل۔ تم خطرات میں پوری طرح گھر چکے ہو۔ پریتم لال تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ تم نے غصہ میں بے قابو ہو کر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اور جذبات میں بہہ کر پھر اپنے لیے تباہی کے اسباب فراہم کر لیے ہیں۔ غور سے سن لو کہ پریتم لال کے سامنے مجھے بے بس ہونا پڑے گا۔"

میں نے انکا کی زبان سے بے بسی کا لفظ سنا تو گھبرا کر رہ گیا۔ میں نے نظریں اٹھا کر پریتم لال کو دیکھا جو غیظ وغضب کے ساتھ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میرے پیر کپکپانے لگے اور حلق خشک ہو گیا۔

مجھ پر دہشت طاری ہو گئی۔ میں نے فرار ہو جانا چاہا لیکن فرار کے لیے کوئی بھی راستہ نہیں تھا۔ ہڈیوں کا وہ پنجر پہاڑی سے نشیب کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں میں ایسا سحر تھا کہ میرے قدم جیسے زمین سے چپک گئے۔ آنے والے شخص کی نظروں میں شعلے لپک رہے تھے۔ وہ غیظ وغضب کے عالم میں لڑھکتا ہوا میری سمت آ رہا تھا۔ میرے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ میں نے مایوسی سے انکا کی طرف دیکھا۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ پریشان اور گھبرائی ہوئی تھی اور ٹکٹکی باندھے پریتم لال کی جانب دیکھ رہی تھی۔ میں نے ڈوبتی آواز میں اسے مخاطب کیا۔ "انکا جلدی سے میرے بچاؤ کے لیے کوئی صورت پیدا کرو میں اس ویرانے میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"تم نے جلد بازی میں سارا کھیل چوپٹ کر دیا۔" انکا نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "تم پریتم لال کی طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اسے دیوتاؤں کی آشیرباد حاصل ہے۔ پاربتی کے اس حصار میں میری شکتی کیا کر سکتی ہے۔"

"پھر اب کیا ہو گا؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"اب کیا ہو گا۔ اب وہی ہو گا جو پریتم لال چاہتا ہے۔ یہ اس کا علاقہ ہے۔" انکا بولی۔ "بس اپنی حالت سنبھالو۔ اگر تم نے ہمت ہار دی تو حالات اور بگڑ جائیں گے۔ میری بات غور سے سنو۔ کوشش کرنا کہ پریتم لال کے سامنے تمہیں غصہ نہ آنے پائے۔ نہایت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ اس بار تم سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی تو پھر تمہارے بچاؤ کے سارے راستے مسدود ہو جائیں گے۔"

پریتم لال مجھ سے کوئی دس قدم کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس کے چہرے پر برائے نام ہی گوشت تھا۔ اس ہیبت ناک شکل وصورت کے شخص کو اپنے قریب کھڑا دیکھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے طیش اور جلال کی ایک نظر میرے کانپتے ہوئے جسم پر ڈالی اور اس کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ وہ چند لمحے اسی طرح کھڑا رہا جیسے میرے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ اسی وقت حسین پجارن درختوں کی اوٹ سے باہر نکلی۔ پریتم لال کو میرے سامنے دیکھ کر وہ ایک لمحے ٹھٹھکی اور پھر دوڑ کر اس کے قدموں سے لپٹ گئی اور منہ بسورتے ہوئے بولی۔ "بابا۔ اس پاپی نے اپنے ناپاک ہاتھ میرے شریر کو لگائے ہیں۔ اگر تم نہ آتے بابا تو یہ راکشش میرا دھرم نشٹ کر چکا ہوتا۔ اسے ایسا سراپ (سزا) دو کہ پھر یہ کسی مجبور ناری کی اور (سمت) بری نظر نہ ڈال سکے۔"

پریتم لال نے بڑے پیار سے اپنا استخوانی ہاتھ پجارن کے سر پر پھیرا لیکن اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ شاید میرے لیے کسی مناسب سزا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ انکا میرے سر پر کھڑی ان ناسازگار حالات سے نمٹنے کی کشمکش سے دوچار تھی۔ اس کی مایوسی نے میری وحشت میں اور اضافہ کر دیا۔ پریتم لال نے سسکیاں لیتی ہوئی پجارن کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے بعد اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور میری سمت اشارہ کیا۔ پجارن نے حقارت سے دیکھتے ہوئے اسی سمت جانے لگی جہاں سے پریتم نیچے آیا تھا۔ اچانک اس کی کڑک دار آواز ابھری۔ ایک ناتواں جسم رکھنے کے باوجود اس کی آواز میں بڑی گرج چمک تھی۔ "پاپی مالا نے جو کچھ کہا وہ تو نے سنا۔"

اس کی آواز سن کر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس علاقے کی ہر چوٹی اور ہر درخت سے یہی آواز ابھر رہی ہو جیسے بہت سی بدروحیں گرج اٹھی ہوں۔ میں نے اپنا خشک حلق تر کرتے ہوئے رحم طلب نظروں سے پریتم لال کی جانب دیکھا۔ زبان ہلانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

"جانتا ہے تو نے کس لڑکی پر ہاتھ اٹھایا ہے؟" پریتم لال غرایا۔

"مہاراج مجھے شما کر دو۔" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔"

"بھول ہو گئی تھی۔" پریتم لال سرد لہجے میں بولا۔ "اگر میں یہاں نہ آ گیا ہوتا تو تیری بھول ایک پوتر پجارن کا جیون برباد کر دیتی۔"

"مہاراج۔" میں نے ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا۔ "مجھے شما کر دو مہاراج چونکہ پجارن نے مجھے تمہارے چرنوں تک لے جانے سے منع کیا تھا' اس لیے مجھے غصہ آ گیا تھا۔ میں دیوانہ ہو گیا تھا مہاراج۔ میرے من میں پاپ نہیں تھا۔ میں تو یونہی......"

"تیرے من میں کیا تھا' میں بتاتا ہوں۔" پریتم لال نے خون اگلتی ہوئی نظریں میرے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔ "تیرے من میں پاپ آ گیا تھا۔ مجھ سے باتیں نہ بنا۔ تو یہاں جس کام سے آیا تھا اسے کیوں بھول گیا۔ تو اتنی جلدی اپنی استری کو بھول گیا؟ پاپی۔ تو تو اپنی استری کی موت کے لیے بیاکل تھا' جو کالی کے مندر کے اندر جان بچائے بیٹھا ہے۔ میرے پاس آنے کا مشورہ تجھے اس دشٹ تربینی داس نے دیا تھا۔ پرنتو تو سب بھول گیا اور بتاؤں کہ تیرے من میں کیا ہے؟"

"سچ ہے مہاراج۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "مجھ سے بڑی بھول ہو گئی۔ میں اسی لیے آپ کے چرنوں تک آیا تھا کہ آپ کی آشیرباد حاصل کر سکوں اور بدری نرائن کو موت کے گھاٹ اتار سکوں۔ اس پاپی نے میری نرگس کو بڑی بے دردی سے مارا ہے مہاراج۔ جب تک میں اس کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ نہیں لوں گا' مجھے چین نہیں آئے گا۔"

"بند کر اپنی زبان۔" پریتم لال نے کرخت آواز میں کہا۔ "پنڈتوں پجاریوں کے لیے ایسے شبد

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

زبان سے نکالتے تجھے شرم نہیں آتی؟ تو نے بدری نرائن سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں کیا......اور تو......تو اپنی استری کی موت پر دیوانہ ہو رہا ہے۔ پرنتو تو نے کبھی یہ بھی سوچا کہ خود تیرے کارن کتنے گھروں کے دیپ بجھے ہیں؟ تو نے کتنے جیون برباد کیے ہیں؟ تو نے اپنا جیون سدھارنے کے لیے کتنے ہنستے مسکراتے چہرے کملا دیئے۔ تو نے دیکھ لیا تیری شکتی اب کتنی بے بس ہے' بڑا گھمنڈ تھا تجھے اس ڈیڑھ بالشت کی سندر دیوی پر۔''

پریتم لال کا اشارہ یقیناً انکا کی طرف تھا۔ میں نے عالم تصور میں انکا کی سمت دیکھا تو وہ مجھے بے چین نظر آئی۔ مجھے سینے میں دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے مجرموں کی طرح پریتم لال کے سامنے سر جھکا دیا۔

''مالا کا اپمان کر کے تو نے میرا اپمان کیا ہے۔'' پریتم لال نے ایک ثانیے کے بعد کہا۔ ''تجھے اس کی سزا اوش ملے گی۔ میں تجھے ایسا کشٹ دوں گا کہ تو سارا جیون یاد رکھے گا۔''

میں کوئی جواب دینے کے لیے اپنے میں ہمت پیدا کر رہا تھا کہ کلدیپ مجھے تلاش کرتی ہوئی آ گئی۔ اس نے بڑی سراسیمگی سے یہ منظر دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے پریتم لال کی توجہ کلدیپ کی طرف مبذول ہوئی تو انکا نے تیزی سے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ ''جمیل! آگے بڑھ کر پریتم لال کے پیر تھام لو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں معاف کر دے۔ یہ شخص عام پنڈتوں پجاریوں سے مختلف ہے۔ غیر معمولی شکتی کا مالک ہونے کے باوجود یہ دل کا بڑا نیک ہے۔ شاید اسے تم پر رحم آ جائے۔''

میں نے انکا کے مشورے پر عمل کیا اور لپک کر پریتم لال کے پیر تھام لیے جو برف کی طرح سرد ہو رہے تھے۔ میں نے گڑگڑا کر اس سے معافی مانگنی چاہی لیکن پریتم لال پاؤں جھٹک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور گرج کر مخاطب ہوا۔ ''مورکھ! یہ وچار من سے نکال دے کہ میں تجھے شما کر دوں گا۔ تو نے میری آتما کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ تجھے اس پاپ کی سزا اوش ملے گی۔ یہ انکا دیوی تجھ سے جو کچھ کہہ رہی ہے وہ میں سن رہا ہوں۔ اس سے کہہ دے کہ یہ درمیان میں نہ بولے۔''

اتنا کہہ کر پریتم لال نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کے ہونٹ ہلنے شروع ہوئے۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور خوف زدگی سے اسے گھورنے لگا۔ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میری کوئی فریاد نہیں سنی جائے گی۔ جمیل احمد خان کی قسمت میں سکھ کے دن بہت کم لکھے ہیں۔ نہ جانے ابھی اور کیا کیا ہو گا۔ انکا کی بے بسی نے میرے اوسان خطا کر دیئے۔ اب پریتم لال سے کسی رحم و کرم کی امید نہیں تھی۔ وہ ایک لمحہ بڑا جاں گسل گزرا اور دوسرے لمحے میں نڈھال ہو گیا۔ میں نے حالات کے آگے سپر ڈال دی۔ اب جو کچھ ہونا ہے' ہو جائے۔ نرگس کے بعد زندگی ویسے بھی بے معنی تھی۔ پریتم لال نے مجھے زیادہ سے زیادہ موت کی سزا دے گا۔ اب میں' اس کے لیے بھی تیار ہوں لیکن اس نے مجھے موت کی سزا نہیں دی۔ ابھی میرا دل

آنے والے اذیت ناک لمحوں سے دوچار ہونے کے لیے آمادہ ہو رہا تھا کہ اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے رفتہ رفتہ میرے جسم کی تمام طاقت زائل ہو رہی ہو۔ میں نے گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ان گنت ہاتھوں نے میرے پاؤں پکڑ لیے ہوں' میں خود کو بڑا ناتواں محسوس کرنے لگا پھر مجھے ایسا لگا جیسے جسم میں آگ لگ رہی ہو۔ میں تیورا کر ناہموار پہاڑی پر گرا اور مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ میں زندگی اور موت کی اس کربناک کشمکش میں اتنی دیر تک مبتلا رہا کہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بیکار ہو گئیں اور مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب ذہن پر سے یہ دھند چھٹی تو میں نے خود کو ایک دوسری جگہ پایا۔ یہ پریتم لال کی کٹیا کا فرش تھا۔ کٹیا میں پریتم لال کے علاوہ مالا اور کلدیپ بھی موجود تھیں۔ میری نقاہت کا یہ عالم تھا کہ مجھ میں ہاتھ پاؤں ہلانے کی سکت بھی نہ تھی۔ جسم کے ہر حصے سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میں نے آنکھوں کو جنبش دی تو سارا ماحول چکراتا ہوا محسوس ہوا۔ پریتم لال ایک بوسیدہ سی چٹائی پر چت لیٹا تھا اور دونوں اس کے پیر دبا رہی تھیں۔ میں نے انکا کو دیکھنا چاہا لیکن اس وقت وہ میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ آنسو بھی خشک ہو گئے تھے۔ میں رو بھی نہیں سکتا تھا۔ بس خوف سے کٹیا کی پتھر کی دیواریں تکتا رہا۔ ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہو گیا تھا' ایسے دردانگیز حالات میں آدمی کو اپنا ماضی' اپنے عزیز اور دوست یاد آتے ہیں۔ میں بھی اپنے ماضی میں گم تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ سزائیں تو بہت کم ہیں' مجھے تو اس سے زیادہ عبرتناک حالات سے دوچار ہونا چاہیے۔ میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ پریتم لال کی سخت آواز میری نحیف سماعت سے ٹکرائی۔ وہ طنزیہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ ''اب کیا سوچ رہا ہے' بہت دیر بعد خیال آیا تجھے؟''

میں نے بمشکل سر کو جنبش دے کر نظر اٹھائی تو پریتم لال کو بیٹھا ہوا پایا۔ اس کے عقب میں کلدیپ اور مالا بتوں کی طرح خاموش کھڑی تھیں۔ کلدیپ کی نگاہوں میں حسرت ہی حسرت تھی لیکن مالا کے چہرے سے اب بھی تناؤ اور تنفر عیاں تھا۔ میں نے بے کسی کے احساس سے پریتم لال کو دیکھا۔ وہ سرد لہجے میں مخاطب ہوا۔ ''کہاں گئی وہ تیری سہانتا کرنے والی سندر دیوی؟ تو اسے آواز کیوں نہیں دیتا؟ تو نے تو اسے حاصل کرنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلے تھے' بڑی کٹھنائیاں اٹھائی تھیں؟ پرنتو بھگوان کا یہ کھیل تیری نظر میں نہیں رہا کہ اس نے ہر شکتی سے بڑی شکتی پیدا کی ہے۔ اگر سب لوگوں کو ایک سمان شکتی دان کر دی جائے تو یہ سنسار نرک بن جائے' جے بھگوان۔ کیا لیلا ہے اس کی۔''

میں نے پریتم لال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھ میں اتنی طاقت ہی کہاں تھی کہ زبان ہلا سکتا۔ لاچاری سے پریتم لال کی باتیں سنتا رہا۔ پیاس کی شدت سے میرے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ میں بڑا سخت جان تھا جو اس عذاب میں زندہ رہ گیا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو کب کا مر کھپ چکا ہوتا۔

''دیکھ لے' تیرے شریر کی شکتی کا کیا ہوا۔ تو بدری نرائن سے انتقام لینے کے سپنے دیکھ رہا تھا۔ کہاں گئی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

وہ تیری شکتی؟ تیرے وہ خوفناک ارادے۔"

پریتم لال دیر تک بڑبڑاتا رہا۔ وہ ایک بہت بڑا جوگی، مہان پنڈت اور پجاری تھا۔ اس کے باوجود بے حد سادہ زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے انداز میں سادگی اور نرمی تھی اور اس کی گفتگو عام طرز کی تھی۔ اس میں وہ ظاہری کروفر نہیں تھا جو میں اس سے پہلے دوسرے پجاریوں میں دیکھ چکا تھا مگر اس وقت اس کی ہر بات نشتر بن کر میرے دل میں اتر رہی تھی۔ وہ اپنی سرخ آنکھیں گھما کر پھر کہنے لگا۔ "جس شکتی پر تجھے اتنا گھمنڈ تھا، اسے آج پھر خون کی ضرورت ہے۔ اگر اسے کسی منش کا خون نہ ملا تو اس کا پراسرار وجود خاک میں مل جائے گا، تو اس کا پریمی ہے، وہ تیرے پاس خود چل کر آئی تھی۔ میری اچھا ہے کہ آج تو اسے اپنے خون کی بھینٹ دے۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اٹھ کر بیٹھ جا۔"

پریتم لال نے آخری جملہ بہت غصیلے لہجے میں کہا تھا۔ ادھر میں اپنے ہاتھ پیروں کو جنبش تک نہیں دے سکتا تھا لیکن پریتم لال کے حکم سے سرتابی کی سزا مجھے معلوم تھی۔ میں نے اپنے مضمحل اعصاب اور جاتی ہوئی توانائی بحال کرنے کی کوشش کی۔ مجھے حیرت تھی کہ میں کس طرح اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یوں جیسے کسی نادیدہ طاقت نے مجھے اٹھا کر بیٹھا دیا ہو۔ پریتم لال کے چہرے پر اب بھی غضب تھا۔ میں اس کی نظریں نکیلے کانٹوں کی طرح اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے ان نگاہوں کی تاب نہ لا کر نظریں جھکا لیں۔ اسی لمحے مجھے ایسا لگا جیسے میرا سر بھاری ہو گیا ہو۔ وحشت زدہ انکا اب میرے سر پر موجود تھی۔ لیکن وہ کچھ بدلی ہوئی انکا تھی۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھوں سے بیزاری مترشح تھی۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو یاسیت سے دیکھا۔ اسی لمحے پریتم لال نے پراسرار لہجے میں انکا کو مخاطب کیا۔ "دیوی! اپنے آقا کی سیوا کرنا اور اس کے اشاروں پر ناچنا تیرا دھرم ہے لیکن تو اس سے پاربتی کے ایک سیوک کے پاس ہے۔ کوئی پچیس برس ہوئے مجھ سے ایک سادھو نے تیرے بارے میں کہا تھا کہ میں تجھ پراپت کرنے کے لیے جاپ کروں۔ میں نے تیرے حصول کے لیے کوئی جاپ نہیں کیا کیونکہ تیرے اندر ہوس، غرض اور مکر ہے۔ تو تمام منشوں کی نہیں صرف اپنے مالک کی دوست ہے۔ میں نے پھر پاربتی سے رشتہ جوڑا اور اتنی بھگتی کی کہ آج تو میرے سامنے اس منش کے سر پر کھڑی ہے لیکن اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ انکا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو آج اپنے آقا کا خون پی۔"

"پریتم لال۔" کٹیا میں انکا کی حسین ترین آواز گونجی۔ "تو پاربتی کا سیوک ہے اور مجھے معلوم ہے تو نے اس کے لیے بڑی بھگتی کی ہے۔ اگر پاربتی دیوی تیرے اور میرے درمیان نہ ہوتی تو، تو مجھے اس قسم کا کوئی حکم نہیں دے سکتا تھا۔ میں تجھ سے بنتی کرتی ہوں کہ مجھ سے کسی ایسے کام کے لیے نہ کہہ جو میں نہیں کر سکتی ہوں۔ میں کم سے کم اس منش کا خون نہیں پی سکتی۔ مجھے مجبور نہ کر۔"

"اس انکار کی سزا تجھے معلوم ہے؟ تو پریتم لال، پاربتی کے سیوک کا اپمان کر رہی ہے۔ تو جو پاربتی

کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔"

"پریتم لال۔ مجھے مجبور نہ کر۔ میں اپنی بھوک کہیں اور بھی مٹا سکتی ہوں۔ تو بڑا دیالو ہے۔ منش سے بھول چوک ہوتی ہے۔ کٹھور نہ بن۔ دیا کر۔" انکا کی آواز ابھر رہی تھی۔

"دیا؟ تو نے اس منش کو دیا نہیں سکھائی؟" پریتم لال گرجتے ہوئے بولا۔ مالا اور کلدیپ گم صم کھڑی پریتم لال کو کسی نسوانی آواز سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ انکا انہیں نظر نہیں آ رہی تھی، لیکن اس کی آواز ان کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ وہ دونوں بری طرح سہمی ہوئی تھیں۔ پریتم لال اور انکا میں تلخ و ترش لہجوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔

انکا پھر منت سماجت پر اتر آئی مگر جب پریتم لال نے اسے جلا کر خاک کر دینے کی دھمکی دی تو انکا کو مجبوراً پریتم لال کے حکم کے آگے سر جھکانا پڑا۔ پریتم لال کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اس نے پاربتی کا نام لے کر ایک نعرہ مستانہ لگایا اور ڈنڈوت کرنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مجھے سراپ دینے سے زیادہ انکا کو زیر کرنے پر سرشار نظر آتا تھا۔ اس نے میری طرف فخر کے انداز سے دیکھا اور سنجیدگی سے کہنے لگا۔ "تیری مکتی اسی میں ہے کہ آج تو دیوتاؤں کے نام اپنے شریر کے خون کی بھینٹ دے۔ یہ پاربتی کے ایک سیوک کا حکم ہے۔"

پریتم لال کا جملہ پورا ہوتے ہی مجھے زور کی ابکائی آئی اور خون کی قے شروع ہو گئی۔ میرا کلیجا الٹنے لگا۔ مالا اور کلدیپ نے یہ خونیں منظر دیکھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیے۔ میری آنکھوں میں اندھیرا پھیلنے لگا۔ خون تھا کہ برابر منہ سے جاری تھا۔ میں نے انکا کو دیکھا۔ وہ غمزدہ سی میرے منہ سے بہتے ہوئے خون کا ایک ایک قطرہ اپنے وجود میں منتقل کر رہی تھی۔ پریتم لال نے اسے اس کے آقا کا خون پینے پر مجبور کر دیا تھا۔ مالا اور کلدیپ نے پھر اپنی وحشت ناک نظریں میرے زرد جسم پر مرکوز کر دیں۔ مالا کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔ خون میرے منہ سے نکلتا تھا اور کہیں غائب ہو جاتا تھا۔ اس کی بہت کم مقدار زمین پر گر رہی تھی۔ کلدیپ زیادہ دیر تک اس دلدوز اور دلخراش منظر کی تاب نہ لا سکتی۔ اس نے بڑھ کر پریتم لال کے چرن تھام لیے اور گڑگڑا کر بولی۔ "مہاراج...... دیا کرو...... مہاراج۔ تمہاری داسی تمہارے آگے ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتی ہے۔ مجھے جو چاہو سزا دے لو لیکن اسے اب شما کر دو۔"

"لڑکی۔ ہٹ جا۔ ہٹ جا۔" پریتم لال کے لہجے میں کسی طوفان کی گھن گرج تھی۔ "جانتی ہے تو کس پاپی کے لیے مجھ سے دیا مانگ رہی ہے؟"

"مہاراج۔" کلدیپ مجسم التجا بن گئی۔ "اسے شما کر دو مہاراج۔ اس کے بدلے تم مجھے حکم دو، میں اپنا جیون تک بھینٹ کرنے کو تیار ہوں مہاراج کیول میرے کارن تم اسے شما کر دو۔"

کلدیپ جھولی پھیلائے پریتم لال سے میری زندگی کی بھیک مانگتی رہی لیکن پریتم لال کسی سنگلاخ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

چٹان کی طرح اپنی جگہ اٹل رہا۔ انکا نظریں جھکائے میرے حلق سے ابلنے والے خون سے اپنا وجود سیراب کرتی رہی۔ کٹیا میں کلد یپ کی دردناک فریاد گونج رہی تھی۔ وہ بار بار پریتم لال کے پیر تھام کر گڑگڑانے لگتی تھی۔ اس کا چہرہ گردن تک آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔ مالا تصویرِ حیرت بنی کھڑی تھی۔ کلد یپ کی آہ وزاری نے اسے بھی چونکنے پر مجبور کر دیا۔ وہ سہمی سہمی آگے بڑھی...... اور پریتم لال کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکتے ہوئے داسیوں کے انداز میں بولی۔ "بابا۔ اب اس ملنش کو شما کر دو۔ مجھے وشواش ہے کہ یہ اب کسی استری کو بری نظر سے نہیں دیکھے گا۔"

پریتم لال نے تعجب کے ساتھ مالا کی سمت دیکھا پھر ہاتھ بلند کر دیا۔ اچانک میری ابکائیاں بند ہو گئیں اور انکا نے میرا خون پینا بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر ندامت اور پشیمانی چھائی ہوئی تھی۔ وہ نظریں جھکائے غالباً پریتم لال کے دوسرے حکم کی منتظر تھی۔ میری نقاہت کا کچھ وہی لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں جن کے جسم سے کبھی سیروں خون نکل چکا ہو۔ چند لمحے سناٹا طاری رہا، پھر پریتم لال نے حقارت سے انکا کی طرف دیکھ کر ہاتھ جھٹکا اور انکا تیزی سے کٹی سے باہر نکل گئی۔ مالا بڑے لاڈ سے چٹائی کے قریب بیٹھ گئی۔ کلد یپ کی بھیگی پلکوں پر اب بھی آنسوؤں کے قطرے چمک رہے تھے۔

"پاپی۔ میں مالا کے کہنے پر تجھے چھوڑتا ہوں۔ پرنتو ابھی تیرے کشٹ کا سمے ختم نہیں ہوا۔ جب تک میری آگیا نہ ہو تو یہاں سے کہیں نہیں جا سکے گا۔"

میں نے تشکر کی نظروں سے مالا کی طرف دیکھا۔ کچھ کہنا چاہا' لیکن زبان لڑکھڑا کر رہ گئی۔ ان حالات میں مجھے مالا کی ذات فرشتہ رحمت محسوس ہو رہی تھی۔ پریتم لال کے چہرے سے جھلاہٹ کے آثار کسی قدر معدوم ہو گئے تھے۔ وہ الجھے ہوئے انداز میں مجھ سے کہنے لگا۔ "جا۔ میری کٹی سے باہر نکل جا۔ پرنتو اتنا دھیان رکھنا کہ اگر تو نے میری آگیا کے بغیر بھاگنے کی کوشش کی تو تیرا انجام خراب ہوگا۔

میں کراہتا اور لڑکھڑاتا ہوا اٹھا۔ مجھے بری طرح چکر آ رہے تھے۔ ایک ایسے شخص کے لیے اٹھ کر چلنا ناممکن سا کام ہے جس کا خون نچوڑا جا چکا ہو مگر یہ پریتم لال کا حکم تھا۔ میں بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتا ہوا آگے بڑھا اور کٹی سے باہر نکلتے ہی تیورا کر گر پڑا۔ ٹھیک اسی وقت انکا میرے سر پر آ گئی اور بولی۔

"مجھے افسوس ہے تمہاری یہ حالت مجھ سے نہیں دیکھی جاتی لیکن میرے مالک' میں اس علاقے میں بالکل بے بس ہو کر رہ گئی ہوں۔ تم یہ باتیں نہیں سمجھو گے۔"

مجھ میں جواب دینے کی ہمت نہ تھی۔ میں خاموش پڑا رہا۔

انکا نے کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ پریتم لال تمہیں شما کر دے گا اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے لیکن بتا نہیں سکتی کیونکہ اگر پریتم لال کو پتا چل گیا تو وہ مجھ پر برس پڑے گا۔ بس ذرا ہمت سے کام لو جمیل۔ تم نے وہ بات تو سنی ہوگی کہ ہر تکلیف کے بعد راحت ملتی ہے۔"

میرا جی قہقہے لگانے کو چاہا مگر اس وقت میں اشارے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اشارے سے حلق کی جانب انگلی اٹھائی تو انکا نے پیچ و تاب کھا کر کٹی کی طرف دیکھا پھر بولی۔ "گھبراؤ نہیں جمیل۔ حوصلہ رکھو۔ میں تمہارے کھانے پینے کے لیے کچھ بندوبست کرتی ہوں۔"

میں اپنی بے بسی اور معذوری کی سرگزشت کہاں تک سناؤں۔ اب بھی ان اذیتوں کا تصور کر کے دل کانپ جاتا ہے۔ اگر میں پریتم لال کی ان سزاؤں کا احوال سنانے بیٹھ جاؤں جو مجھے دی گئی تھیں تو یہ سرگزشت طویل تر ہو جائے گی اور شاید کبھی ختم نہ ہو۔ چنانچہ میں درمیانی واقعات حذف کر رہا ہوں۔ نہ تو قلم میں اتنی طاقت ہے کہ یہ وہ بھیانک اور روح فرسا واقعات قلم بند کر سکے اور نہ سننے والے اس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ سخت اور ہولناک سزائیں انسانی ذہن میں نہیں آ سکتیں' جمیل احمد خان کو انکا پر تصرف حاصل کرنے کے لیے غیر معمولی قربانیاں دینی پڑی ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ سانس کی نازک ڈوری ٹوٹی کیوں نہیں۔ میں نے کئی بار مرنا چاہا لیکن مر نہ سکا۔ شاید قسمت کو کچھ اور رنگینیاں دکھانا مقصود تھا۔

پریتم لال کے اس سبزے سے ڈھکے ہوئے پہاڑی علاقے میں مجھے گیارہ ماہ گزر گئے۔ انکا میرے ساتھ ہی رہی مگر سر پر ایک بوجھ کی طرح۔ وہ اس عرصے میں کئی بار ایک رات کے لیے مجھ سے دور ہوئی تھی۔ مالا کی سفارش سے مجھ پر سختیاں تو کم کر دی گئیں لیکن میری بربادی کے دن ختم نہیں ہوئے۔ میں دن رات کٹی کے قرب و جوار میں بھٹکتا رہتا۔ بظاہر میں آزاد تھا لیکن یہ ایسی آزادی تھی کہ میں اپنی مرضی سے کوئی اقدام کرنے سے قاصر تھا۔ مجھے اس دلکش سبزہ زار پر گھٹن کا شدید احساس تھا۔ کوئی مجھ سے بات چیت کرنے والا بھی نہ تھا۔ بس انکا سے کبھی کبھی مایوسی کی باتیں ہو جاتی تھیں۔

ایک دو بار میں نے فرار ہونے کے امکانات پر بھی غور کیا لیکن انکا نے سختی سے منع کر دیا۔ کئی موسم آئے اور گزر گئے۔ میرے لیے ناہموار پہاڑیوں پر دن بھر بھٹکنے کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا۔ رات آتی تو میں پریتم لال کی کٹی کے باہر ایک سمت آ کر پڑا رہتا۔ جنگلی مچھروں' دوسرے جانوروں اور سانپوں سے میری آشنائی ہو چکی تھی۔ میں نے اپنی دکھ بھری زندگی ختم کر لینے کے لیے کئی بار اپنے آپ کو جان بوجھ کر خطرے میں ڈالا مگر وہاں کے موذی جانور بھی جیسے پریتم لال کے پابند تھے۔ سانپ میرے سامنے سے گزر جاتے تھے' پسو میرے جسم سے کھیل کر واپس ہو جاتے تھے' کوئی جونک مجھ سے نہیں چمٹتی تھی۔ انکا میرے لیے خوراک کا بندوبست کرتی رہتی۔ مزید دو ماہ بعد میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا لیکن بے بسی اب بھی میرا مقدر تھی۔ ایک روز تنگ آ کر میں نے انکا سے پوچھا۔ "کیا پریتم لال مجھے کبھی آزاد نہیں کرے گا؟"

"جمیل' کاش میں تمہیں اس بارے میں کچھ بتا سکتی۔" انکا بے چارگی سے بولی۔ "ہاں اتنا کہہ سکتی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ہوں کہ اب تم کسی عجلت اور حماقت کا مظاہرہ نہ کرنا۔ تم دیکھ چکے ہو کہ اس مقام پر صرف اور صرف پریتم لال کا حکم چلتا ہے۔ جمیل' میں اس سے پہلے اتنی مجبور کبھی نہیں ہوئی تھی۔ مجھے معاف کردو۔ میں پریتم لال کا حکم ماننے سے انکا کردیتی تو وہ پاربتی سے کہہ کر مجھے راکھ میں تبدیل کرسکتا تھا۔ اسے پاربتی نے مہان شکتیاں دان کی ہیں' اس کی پیشانی کا بل دیوتاؤں تک کو ان کا فیصلہ بدلنے پر مجبور کرسکتا ہے۔ اس نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرکے دیوتاؤں کے دلوں میں جگہ بنالی ہے۔ پریتم لال نے آج تک کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ دنیا کی ترغیب اور لالچ سے بچتے رہنے اور دیوتاؤں کے گیان دھیان میں مگن رہنے کے باعث اس نے اس مقام پر اپنا آسن جمایا ہے۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ کوئی معمولی پنڈت پجاری نہیں ہے۔ وہ پریتم لال ہے۔"

"مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں انکا۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "مگر اب دھرماتما کیا چاہتا ہے؟"

دیکھتے جاؤ۔ جو کچھ ہو رہا ہے فی الحال وہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

"بہتر ہے؟" میں نے زہرخند سے دہرایا۔ "تم بھی میری بے بسی کا مضحکہ اڑا رہی ہو؟"

"کیا تم مجھ سے بدظن ہونے لگے جمیل؟" انکا نے بے تابی سے کہا۔ "مجھ پر بھروسا رکھو' وقت کا انتظار کرو۔ یہ دن گزر جائیں گے' اس وقت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی۔ میں بھی تمہاری ہی طرح بے بس ہوں۔"

چند مہینے اور گزر گئے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس لمبی مدت میں پریتم لال ایک بار بھی کٹی سے باہر نہیں آیا تھا۔ انکا نے مجھے اندر جانے سے منع کردیا تھا۔ کلدیپ دن میں دو تین بار آتی لیکن وہ مجھ سے کوئی بات نہیں کرتی تھی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کا تسلط روز بروز گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ شاید پریتم لال نے کلدیپ پر بھی کچھ بندشیں عائد کردی تھیں۔ وہ میرے قریب سے گزرتے وقت حسرت و یاس سے مجھے دیکھتی۔ اسے جھرجھری آجاتی اور وہ خاموشی سے اپنے راستے پر چل دیتی۔ اس کی آنکھوں میں ایک تقدس پیدا ہوگیا تھا۔ مالا بھی کئی بار کٹی سے باہر نکلتی لیکن وہ مجھ سے بے نیاز ہی رہتی۔ اس نے میری خواہش اور کوشش کے باوجود کبھی توجہ سے نہیں دیکھا تھا۔ جب میں اس عجیب قید سے بہت بیزار ہونے لگتا اور مجھ پر جنون طاری ہوجاتا تو انکا مجھے ہوش میں لے آتی۔ پریتم لال آخر کیا چاہتا ہے۔ میں ہر وقت یہی سوچتا رہتا لیکن کوئی بات میرے پلے نہ پڑتی۔ مالا اور کلدیپ دونوں اور نکھر گئی تھیں۔ مالا کی سحر طرازی قیامت ہوگئی تھی۔ اس کے شاہکار حسن نے مجھے اس نوبت کو پہنچایا تھا۔ اس کے کٹی سے باہر آنے پر میرے دل میں ایک کسک پیدا ہوتی' میں گداز محسوس کرتا' التجا آمیز نظروں سے اس کی جانب دیکھتا۔ ایک دوبار میں نے اسے مخاطب کرنا چاہا لیکن انکا نے میرے ہونٹوں کو جیسے سی دیا۔ میں تلملا کر رہ

جاتا' بات کرنے کے لیے زبان ترس جاتی۔

اسی امید و بیم کی کیفیت میں دن گزر رہے تھے' ایک روز صبح جب میں بیدار ہوا تو نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کچھ ہونے والا ہے' ادھر انکا کی جاں فزا آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "جمیل' تمہیں پریشانی کے دن اب ختم ہونے والے ہیں۔"

میں نے چونک کر انکا کی طرف دیکھا۔ وہ آج خلاف توقع ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ اس کی خوشی سے مجھ میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا بلکہ مجھے کچھ جھلاہٹ سی ہوئی۔ میں انکا سے کوئی طنز بھری بات کہنے والا تھا کہ کٹی کے اندر سے مالا کی سسکیاں بلند ہونی شروع ہوئیں۔ میں اس دن کے بدلے ہوئے حالات کو سونگھ کر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے انکا سے مالا کے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کٹی کی طرف دیکھ کر بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "قبل از وقت کوئی بات نہ پوچھو۔ میں اس وقت بہت اداس ہوں۔ کچھ صبر کرو۔"

میں انکا کی مصلحت نہ جان سکا۔ میں نے تشویش سے اسے دیکھا۔ اس کی خاموشی اور مصلحت اندیشی نے مجھے متردد کردیا تھا۔ اسی دوران کلدیپ حواس باختہ سی کٹی سے باہر نکلی اور ایک عرصے بعد مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "اندر چلو جمیل، مہاراج تمہیں بلا رہے ہیں۔"

یہ کیوں اور کیا' کا محل نہیں تھا۔ کلدیپ کے چہرے کی اداسی اور خزاں زدگی بتا رہی تھی کہ معاملہ گھمبیر ہے۔ میں کھڑا ہوگیا اور آگے بڑھا۔ جب میں نے کٹی کے اندر قدم رکھا تو دیکھا کہ پریتم لال آنکھیں بند کیے چٹائی پر پڑا ہے۔ اس کے جسم کی ہڈیاں اور ابھر آئی تھیں' چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی' وہاں وہ وقار اور جلال نہ تھا جو میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ مالا پریتم لال کے سر پر سر رکھے بچوں کی طرح سسک رہی تھی۔ میں ایک لمحے میں حالات کی نوعیت سمجھ گیا۔ آہستہ آہستہ پریتم لال نے آنکھیں کھولیں۔ آج اس کی آنکھیں بے نور اور پتھرائی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ یونہی آنکھیں نچاتا رہا' غور سے میرا جائزہ لیتا رہا۔ پھر مدھم آواز میں بولا۔ "بالک میرے قریب آجاؤ۔"

میں نے پھرتی سے قدم آگے بڑھائے اور پریتم لال کے قریب جا کر رکا۔ اس نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

میں سعادت مندی سے بیٹھ گیا اور اس کے لب پھر ہلنے لگے' اس نے کہا۔ "میں نے جس کارن تمہیں روکا تھا' آج وہ سمے آگیا ہے میں آج تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"مہاراج۔" میرا دل بھر آیا۔ "تم پراسرار اور بے اندازہ قوتوں کے مالک ہو۔ میری کیا مجال جو تمہاری کسی بات سے انکار کرسکوں۔"

میرا جواب سن کر پریتم لال کی آنکھوں میں سرخی آگئی لیکن فوراً ہی غائب ہوگئی۔ انکا نے مجھے سنبھل کر بات کرنے کے لیے ٹھوکا دیا۔ پریتم لال کے ہونٹ سکڑنے لگے۔ "بالک نراش نہ ہو' میں جانتا ہوں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کہ تمہارا من میری طرف سے میلا ہو گیا ہے' پرنتو میں نے تمہیں جو کشٹ دیا تھا وہ ٹھیک تھا۔ انکا دیوی نے بتایا ہو گا کہ دھرتی کے...... کسی منش کو مجھ سے کبھی کوئی شکایت نہیں رہی۔ میں منشوں سے بھاگ کر یہاں چلا آیا تھا اور گیان دھیان میں اپنا جیون بتا دینا چاہتا تھا۔ پرنتو یہ مالا میری بچی میرے درمیان آ گئی۔ اس مورکھ نے جب مجھے دیکھا تو اپنے جیون کی تمام خوشیوں سے منہ موڑ کر میرے چرنوں میں اپنی زندگی بتانے کی ٹھان لی۔ تم نے اس کے شریر کو ہاتھ لگا کر مجھے دکھ پہنچایا تھا۔ یہ ایک دیوی کی طرح پوتر ناری ہے' میرے اوپر اس کا بڑا بوجھ ہے' یہ آنے کو تو آ گئی مگر جو میں چاہتا تھا وہ نہ بن سکی۔ اپنے من کا میل دور کرو بالک' میں تمہیں آج کچھ دان کرنا چاہتا ہوں۔''

پریتم لال کا بدلا ہوا رویہ اور نرم لہجہ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ وہ مجھ سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کر رہا تھا۔ اب میرا دل آپ ہی آپ اس کی طرف کھنچ رہا تھا۔ میں نے سوچا ممکن ہے مجھ میں یہ کیفیت اس کی مافوق الفطرت قوتوں کے اثر سے پیدا ہو گئی ہو۔ میں متضاد خیالات سے دوچار تھا کہ پریتم لال بولا۔ ''میں جو کچھ کہہ رہا ہوں' اسے دھیان سے سنو بالک' میرے پاس سمے کم ہے' تمہارے سامنے یہ جو مالا کھڑی ہے' یہ بڑی سندر چھوکری ہے' یہ کوئی پجارن نہیں ہے' یہ ایک دھن دان باپ کی بیٹی ہے۔ اس کا باپ آج سے چار سال پہلے اپنی ایک چنتا لے کر اس کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔ اس مورکھ کو یہ جگہ اتنی پسند آئی کہ پھر اپنے پتا کے ساتھ واپس نہیں گئی۔ میری سیوا کے سوا کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔ اس کے ماتا پتا نے اسے یہاں سے لے جانے کی بہت کوشش کی مگر یہ ہرنی اس جنگل میں ایسی آئی کہ واپسی کو اس کا جی نہ چاہا۔''

پریتم لال کی زبانی مالا کے بارے میں یہ انکشافات سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی لیکن میں نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا' ہمہ تن گوش ہو کر اس کی جانب متوجہ رہا۔ وہ کہنے لگا۔ ''میں نے اسے بیٹی سمان دیکھا اور سمجھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے بعد اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ میری اچھا ہے بالک کہ تم اس کا ہاتھ تھام لو۔ مجھے وشواش ہے' یہ تمہاری ساتھ بڑی سکھی رہے گی اور تمہیں بھی سکھی رکھے گی۔ میرے جانے کے بعد اس پہاڑی علاقے میں اس کا جی نہیں لگے گا۔''

پریتم لال کی اس پیش کش پر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے اسے اس طرح دیکھا جیسے مجھے اس کی بات کا یقین نہ ہو۔ جیسے نزع کی کیفیت میں اس کے منہ سے کوئی بات نکل گئی ہو۔ میں نے تذبذب سے پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج؟

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ مالا کی قسمت میں یہی لکھا ہے۔'' پریتم لال نے یقین سے جواب دیا۔

''مگر میں...... میں' میں مہاراج۔ میں تو ایک بہت برا آدمی ہوں۔ مالا کے لیے مجھ سے اچھا بر مل سکتا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا ماضی کتنا تاریک اور بھیانک ہے۔ تم میرے ساتھ......'' میں نے جز بز

ہو کر کہا۔

''مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ مالا کو تجھ سے اچھا بر مل سکتا ہے پرنتو تو نے اس کے شریر کو ہاتھ لگا دیا ہے۔ اب وہ تیری ہے' کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔'' پریتم لال نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''مگر مہاراج' میرا نام جمیل احمد خان ہے اور اس کا نام مالا۔ تم نے یہ بھی سوچا؟'' میں نے پریشانی سے کہا۔

''ہونہہ۔'' پریتم لال مسکرایا۔ ''مجھے معلوم ہے تو کیا ہے۔ دھرم کی بات تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے کیا؟ مالا اپنے دھرم پر قائم رہے گی' تو اپنے دھرم پر قائم رہنا۔ اگر تیرا کوئی دھرم ہے۔''

''مہاراج۔'' میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دوں۔ پریتم لال نے اچانک ایک عجیب سی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔ کلدیپ میرے سامنے کھڑی تھی۔ وہ لڑکی جس نے میری خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ گھر بار' ماں باپ' وہ میری محبت میں کہاں سے کہاں آ گئی تھی۔ میں اسے کیسے نظر انداز کر دیتا۔ اس نے میرے لیے کتنے دکھ جھیلے تھے' اسیری کی زندگی گزاری تھی۔ میری وجہ سے اس نے پریتم لال کی داسی بن کر شب و روز اس کی خدمت کی تھی۔ میں محض چند لمحوں میں اس عظیم محسنہ کے احسانات کیسے فراموش کر سکتا تھا۔ میں خاموش رہا تو وہ کہنے لگا۔ ''کس وچار میں ہے بالک؟ کیا مالا رانی کو سویکار کرنے میں تجھے کوئی جھجک ہے؟''

''مہاراج۔'' میں نے کن انکھیوں سے کلدیپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہاری قید میں ہوں۔ تم عظیم قوتوں کے ذریعے مجھے ہر بات ماننے کے لیے مجبور کر سکتے ہو۔''

مالا کو حاصل کرنے کا خیال میں دل میں نہیں لا سکتا تھا۔ وہ حسین و جمیل لڑکی مجھے نذر کی جا رہی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا یہ صرف ایک خواب ہے' بھلا مالا بھی میری زندگی میں آ سکتی ہے؟ وہ مالا جو پریوں کو شرماتی ہو اور جسے دیکھ کر پھول مسکرانے پر مجبور ہو جاتے ہوں۔ ایک طرف خوشی تھی تو دوسری طرف حسین کلدیپ سے جدائی کا خیال مانع تھا۔ رواداری اور مروت کے جذبات دل میں موجزن تھے۔ کلدیپ بھی کچھ کم حسین نہیں تھی۔ میں عجیب شش و پنج میں مبتلا تھا۔

''اس سمے جو وچار تجھے پریشان کر رہا ہے اسے دھیان سے نکال دے۔'' پریتم لال پھر بولنے لگا۔ ''کلدیپ کو من سے نکال دے۔ جسے ایک بار سچے دل سے دیوتاؤں کے گیان دھیان کا سواد آ جائے اس کے لیے منش کیا چیز ہیں۔ وہ سنسار کی جھوٹی خوشیوں کا بھید جان چکی ہے۔ مجھے معلوم ہے وہ تجھ سے پریم کرتی ہے۔ اس کا پریم سچا ہے' پرتو سمجھ لے کر تو نے اسے کھو دیا۔ میں نے مالا کے بدلے اسے تجھ سے مانگ لیا۔ وہ تجھ کو اپنے ہردے کے مندر میں سجائے سارا جیون تیری پوجا کرتی رہے گی۔ پر میری کٹی چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ وہ ایک بڑی پجارن بنے گی۔ اسے پاربتی نے پسند کر لیا ہے۔ دیکھنا وہ اس سنسار میں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نام پیدا کرے گی۔"

میں نے کلدیپ کی سمت نظر اٹھائی۔ اس کے چہرے پر تقدس جھلک رہا تھا۔ وہ حوصلہ مند اور پرسکون نظر آ رہی تھی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ پریتم لال کی اس تجویز اور پیشکش پر ناراض نہیں ہے' وہ مجھے الجھا ہوا دیکھ کر متانت سے بولی۔ "جمیل۔ میں مہاراج کو وچن دے چکی ہوں کہ اپنا باقی جیون اسی کٹی میں بتا دوں گی۔ مجھے یہاں جو سکون ملا ہے وہ کہیں نصیب نہیں ہوا تھا۔ میں تم سے پریم کرتی ہوں اور اس ناتے تم سے بنتی کرتی ہوں کہ مہاراج کی اچھا کا پالن کرو اور مالا رانی کا ہاتھ تھام لو۔ نرگس کے بعد بھی تمہیں ایک ناری کی ضرورت ہے۔" یہ کلدیپ بول رہی ہے؟ میں گنگ اسے دیکھتا رہا۔ وہ اس وقت کسی عظیم دیوی کے روپ میں نظر آ رہی تھی۔ وہ دیوی جس کی پرستش پر دل خود بخود آمادہ ہو۔ اس نے میری ساری مشکلیں حل کر دیں۔ میرے پاس وہ جملے نہیں تھے جو اس کی قربانی پر اظہار تشکر کے طور پر ادا کیے جائیں۔ میرا دل چاہا کہ آگے بڑھوں اور محبت و قربانی کی اس دیوی کے سامنے سرنگوں ہو جاؤں۔ اس کے چہرے پر ملال یا سوگواری کی کوئی علامت نہیں تھی۔ میں اپنے دل میں اس کی عظمت و برتری کا احساس پا رہا تھا۔

"بالک' میرے جیون کا آخری سمے قریب آ رہا ہے۔" پریتم لال نے مجھے مخاطب کیا۔ "میں مالا رانی کے ساتھ جہیز میں تمہیں کچھ نہیں دے رہا۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے دیوی دیوتاؤں کے ہزاروں جاپ کیے ہیں۔ پورا جیون اسی میں گزار دیا ہے۔ میں تمہیں مالا رانی کے علاوہ کچھ اور بھی دان کر رہا ہوں۔ تمہارے پاس انکا کی شکتی ہے' لیکن انکا آنی جانی چیز ہے۔ میں اپنی کچھ اور شکتی بھی تمہیں دان کر رہا ہوں۔"

پریتم لال نے اتنا کہہ کر کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس نے چٹائی پر رکھے ہوئے تھیلے سے سفید کھریا مٹی جیسی کوئی چیز نکال کر اس پر دس بار نہ جانے کیا جنتر منتر پڑھ کر پھونکا پھر وہ سفید ٹکڑا میری طرف بڑھا کر کہا۔ "لو بالک۔ اسے کھا لو۔ کنیا دان کے ساتھ کوئی ایسا جہیز بھی ہونا چاہیے تھا جو کوئی باپ اپنی بیٹی کو دے کر فخر محسوس کر سکے۔ میں نے جو چیز تمہیں دان کی ہے وہ پنڈتوں پجاریوں کو برسوں پوجا پاٹ کرنے کے بعد بھی نہیں ملتی۔ اسے کھانے کے بعد تمہارے شریر میں ایک نئی شکتی پیدا ہو گی۔ تم بلوان ہو جاؤ گے اور پھر بلائیں قریب آنے کی ہمت نہ کر سکیں گی۔ تم سچے من سے میرا نام لے کر جو چاہو گے وہ اوش پورا ہو گا۔ پر ایک بات ہمیشہ دھیان میں رکھنا۔ اگر تم نے میری بیٹی مالا رانی کو دکھ دینے کی کوشش کی تو میری آتما بیاکل ہو جائے گی اور وہ یہ شکتی تم سے واپس لے لے گی جو میں تمہیں دان کر رہا ہوں۔"

"مہاراج۔ تمہارا حکم سر آنکھوں پر۔" میں نے سفید کھریا مٹی نما شے جلدی سے دانتوں تلے دبا کر حلق سے نیچے اتار لی۔ اس کا ذائقہ بے حد کڑوا تھا۔ میں نے کہا۔ "مجھ پر وشواش رکھو۔ میں مالا رانی کو

Downloaded from Paksociety.com

کبھی کوئی دکھ نہیں دوں گا۔" میرے اقرار سے پریتم لال کے چہرے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے میرا ہاتھ تھامنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر مالا کا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولا۔ "بھگوان تم دونوں کو سکھی رکھے۔ جو اس کی اچھا تھی میں نے وہی کیا۔"

میں نے کن انکھیوں سے مالا کو دیکھا۔ اس کی نظریں جھک گئی تھیں اور بس نہیں چلتا تھا کہ وہ کسی طور کٹی سے باہر نکل جائے' حیا کی سرخی نے اس کا دلکش چہرہ گلنار بنا دیا تھا۔ اس کے لمس کی گرمی اتنی لذت آمیز تھی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مالا مجھے مل سکتی ہے' ایک الہڑ لڑکی' سراپا حسن' تازہ شگفتہ' بہار کا پہلا پھول' اس کے بدن کی خوشبو میرے اعصاب پر چھا گئی اور میں وہ تمام اذیتیں بھول گیا جو پریتم لال نے مجھے دی تھیں۔ کلدیپ سے ایک لگاؤ' اس کی وفاشعاریوں کے احساس اور اس کی موجودگی کے باوجود میں مالا کے ساتھ سنہرے دن گزارنے اور اس سے بڑے بڑے وعدے کرنے کے لیے مضطرب تھا۔ میں اپنی قسمت پر نازاں تھا اور آنے والے دنوں میں مالا کے ساتھ رہنے کا نشہ مجھ پر چھایا ہوا تھا کہ کلدیپ کی ایک چیخ میرے خوابوں کا شیرازہ منتشر کر گئی۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ کلدیپ پریتم لال کے اکڑے ہوئے جسم سے لپٹی سسک رہی تھی۔ مالا کو حقیقت حال کا علم ہوا تو وہ بھی بین کرنے لگی۔ پریتم لال کو جدا ہوئے چند لمحے گزرے تھے کہ اس کا جسم بری طرح اکڑ گیا۔ کٹی اب ماتم کدے میں تبدیل ہو گئی تھی۔

میں نے انکا کی طرف نظر کی۔ پریتم لال کی موت نے اس کے پراسرار وجود کو بھی مغموم کر دیا تھا۔

اور پھر ایک ہفتے تک میں اسی پہاڑی پر رہا۔ پریتم لال کا کریا کرم مجھی کو کرنا پڑا۔ میرے لیے یہ عجیب سا کام تھا مگر انکا ہدایت کے لیے موجود تھی۔ کلدیپ نے چتا کی راکھ اپنے بدن پر مل کر کٹی سنبھال لی۔ وہ ہر وقت چٹائی پر بیٹھی نہ جانے کیا جاپ کرتی رہتی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر دل بہت کڑھتا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نئے منصب پر وہ بہت خوش ہو۔ اس کے چہرے کی پاکیزگی اور تقدس اس بات کا پتا دیتے تھے۔ ایک ہفتے بعد جب میں رخصت ہونے لگا تو کلدیپ نے گلوگیر لہجے کے ساتھ مالا کو رخصت کیا اور خلوص سے دعائیں دیں۔ اس نے کہا۔ "جمیل' تمہیں نیا جیون مبارک ہو۔ مالا نرگس کی کمی دور کر دے گی۔ کبھی کبھی مجھے بھی یاد کر لیا کرنا۔"

میں نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ آج بہت روؤں اور مالا کو چھوڑ کر کلدیپ کو ساتھ لے جاؤں۔ وہ کچھ ایسے رقت انگیز انداز سے ہمیں رخصت کر رہی تھی کہ فولاد بھی نرم پڑ جاتا۔ میں نے اس کے مرمریں ہاتھ کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔ رخصت کے وہ لمحات بڑے کرب ناک تھے' کلدیپ سے جدا ہو کر اس کی یاد میں تڑپتی رہی لیکن پھر محبت نے اسے سکون پہنچایا۔ اس کے چہرے کا نکھار واپس لوٹ آیا۔ شہر واپس آ کر میں اس ہوٹل میں گیا' جہاں میرا سامان اور نقدی موجود تھی۔ منیجر اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد مجھے دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ میرے کپڑے تار تار ہو چکے تھے۔ میں نے اس

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سے اپنا سامان طلب کیا تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ نتیجتاً مجھے انکا کو اشارہ کرنا پڑا اور اسی دن شام تک میں پھر اعلیٰ درجے کے لباس پہننے اور عمدہ کمرے میں ٹھہرنے کے قابل ہو گیا۔ جب انکا ساتھ ہوتی تو روپے پیسے کی کبھی کمی نہیں ہوتی تھی۔ مالا کو قیمتی ساڑیاں پہنائی گئیں۔ میں نے اس کا عروسی جوڑا سلوایا۔ جب اس نے وہ جوڑا پہنا تو اسے دیکھ کر میں آنکھیں پٹ پٹانے لگا۔ وہ اتنی دلکش اور نازک لگ رہی تھی کہ صرف دیکھنے اور گفتگو کرنے کو جی چاہتا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ مکمل تنہائی اور تمام تر شدتوں کے باوجود میرا دل کہتا تھا کہ ابھی اور انتظار کرو۔ ابھی اور ٹھہرو۔ اس کلی کی بہار دیکھو' اس نوخیز شباب کو پہلے جی بھر کر دیکھ لو' وہ کلی ہی رہی۔ وہ میری حیرانی دیکھ کر پوچھتی۔ ''یہ تم مجھے سامنے بٹھا کر کیا تکتے رہتے ہو۔؟ میں جواب دیتا۔ میں قدرت کی حسین صناعی کی داد دے رہا ہوں۔'' سوچتا تھا کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ اسے سر کرنے کا مجھے حق نہیں ہے۔ اگر میں یہ پھول اپنے سینے پر آویزاں کر لوں تو کہیں اس کی دلکشی ماند نہ پڑ جائے' سو میں نے بہت ضبط کیا۔ وہ دوشیزہ تھی' دوشیزہ ہی رہی لیکن پھر ایک شب ضبط کہ یہ بندھن آخر ٹوٹ گئے۔ دل اس کے حسن کے وار برداشت نہ کر سکا۔ وہ میرے وجود پر چھا گئی۔ میں وہ لذت آفرین اور حیات پرور دن کبھی نہیں بھول سکتا۔ انکا کی تیزی و طراری بھی واپس آ چکی تھی۔ ایک روز جب مالا غسل کر رہی تھی تو اس نے مجھ سے کہا۔ ''جمیل' تم تو مالا میں ایسے کھو گئے کہ ہماری پوچھ گچھ بھی گئی۔''

میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ ''تم کیا مجھ سے علیحدہ چیز ہو؟ میں تو سمجھتا ہوں تم میرا احساس ہو' جب میں محسوس کرتا ہوں تو تم بھی محسوس کرتی ہو گی۔''

''یہ تو ٹالنے والی بات ہو گئی۔'' انکا نے شگفتگی سے کہا۔

''انکا۔ مالا نے زندگی ہی بدل دی ہے' واقعی میں نے ایسا کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔'' میں نے جذباتی ہو کر کہا۔

''جمیل مالا کے ساتھ ساتھ پریتم لال نے جو قوت تمہیں دان کی ہے اس کے مقابلے میں بڑے بڑے بلوانوں کی شکتی بھی ہیچ ہے۔ اگر تم نے مالا کا ہاتھ تھامنے سے انکار کر دیا ہوتا تو پریتم لال مرنے سے پہلے تمہیں جلا کر بھسم کر دیتا۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ مالا کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے ورنہ حالات خراب ہو سکتے ہیں۔''

''مالا کو کون کافر دکھ دے سکتا ہے۔ تم تو بعض اوقات پاگل پنے کی باتیں کرنے لگتی ہو۔ میں تم سے خود کہہ رہا تھا کہ مالا کو کوئی شکایت نہ ہونے پائے۔ مالا تو انکا' بہار ہے۔ بہار کی کون طلب نہیں کرے گا۔ میں سوچتا ہوں میں نے زندگی اب شروع کی ہے۔''

''تم نرگس کو اتنی جلدی بھول گئے؟ یہ مرد بھی بڑے ہرجائی ہوتے ہیں۔ ہر حسین عورت کے بارے

میں ایسی باتیں کہتے ہیں۔''

''انکا' نرگس کا ذکر تم نے بے وقت چھیڑ دیا۔'' نرگس کا نام سن کر میں تڑپ گیا اور دل مسوس کر بولا۔ ''نرگس کی بات اور تھی' مالا کی بات اور ہے۔ تم نے اچھا کیا جو مجھے چونکا دیا۔ اری پگلی۔ نرگس کو کون بھول سکتا ہے۔ مالا نے کچھ ایسا جادو کر دیا ہے کہ میں خود کو بھول گیا ہوں۔ یہ بھی بھول گیا ہوں کہ ابھی مجھے بدری نرائن سے انتقام لینا ہے۔ وہ بدری نرائن جس نے میری معصوم نرگس کو مجھ سے چھین لیا تھا۔ چلو انکا۔ سامان باندھتے ہیں۔ یہاں سے چلتے ہیں اور اس کمینے پنڈت کو ٹھکانے لگاتے ہیں۔ میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

انکا میری سنجیدگی اور جھلاہٹ پر ایک سرد آہ بھر کر پھر بولی۔ ''جمیل' بہتر ہے کہ بدری نرائن سے پہلے تم اپنے ایک اور دشمن سے مل لو' وہی تربینی داس۔ وہ بڑا مکار اور فریبی ہے۔ اس نے تمہیں پریتم لال کا پتا اسی لیے دیا تھا کہ تم مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ اور وہ چین کی بنسری بجاتا رہے۔ پہلے تمہیں اس کمینے کا حساب چکانا ہو گا۔''

''تم نے مجھے اسی وقت کیوں نہیں بتایا تھا انکا؟'' میں غصے۔۔۔ پیچ و تاب کھا کر بولا۔ ''میں اسی دن حرام زادے کا ٹینٹوا دبا دیتا۔''

''مجھے اس کا خیال اس وقت آیا تھا جمیل' جب تم مالا سے دست درازی میں مصروف تھے۔ میں تمہیں حالات سے باخبر کرنا چاہتی تھی لیکن موقع نہیں مل سکا تھا۔ حالات اچانک ہمارے خلاف ہو گئے تھے۔ ویسے اگر مالا کا واقعہ درمیان میں نہ ہوتا تو شاید پریتم لال ہماری درخواست رد نہ کرتا۔''

مالا کے آ جانے سے باتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میں کچھ بے چین سا ہو گیا تھا۔ مالا نے میری کیفیت دیکھی تو گھبرا گئی۔ تربینی داس اور بدری نرائن کے ذکر نے طبیعت بہت مکدر کر دی تھی۔ مالا نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے ٹال دیا اور کہا آج شام ہم میسور سے روانہ ہو رہے ہیں۔

اسی شام کو پہلی گاڑی سے میں پونا روانہ ہو گیا۔ مالا سے کوئی تذکرہ کرنا مناسب نہیں تھا۔ پونا پہنچ کر میں نے ایک بار پھر اسی ہوٹل میں قیام کیا جہاں پہلے بھی دو بار رہ چکا تھا۔ ہوٹل والے میری فراخ دلی سے واقف تھے۔ انہوں نے بڑے تپاک سے مجھے خوش آمدید کہا۔ مالا کو دیکھ کر وہ چونکے مگر امراء سے اس قسم کی باز پرس مناسب تصور نہیں کی جاتی ہے۔ مالا کو ہوٹل میں چھوڑ کر میں نے اس سے ایک پرانے دوست سے ملنے کا عذر کیا اور تربینی کی حویلی کی سمت چل پڑا۔

اس وقت رات کے نو بجے ہوں گے' جب میں تربینی کی حویلی پر پہنچا۔ انکا نے میرے سر سے اتر کر حویلی کے چوکیدار کو غافل کر دیا تھا اس لیے مجھے اندر داخل ہونے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ میں سیدھا تربینی کی خواب گاہ میں گیا۔ وہ دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے چابی والے سوراخ سے اندر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جھانکا تو میرا خون کھول اٹھا۔ اس کا وہی انداز تھا' وہی ٹھسا تھا۔ ایک حسین لڑکی اس کے پہلو میں بیٹھی تھی اور میز گلاسوں اور بوتلوں سے بھری ہوئی تھی۔ لڑکی بے حیائی سے تربینی کے گلے میں بانہیں ڈالے التفات کی باتوں میں مصروف تھی۔ تربینی کی یہ نشاط گاہ گویا اب بھی روز سجتی تھی۔ اپنے اس بدترین دشمن کے باعث مجھے ڈیڑھ سال تک میسور کی پہاڑیوں میں اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا اور میرے برے دنوں کا آغاز بھی اسی کے سبب سے ہوا تھا۔ اسے عیش وعشرت میں دیکھ کر میرا دماغ الٹ گیا۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' کھڑے ہو کر پوری قوت سے دروازے پر لات ماری۔

"کون بدتمیز ہے؟" تربینی کی آواز آئی۔

"میں ہوں تیرا باپ جمیل احمد خان۔ دروازہ کھول۔"

میری گرج دار آواز سن کر ضرور تربینی کی سٹی گم ہو گئی ہوگی' چند لمحوں تک دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ میں لپک کر اندر داخل ہوا تو غصے کے بجائے مجھے ہنسی آ گئی۔ میز پر رکھی ہوئی شراب اور گلاسوں کی جگہ اس وقت کوئی کتاب رکھی ہوئی تھی۔ لڑکی یقیناً ملحق کمرے میں چلی گئی ہوگی کیونکہ اس کا دروازہ نیم وا تھا۔ تربینی نے میری آواز سن کر یہ ڈھونگ رچا لیا تھا۔ ابھی میں کمرے کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ تربینی ممکنہ عجلت سے میرے پاس آیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "پرنام خان صاحب۔ آیئے پدھاریے۔"

میں نے تربینی کا چہرہ غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے حیرت اور بوکھلاہٹ مترشح تھی۔ چہرہ اس وقت زرد پڑ گیا تھا۔ جب اس نے دروازے پر میری صورت دیکھی تھی۔ میں دل ہی دل میں تاؤ کھاتا ہوا ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور نرم لہجے میں بولا۔ "سناؤ تربینی داس جی۔ کیا حال چال ہیں تمہارے؟ کیسی گزر رہی ہے آج کل؟"

"آپ کی کرپا ہے خان صاحب۔" تربینی داس نے لجاجت سے جواب دیا۔ "بس گزر رہی ہے۔"

"بہت بدلے بدلے نظر آ رہے ہو تربینی جی۔ آج تو یہ خواب گاہ بھی سونی پڑی ہے۔ کوئی تتلی نظر نہیں آ رہی ہے۔ پنچھی کہاں اڑ گئے۔"

"رام' رام خان صاحب۔" تربینی نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔ "وہ سب کس بل نکل گئے۔ اب توبہ کر لی ہے۔ بس بھگوت گیتا اور رامائن پڑھتا رہتا ہوں۔"

"جمیل۔" انکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ "برابر والے کمرے میں ایک سندر لڑکی موجود ہے۔ تمہاری آواز سن کر اس نے اسے چھپا دیا تھا۔"

میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر تربینی سے کہا۔ "میں تمہارا شکریہ ادا کرنے آیا تھا تربینی۔ تم نے پریتم لال کا پتا بتا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ اس نے میری بڑی مدد کی۔"

تربینی میری بات سن کر چونکا پھر کھسیانی ہنسی ہنس کر بولا۔ "خان صاحب' میں آپ کی سیوا کرنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔ جو کچھ میرے پاس ہے' سب آپ کا دیا ہوا ہے۔ یہ بتایئے کہ آپ کیا پئیں گے۔ چائے' کافی یا ٹھنڈا؟"

"میں یہاں کچھ اور ہی پینے کے ارادے سے آیا ہوں۔" میں نے طنزاً کہا۔

"اچھا اچھا' میں سمجھا۔" تربینی بھونڈے انداز میں ہنسنے لگا۔

"تربینی۔ تمہارا خون پیا جائے تو کیسا رہے گا؟" میں نے اطمینان سے پوچھا۔

"کھی کھی کھی۔ آپ کے لیے تو جان بھی حاضر ہے۔" تربینی جھینپ کر بولا۔

"اچھا چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ تم اپنے لیے کون سی سزا پسند کرو گے؟"

"جی۔ جی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں خان صاحب؟" وہ بوکھلا کر بولا۔

میں نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا۔ "کمینے' کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ ایک دن تیرا جھوٹ کھل جائے گا۔ تو اپنی موت کو بھول گیا؟"

"خ...... خ خان صاحب۔" تربینی پر رعشہ طاری ہو گیا۔ "مم میں آپ سے فریب نہیں کیا تھا' خان صاحب وشواش کیجیے۔ میں آپ کا متر ہوں۔"

"کمینے۔ میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتا ہے' میں تجھے بتاؤں گا کہ میں کیا ہوں۔"

میں غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تربینی کے بال پکڑ کر اسے جھٹکا دیتے ہوئے میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ "تو سمجھتا تھا کہ مجھے خطروں میں پھنسا کر تو آرام سے زندگی بسر کرے گا؟ اور یہاں تو اب بھی میرے زندہ ہوتے ہوئے رنگ رلیاں منا رہا ہے؟ میری آواز سنی تو اپنی بہن کو دوسرے کمرے میں چھپا دیا؟ سن او مکار پنڈت۔ آج میں یہاں وقت ضائع کرنے نہیں آیا ہوں۔" میرے ذہن میں پریتم لال کی دی ہوئی تمام اذیتیں تازہ ہو گئیں اور غیظ کی شدت سے میری مٹھیاں بھینچ گئیں۔ "آج تیری عیاری کا آخری دن ہے۔ میں تجھے معذور کر کے سڑکوں پر بھیک مانگنے پر مجبور کر دوں گا۔ تو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر غلاظتوں میں مر جائے گا۔ وہی تیرے لیے مناسب جگہ ہے۔"

"خان صاحب' مجھے شما کر دیجیے۔" تربینی میرے پاؤں پکڑ کر باقاعدہ رونے لگا۔

"پچھلی باتیں یاد کر فریبی!" میں نے انتہائی حقارت سے جواب دیا۔ "کم بخت تو نے بھی کبھی میرے حال پر کوئی ترس کھایا تھا؟ تو نے مجھے برباد کرنے میں کون سی کسر چھوڑی تھی؟"

"وہ میری بھول تھی خان صاحب۔" تربینی نے میرے قدموں پر سر پھوڑنا شروع کر دیا۔ "اب میں توبہ کرتا ہوں۔ مجھے معاف کر دیجیے۔"

اس کی گڑگڑاہٹ سے میرا غصہ اور شدید ہو گیا تھا۔ تربینی کے خلاف میرے دل میں جو نفرت تھی وہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اس التجا اور عاجزی سے کیسے دور ہو سکتی تھی۔ میں نے ٹھوکر مار کر تربنی کو فرش پر دھکیلا اور اچھل کر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ تربنی نے سر پر موت منڈلاتے دیکھی تو بلبلانے لگا لیکن میں جیسے بہرا ہو چکا تھا۔ میں نے پہلے پوری قوت سے دس بارہ تھپڑ اس کے منہ پر مارے پھر انگلیاں اس کی دائیں آنکھ میں گڑو دیں۔ تربنی کسی ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح میرے نیچے پڑا ہاتھ پاؤں مارتا رہا تھا لیکن مجھ میں اس وقت بلا کی قوت آچکی تھی۔ میں نے انگلیاں اس کی آنکھ کے حلقے میں گڑو کر باہر کھینچیں تو اس کی آنکھ حلقے سے باہر نکل آئی۔ اس کا چہرہ خون سے تر ہو گیا۔ اس کی کرب ناک چیخیں در و دیوار ہلا رہی تھیں۔

مجھے اس پر مطلق رحم نہیں آیا۔ اسے فرش پر تڑپتا چھوڑ کر میں تیزی سے اٹھا۔ مجھ پر جنون سوار تھا۔ میں نے آتش دان کے قریب رکھی ہوئی لوہے کی وہ سلاخ اٹھائی جس سے آتش دان کی راکھ کریدی جاتی ہے، پھر پلٹ کر تربنی کے قریب آیا اور دیوانوں کی طرح وہ چھڑ اس کے گھٹنوں پر مارنے لگا۔ تربنی درد کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا لیکن سلاخ اس پر اس وقت تک برستی رہی جب تک تربنی کے دونوں گھٹنے چور چور نہ ہو گئے۔ تربنی کو خون میں لت پت چھوڑ کر میں نے سلاخ پھینکی اور واپسی کے ارادے سے پلٹا۔ انکا نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''جمیل، دوسرے کمرے میں ان واقعات کا ایک عینی شاہد موجود ہے۔ ایک حسین اور صحت مند لڑکی۔ میں بہت دنوں سے پیاسی ہوں میرے مالک۔''

انکا کے اس انداز کا مطلب مجھے معلوم تھا۔ اس لڑکی کو میں بالکل فراموش کر بیٹھا تھا جسے تربنی نے میری آواز سن کر دوسرے کمرے میں چھپا دیا تھا۔ انکا کے ٹوکنے پر مجھے خیال ہوا کہ وہ میرے لیے خواہ مخواہ خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔ ممکن ہے اس نے دوسرے کمرے میں چھپ کر مجھے دیکھ بھی لیا ہو۔

میں نے بڑھ کر دوسرے کمرے میں قدم رکھا تو اس کا سارا بدن پسینے میں نہایا ہوا تھا اور کپڑے بدن سے چپک گئے تھے۔ مجھے سامنے دیکھ کر وہ گھگیانے لگی اور لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''بھگوان کے لیے مجھے مت مارو۔ میں بے قصور ہوں۔ میں تمہاری ہر آشا پوری کرنے کو تیار ہوں۔''

''شادی شدہ ہو؟'' میں نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

''نہیں۔ البتہ میری منگنی ہو چکی ہے۔ اگلے ماہ میرا بیاہ ہونے والا ہے۔'' لڑکی نے گڑگڑا کر جواب دیا۔ ''بھگوان کے لیے مجھے مت مارو۔ میں وچن دیتی ہوں کہ تمہارا راز کسی پر ظاہر نہیں کروں گی۔''

''اس کی باتوں میں نہ آنا جمیل۔'' انکا نے جلدی سے کہا۔ ''یہ کوئی معمولی فاحشہ نہیں ہے۔ اس کی شناسائی یہاں کے پولیس افسروں سے بھی ہے۔ اگر اس وقت تم نے اسے چھوڑ دیا تو تم خطروں میں گھر جاؤ گے...... پھر میرے حلق میں کانٹے بھی تو پڑ رہے ہیں۔ میں مری جا رہی ہو جمیل۔ اپنی انکا کا خیال کرو۔''

میں انکا کا مشورہ مان کر آگے بڑھا تو لڑکی کمرے میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگی۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخنے

چلانے لگی لیکن وہ جاتی کہاں؟ جلد ہی میں نے اسے جالیا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگی۔ اس کی آنکھیں جیسے حلقوں سے باہر نکل پڑیں۔ پھر یکایک اسے نہ جانے کیا ہوا کہ اس نے اپنے کپڑے پھاڑنے شروع کر دیے۔ شاید وہ میری توجہ اپنے سڈول بدن کی جانب مبذول کرانا چاہتی تھی لیکن اس کے اس عمل سے میرا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اسی چیخ و پکار میں دروازے پر دستک ہونے لگی۔ دربان زور زور سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔ لڑکی نے اور زور سے چیخنا شروع کر دیا۔ اسی لمحے انکا نے مجھ سے کہا۔ ''جمیل۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں دربان کے سر پر جا کر تمام کام سنبھالتی ہوں۔''

قریب تھا کہ دربان دروازہ توڑ دیتا' میں نے انکا سے کہا۔ ''اب تم اسے سنبھالو۔ دربان اور اس لڑکی کو خاموش کرنا تمہارا کام ہے۔''

انکا ایک لمحے میں میرے سر سے غائب ہو گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ انکا دربان کے سر پر گئی ہو گی۔ جیسے ہی دروازہ کھلا' خوف زدہ لڑکی بے تحاشا دروازے کی طرف بھاگی اور دربان کے پہلو سے چپک گئی۔ دربان نے میری طرف نہیں دیکھا۔ اس نے از خود رفتہ ہو کر لڑکی کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس کے بعد کیا ہو گا اب میرا وہاں رکنا بے سود تھا چنانچہ میں دبے قدموں وہاں سے چلا آیا۔

اب یہ واقعہ بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ دوسرے دن اخباروں نے تربنی کے گھر ہونے والے اس خونی حادثے کے بارے میں کیسی دلچسپ اور ہنگامہ خیز خبریں شائع کیں۔ میں کوئی چار روز اور پونا میں رہا۔ پونا میں کلدیپ کی یاد رہ رہ کر آئی۔ یوں پونا میں صرف ایک مرتبہ اور آنے کا اشتیاق تھا تا کہ میں تربنی کو بھی اپنی طرح' یہاں کی سڑکوں پر بھیک مانگتے دیکھوں۔ انکا کو میں نے ہدایت کر دی تھی کہ وہ تربنی کی تمام دولت وغیرہ پر نگاہ رکھے اور جب وہ اسپتال سے واپس آئے تو اس کے پاس سر چھپانے کا کوئی ٹھکانا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد میں کلکتے روانہ ہو گیا۔ مالا کو اس کا علم نہیں تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ راستے میں جب میں نے اسے اپنی منزل بتائی تو وہ اداسی سے بولی۔ ''بھگوان کے لیے کلکتے کے بجائے کہیں اور چلو۔''

''کیوں؟'' میں نے اسے اداس دیکھ کر پہلو میں سمیٹ لیا۔

''بابا نے تمہیں شاید یہ نہیں بتایا تھا کہ میرے ماتا پتا اور کنبے کے دوسرے لوگ کلکتے میں رہتے ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تو بہت برا ہو گا۔ میرا سکھ چین غارت ہو جائے گا۔'' مالا نے میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے سمجھایا۔ ''تمہاری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ میرا نام جمیل احمد خان ہے۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو؟ تمہارے لیے تو میں جان پر کھیل جاؤں گا۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''تم نہیں جانتے۔ تمہیں ساتھ دیکھ کر وہ لوگ ایک طوفان برپا کر دیں گے۔ وہ بہت ظالم لوگ ہیں جمیل۔''

مالا برابر اصرار کرتی رہی کہ میں کلکتے کا سفر ترک کر دوں لیکن میں نے کسی نہ کسی طرح اسے سمجھا بجھا لیا۔ اگر وہ نہ مانتی تو بھی میں کسی قیمت پر یہ سفر ترک نہ کرتا۔ میرے سامنے اب ایک سنہری زندگی بانہیں پھیلائے کھڑی تھی۔ انکا' پریتم لال کی دان کی ہوئی مالا' اس کی شکتیاں' بمبئی میں کوٹھی' مال و دولت 'لیکن ان سب چیزوں سے مکمل لطف اٹھانے کے لیے ضروری تھا کہ میں سینے کا وہ بوجھ اتار دوں جو نرگس کی ظالمانہ موت کے بعد بدری نرائن نے مجھ پر لاد دیا تھا۔ میں اس روز پنڈت سے انتقام لینا چاہتا تھا جس نے میری زندگی کی سب سے قیمتی چیز مجھ سے چھین لی تھی۔ پریتم لال کی دی ہوئی شکتی اور انکا کی پراسرار قوتوں کی وجہ سے مجھے قوی امید تھی کہ اب میں کالی کے مندر میں داخل ہو کر بدری نرائن کو مار سکتا ہوں۔

گاڑی کلکتے کی طرف رواں دواں تھی۔ رات کا وقت تھا۔ ڈبے میں میرے اور مالا کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ ٹرین ایک اسٹیشن پر رکی۔ فرسٹ کلاس کے ڈبے میں رات کے وقت مسافروں کو زحمت نہیں دی جاتی مگر میرے ڈبے کا دروازہ زور زور سے پیٹنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے جھلا کر دروازہ کھولا تو تین مسافر کھڑے دیکھے۔ انہوں نے میرے دروازے پر نمودار ہوتے ہی معذرت خواہانہ اور التجائی لہجے میں کہا۔ ''جناب' ہمیں اگلے اسٹیشن پر اترنا ہے' گاڑی چلنے والی ہے۔ اس وقت کوئی شخص ہمیں جگہ نہیں دے گا' از راہ کرم آپ ہمیں اجازت دے دیجیے۔''

میں نے تامل کیا۔ ''لیکن جناب میرے ساتھ ایک خاتون بھی ہے۔''

ان میں سے ایک نے بڑے شائستہ لہجے میں کہا۔ ''محترم خاتون ہماری بہن کی جگہ ہیں' یقین کیجیے ہم انہیں کوئی زحمت نہیں دیں گے۔''

ان کی درخواست جاری تھی کہ ٹرین چلنے لگی۔ اب یہ ناممکن تھا کہ میں انہیں منع کر دیتا۔ مجبوراً انہیں اندر آنے کی اجازت دینی پڑی۔ میں خود مالا کی سیٹ پر چلا گیا۔ اگلے اسٹیشن تک کوئی ایک گھنٹے کا فاصلہ تھا۔ وہ تینوں بہت ندامت سے سامنے والی نشست پر بیٹھ گئے اور بار بار معذرت طلب کرنے لگے۔ انکا اس وقت سوئی ہوئی تھی۔

گاڑی چلے ہوئے ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ مالا نے مجھ سے کہا۔ ''تم اس شخص کو دیکھ رہے ہو؟ یہ بار بار مجھ پر الٹی سیدھی آنکھیں ڈالنے لگتا ہے۔ صورت ہی سے بدمعاش معلوم ہوتا ہے۔''

میں نے مالا کے اشارے پر اس نوجوان کی طرف دیکھا۔ وہ مسلسل مالا کو تکے جا رہا تھا۔ کچھ سوچ کر میں نے اپنے سر کو جھٹکا دیا۔ انکا ہڑبڑا کر جاگ گئی۔ میں نے دل ہی دل میں اس سے کہا۔ ''ذرا اس

سامنے والے نوجوان پر نگاہ رکھو۔''

''ارے جمیل' یہ تم نے کیا کیا۔'' انکا تیزی سے بولی یہ تینوں بدمعاش بری نیت سے اس ڈبے میں داخل ہوئے ہیں پہلے ان کا ارادہ تمہیں لوٹنے کا تھا مگر مالا کو دیکھ کر ان کے دلوں میں کچھ فتور آ گیا ہے۔ تم نے انہیں اندر آنے کیوں دیا؟''

''ان کے تو ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔'' میں نے غصے سے کہا' ''میں ان تینوں سے نمٹ لوں گا۔''

''ان کے پاس ریوالور اور چھرے ہیں۔ احتیاط سے کام کرنا ہوگا۔ عجلت میں کوئی کام نہ کرنا۔ میں صرف ایک کے سر پر جا سکتی ہوں۔ باقی دو کو سنبھالنا میرے لیے ذرا دشوار ہوگا۔'' انکا نے تشویش سے کہا۔

ان تینوں میں سے دو آدمی نوجوان تھے اور ایک ادھیڑ عمر کا تھا۔ میں نے انہیں پہلی بار توجہ سے دیکھا۔ ان تینوں کے پاس ریوالور بھی تھے۔ وہ یقیناً یہ سمجھے ہوں گے کہ میں کچھ سہم گیا ہوں۔ وہ تینوں میری طرف دیکھ کر بیک وقت مسکرائے اور ان تینوں نے جیبوں میں ہاتھ ڈال دیے اور جب فوراً ہی ان کے ہاتھ جیبوں سے برآمد ہوئے تو ریوالوروں سے لیس تھے۔ ان کی مسکراہٹ معنی خیز ہو گئی تھی۔ انہوں نے کمال پھرتی سے اپنے ریوالور مجھ پر تان لیے۔

میں نے اطمینان کی نظر سے انہیں دیکھا۔ ''خوب!'' میں نے کہا۔ ''خاصے اسمارٹ نظر آتے ہیں آپ حضرات۔''

یقیناً انہیں اس سے پہلے کسی ایسے مسافر سے واسطہ نہیں پڑا ہوگا جو اتنے اطمینان اور سکون سے انہیں جواب دے۔ ادھیڑ عمر کا آدمی ہنسنے لگا۔ مالا سہم کر مجھ سے چپک گئی۔ وہ رعونت کے ساتھ مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''مسٹر! یہ کھلونے نہیں ہیں' اصلی ریوالور ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں ان کے اصل ہونے کا پتا چل جائے گا۔ ہمیں اگلے اسٹیشن پر اتر جانا ہے لہٰذا جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فوراً نکال کر سامنے رکھ دو ورنہ تم جانتے ہو کہ پھر کیا ہوگا۔ شاباش اچھے بچوں کی طرح ہمارا کہنا مانو۔'' اس نے چمکارتے ہوئے کہا۔

''ورنہ' ورنہ۔ تمہیں قتل کر کے ڈبے سے باہر پھینک دیا جائے گا اور تمہاری چھوکری ہماری آغوش کی زینت بن جائے گی۔ ہمیں یقین ہے یہ ہمارے بہت کام آئے گی۔ اچھے پیسے دے جائے گی۔''

اسی وقت انکا میرے سر سے سرک گئی۔ میں غصے سے بے قابو ہوا جا رہا تھا لیکن سنبھل کر بولا۔ ''آج ہماری آپ کی اچھی ملاقات ہوئی۔ تین اچھے آدمی ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جس کے لیے قتل و خونریزی بائیں ہاتھ کا کھیل رہا ہے' جس کی پولیس اور جیل خانوں سے پرانی دوستی ہے۔ دوستو' کسی اور شخص کو تلاش کیا ہوتا۔ یہاں تو شاید تمہاری موت تمہیں کھینچ لائی ہے۔ آپ کی اطلاع کے لیے میں عرض کروں کہ میرا نام جمیل احمد خان ہے۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"زبان دراز اور گستاخ بھی ہے۔" ان میں سے ایک نوجوان آگے بڑھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچاتا' ادھیڑ عمر کے شخص نے اسے جالیا اور اس کے چہرے پر ایک زور دار مکا رسید کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر دوسرا نوجوان بھی اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا اور حیرت انگیز طور پر ادھیڑ عمر کے شخص کو روکنے لگا جو پہلے والے نوجوان کو مسلسل کے مار رہا تھا۔ میں ڈبے میں کوئی قتل نہیں چاہتا تھا۔ ادھر وہ تینوں مجھے بھول کر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے کوئی شخص گولی نہ چلا دے۔ پھر یہ خون آلود ڈبا خواہ مخواہ سفر کا لطف غارت کر دیتا۔ اچانک مجھے پریتم لال کا خیال آ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جب بھی میں کسی جائز کام کے لیے سچے دل سے اس کا نام لے کر کسی خواہش کا اظہار کروں گا وہ ضرور پوری ہوگی۔ میں نے اس موقع پر پریتم لال کی بات آزمانی چاہی۔ میں نے دل میں اس کا نام لے کر سوچا۔ "یہ تینوں مسافر مستقل بے ہودگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور مالا کے لیے تکلیف کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ کاش یہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دیں۔"

میرے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ ادھیڑ عمر کے آدمی نے' جو سخت مشتعل نظر آ رہا تھا' دروازہ کھولا اور اپنے ایک نوجوان ساتھی کو چلتی ٹرین سے دھکا دے دیا۔ دوسرے نوجوان کے چہرے پر کر خنگی کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ اس طرح چیخنے لگا جیسے کوئی خونخوار درندہ اسے کاٹ رہا ہو پھر وہ وحشت میں خود بخود ڈبے سے کود گیا اور اس کی دیکھا دیکھی ادھیڑ عمر کے آدمی نے بھی چھلانگ لگا دی۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ رات کا وقت تھا اس لیے ان مسافروں کی دیوانگی میرے لیے کسی دشواری کا سبب نہیں بن سکتی تھی لیکن مالا نے اس واقعے کا بہت گہرا اثر لیا۔ وہ بہت دیر تک سہمی ہوئی مجھ سے چمٹی رہی اور خوف زدہ آواز میں کہنے لگی۔ "انہوں نے اپنے آپ گاڑی سے چھلانگ کیوں لگا دی؟ کچھ دیر پہلے تک وہ ٹھیک ٹھاک نظر آ رہے تھے۔"

"تمہاری طرف جو بھی غلط نظروں سے دیکھے گا اس کا یہی انجام ہوگا۔" میں نے مالا کو قریب کر کے کہا مگر اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔

"حیرت ہے یہ سب اتنی جلدی کیسے ہو گیا۔ کیا وہ تینوں مسافر ذہنی مریض تھے؟"

میں نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اسے ٹالنا چاہا۔ وہ بار بار کرید کرید کر مجھ سے پوچھتی رہی کہ آخر یہ سب کیسے ہو گیا۔ میں اسے بتانا نہیں چاہتا تھا کہ سارا تماشا انکا اور پریتم لال کی شکتی کی وجہ سے ممکن ہوا۔ اس کے بعد میں نے گفتگو کا رخ بدل دیا لیکن مالا بہت دیر تک اس اندیشے میں مبتلا رہی کہ کہیں وہ لٹیرے دوبارہ ڈبے میں نہ آ جائیں۔ انکا میرے سر پر آ گئی تھی اور آتے ہی پھر سو گئی تھی جیسے یہ حادثہ اس کی نظر میں کوئی حیثیت ہی نہ رکھتا ہو۔

سفر کے دوران مالا کے ذہن پر یہ ہیبت ناک واقعہ برابر طاری رہا پھر جب کلکتہ قریب آنے لگا تو اس

کی حالت کچھ بدلی اور وہ اپنے رشتے داروں کے بارے میں باتیں کرنے لگی۔ باتیں کرتے کرتے اس نے مجھ سے پوچھا۔ "جمیل! تمہارے بھی تو کچھ رشتے دار ہوں گے۔ کہاں رہتے ہیں وہ؟"

میں نے سرد آہ بھری اور کہا۔ "سب مر چکے ہیں۔ اب میں اس دنیا میں بالکل اکیلا ہوں۔"

"میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔" اس نے پیار سے میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

گاڑی جب پٹنہ اسٹیشن پر ٹھہری تو میں اسٹیشن کا نظارہ کرنے کے لیے ڈبے سے باہر آ گیا۔ پلیٹ فارم پر صبح کا وقت تھا۔ میں نے ایک بوڑھے داڑھی والے شخص کو شیروانی میں ملبوس اِدھر اُدھر بھاگتے دیکھا۔

وہ تیسرے درجے کے ڈبے میں جگہ حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کسی ڈبے کے لوگ اسے اندر نہیں گھسنے دے رہے تھے' پھر وہ تیسرے درجے کے دھوکے میں میرے ڈبے کی طرف دوڑا اور یہ دیکھ کر افسردہ ہو گیا کہ وہ ایک پہلے درجے کے ڈبے کے سامنے کھڑا ہے۔ اس اثنا میں گاڑی نے وسل دے دی تھی۔ مجھ سے اس کی بے چارگی نہ دیکھی گئی۔ اس بڑھاپے میں جگہ حاصل کرنے کے لیے اس شخص کی بھاگم دوڑ سے میں بہت متاثر ہوا۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ میرا دل اس کی طرف کھنچتا چلا گیا۔ میں نے اسے آواز دی۔ "آیئے آپ اس ڈبے میں بیٹھ جایئے۔"

انہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "مگر بیٹے میرے پاس تو تھرڈ کلاس کا ٹکٹ ہے۔"

میں نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ آپ اندر تشریف لے آیئے۔"

"نہیں بیٹے' تمہارا شکریہ' میں جگہ تلاش کر لوں گا۔" انہوں نے بزرگی سے جواب دیا۔

"نہیں نہیں آپ اندر آ جایئے۔" میں نے ہاتھ پکڑ کر انہیں اوپر کھینچ لیا۔

وہ اندر آ گئے اور ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئے۔ وہ بار بار شکریہ ادا کرتے رہے۔ ٹرین آگے بڑھی تو ہمارے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ انہوں نے مالا کے بارے میں پوچھا اور اسے دعائیں دیتے رہے۔ جب ہم آمنے سامنے بیٹھے تھے تو بہت دیر تک ایک دوسرے کو تکتے رہے تھے۔ وہ میرے چہرے اور میں ان کے چہرے پر کچھ تلاش کر رہا تھا۔ مجھے گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ میرے سامنے میرے سگے چچا بیٹھے ہیں۔ ایک عرصے سے اپنے کسی عزیز سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ والد کا انتقال پہلے ہی ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے میں کبھی اپنے آبائی شہر نہیں گیا۔ اس رشتے کا انکشاف اس وقت ہوا جب انہوں نے مجھ سے میرے بارے میں کچھ جاننا چاہا اور میں نے اپنا نام وغیرہ بتایا۔ اپنے چچا کو خستہ حالت میں دیکھ کر مجھے افسوس ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ بہت دنوں بعد ایک رشتہ دار دیکھنے کو ملا۔

جب ہم ایک دوسرے کو پہچان گئے تو گلے مل کر خوب روئے۔ انہوں نے اپنے گھر کے بارے میں بتایا کہ ان کی مالی حالت تباہ ہے اور اب وہ لکھنؤ میں ایک ہندو بنیے کے ہاں حساب کتاب کا کام کرتے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ہیں اور اس وقت وہ اسی بیٹے کے کسی کام سے کلکتے جا رہے تھے۔ راستے بھر ہم دونوں ایک دوسرے کے متعلق تفصیلات پوچھتے رہے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ مجھے کلکتے سے واپسی پر لکھنؤ پہنچنا ہوگا۔ وہاں میری چچا زاد بہنیں اور بھائی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ میرا ایک ہاتھ ضائع ہو جانے پر انہیں گہرا رنج ہوا۔ وہ مالا سے بھی بڑی خوش خلقی سے پیش آ رہے تھے۔ احتیاط کے پیش نظر میں نے مالا کا نام نرگس رکھ دیا تھا۔

کلکتے پہنچ کر میں نے اپنے چچا خورشید احمد خان کو اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ ہم دھرم تلا کے علاقے میں واقع ایک شاندار ہوٹل میں مقیم ہو گئے۔ چونکہ جھٹپٹے کا وقت تھا اس لیے میں نے کالی کے مندر کا رخ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ رات چچا اور مالا سے گفتگو کرنے میں گزر گئی لیکن میرا دل بدری نرائن میں لگا رہا۔ تمام رات میں بدری نرائن کو موت کے گھاٹ اتارنے کے منصوبے بناتا رہا۔ بدری نرائن ایک بڑا پنڈت تھا۔ تربینی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مجھے پوری طرح احساس تھا کہ بدری نرائن کو زیر کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ صبح ہوئی تو میری بے چینی بڑھ گئی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے مالا سے جلد آنے کا وعدہ کیا اور نکل کھڑا ہوا۔ چچا جان اپنے کام پر جانے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ ہوٹل سے باہر نکل کر میں کالی کے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہ مندر قریب آ رہا تھا جہاں نرگس کا کمینہ خصلت قاتل بدری نرائن چھپا بیٹھا تھا۔ جیسے جیسے کالی کا مندر قریب آ رہا تھا' میرے سینے میں دبی ہوئی آگ تیز ہوتی جا رہی تھی۔

انکا میرے سر پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں مستغرق تھی۔

مجھے یقین تھا کہ اس بار بدری نرائن خود کو میرے عتاب سے نہیں بچا سکے گا۔ میرے پاس ایک طرف میری عزیز انکا تھی اور دوسری طرف پریتم لال کی دان کی ہوئی شکتی۔ کسی زمانے میں تربینی نے انکا کو مجھ سے چھین کر مجھے در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب بدری نرائن نے میری زندگی' نرگس کو چھین کر میرا قرار سکون بھی چھین لیا ہے۔ انکا مجھے واپس مل گئی۔ کھوئی ہوئی عزت و دولت بھی لیکن نرگس کی واپسی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ ایسی جگہ پہنچ گئی تھی جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ تربینی سے میں بخوبی نمٹ چکا تھا اب بدری نرائن کی باری تھی جسے میں نے پہلے بھی ختم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام ہو گیا تھا۔ وہ بدمعاش کالی کے مندر میں چھپ کر بیٹھ گیا تھا اور میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد اسے وہاں سے نکالنا اور اپنی آتش انتقام سرد کرنا رہ گیا تھا۔ سامنے کالی کا مندر تھا جہاں میں پہلے بھی آ چکا تھا۔ جیسے جیسے مندر کا فاصلہ گھٹ رہا تھا' میرے خون کی حدت تیز ہوتی جا رہی تھی۔ انکا میرے سر پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ میں مندر کے قریب پہنچا تو انکا اپنے خیالات سے چونک کر بولی۔ ''جمیل' میں کالی کے مندر میں نہیں جا سکتی۔ یہیں رک کر تمہارا انتظار کروں گی۔ تم ہر قدم محتاط ہو کر اٹھانا۔ بس کسی طرح

اسے باہر لانے میں کامیاب ہو جاؤ۔ یاد رکھنا اندر داخل ہونے سے بہتر ہے کہ تم اسے باہر لے آؤ۔ کاش میں تمہارے ساتھ چل سکتی۔''

''تم مطمئن رہو انکا۔ اس بار پریتم کی آتما میرے ساتھ ہے۔ مجھے اس کی آشیرباد حاصل ہے۔ میرا خیال ہے میں مندر میں داخل ہو جاؤں گا۔'' میں نے اعتماد سے کہا۔

''نہیں۔ نہیں تم مندر میں صرف مجبور ہو کر داخل ہو گے' یہ کالی کا مندر ہے اور بدری نرائن کالی کا سیوک ہے۔'' انکا نے اضطراب سے کہا۔

جب میں مندر کی عمارت کے بالکل نزدیک پہنچ گیا تو انکا چپ چاپ میرے سر سے اتر گئی اور چلتے چلتے مجھے محتاط رہنے کی تلقین کرتی گئی۔ میں خود کو پوری طرح تیار کر کے آگے بڑھنے لگا۔ کچھ سینہ کشادہ کیے' کچھ نتھنے پھلائے جیسے کوئی پہلوان اکھاڑے میں داخل ہو۔ اس وقت میرے بدن پر ایک دھوتی اور کرتہ تھا۔ مندر میں آنے جانے والے پجاری اور پجارنیں میری جانب کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں ان کے درمیان سے ہو کر آگے بڑھتا رہا۔ میں نے کسی کو کوئی اہمیت نہیں دی اور دیتا بھی کیسے جبکہ میرے ارادے کسی بگڑے ہوئے شیر کے سے تھے۔

سیڑھیاں عبور کر کے میں اندرونی حصے میں داخل ہو گیا جہاں ایک کشادہ احاطہ تھا۔ احاطے کے درمیان سبزہ تھا جہاں پنڈت پجاری اور خوب صورت پجارنیں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ سامنے ایک محرابی دروازے کے اندر سے گھنٹیوں اور بھجن گانے کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے احاطے کے چاروں طرف دیکھا لیکن بدری نرائن کہیں نظر نہیں آیا۔ میں اس جانب بڑھا جہاں سے بھجن کی آوازیں آ رہی تھیں۔ محرابی دروازے کے قریب ایک دلکش داسی نے ہاتھ باندھ کر مجھے پرنام کیا۔ وہ نظریں نیچے کیے کترا کر جانے لگی تو میں نے بلا تکلف ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھام لی۔ وہ ششدر رہ گئی لیکن میری آنکھوں میں سنجیدگی دیکھ کر سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ''مندر کا بڑا پجاری اس سے کہاں ملے گا؟''

''تلسی داس مہاراج اس سمے اپنی کٹیا میں ہوں گے۔'' داسی نے ڈنڈوت کرتے ہوئے جواب دیا پھر میرے اصرار پر بڑے پجاری کی کٹیا تک میری رہنمائی بھی کر دی جو احاطے کے مغربی حصے میں واقع تھی۔ کٹیا کے اندر سے گیان دھیان کی آوازیں آ رہی تھیں۔ تلسی داس اس وقت دوسرے پنڈتوں، پجاریوں کو درس دے رہا تھا۔ میں نے فوری طور پر اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ داسی مجھے کٹیا کے قریب چھوڑ کر جانے لگی تو میں نے کچھ سوچ کر لگاوٹ بھری نظروں سے اس کے حسین سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''سندری' تم نے مجھے اپنا شبھ نام نہیں بتایا؟''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''میرا نام بسنتی ہے۔'' داسی نے میری آنکھوں کی گرمی سے پگھلتے ہوئے شرما کر جواب دیا۔ میرا ذہن اس وقت صرف بدری نرائن میں الجھا ہوا تھا۔ میں نے داسی کے شوخی اور شرم کے دلفریب انداز سے مصنوعی طور پر متاثر ہو کر کہا۔ ''تمہارا نام بھی تمہاری طرح سندر ہے۔''

''کیوں بناتے ہو مہاراج۔'' داسی چھوئی موئی کی طرح اپنے وجود میں سمٹتے ہوئے بولی۔

''بسنتی۔ تم یہاں کب سے ہو؟'' میں نے سرگوشی کی۔

''مجھے چار سال ہو گئے۔'' اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

''چار سال؟'' میں نے متعجب ہو کر کہا۔ ''اور تمہارا یہاں دل لگ گیا؟''

''ہاں۔'' اس نے کسی قدر اداسی سے کہا۔ ''یہاں من شانت رہتا ہے۔''

''خاک رہتا ہے۔ تمہاری جگہ یہ مندر نہیں۔ تمہیں تو کسی محل میں ہونا چاہیے۔''

''میں یہاں بہت ٹھیک ہوں۔ سنسار بہت برا ہے مہاراج۔''

میں سمجھ گیا کہ وہ دکھی ہے اور یہاں خوش نہیں ہے۔ میں نے اس سے محبت بھری باتیں کیں تو وہ مجھ سے خاصی متاثر ہو گئی۔ اب موقع تھا کہ میں اس سے اپنے مطلب کی بات کروں۔ میں نے رازداری سے کہا۔ ''اے بسنتی۔ سنو۔ کیا تم میرا کوئی کام کرو گی؟''

''کہو مہاراج۔'' بسنتی نے اپنی دراز پلکیں اٹھا کر نگاہیں میرے چہرے کی طرف جما دیں۔ بسنتی حقیقتاً توجہ کے لائق تھی مگر میں جذباتی طور پر اس کی جانب مائل نہ ہو سکا۔ سنجیدگی سے بولا۔

''مجھے بدری نرائن مہاراج سے ملنا ہے۔ ایک پجاری نے مجھے بتایا تھا کہ بدری نرائن مجھے کالی کے مندر میں مل سکتا ہے۔ کیا تم بدری نرائن کو جانتی ہو؟ میں صرف اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

جواب میں بسنتی نے مجھے حیرت زدہ نظروں سے دیکھا۔ میری باتیں سن کر اس کا چہرہ اچانک زرد ہو گیا۔ اس کی ساری شوخی ایک پل میں غائب ہو گئی۔ اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں اپنے دائیں بائیں دیکھا پھر خوف زدہ لہجے میں بولی۔ ''تمہارا نام جمیل احمد خان تو نہیں؟''

میں جواب دیتے ہوئے جھجکا مگر میں نے ہمت سے جواب دیا۔ ''میرا نام جمیل احمد خان ہے۔ کیوں؟'' میں نے تعجب سے پوچھا مگر بسنتی پہلے سے زیادہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''ترنت بھاگ جاؤ یہاں سے' کسی نے تمہیں پہچان لیا تو تمہارے ساتھ ساتھ میری بھی شامت آ جائے گی۔''

''تم کوئی چنتا نہ کرو بسنتی۔ میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہاری اور (سمت) نظر نہیں اٹھا سکتا۔ یہ میرا وچن ہے۔'' میں نے بسنتی کو دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ بسنتی بدری نرائن کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے اور وہ اسے بہانے سے باہر لا سکتی ہے۔ میں نے اسے دوبارہ آمادہ کرنا چاہا۔

''بسنتی اگر تم کسی طرح بدری نرائن کو باہر لے آؤ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو مجھے اس کے پاس پہنچا دو پھر میں

Downloaded from Paksociety.com

تمہاری ہر آشا پوری کروں گا۔ تم شاید نہیں جانتیں کہ میں مہان شکتی کا مالک ہوں۔ انکا دیوی بھی میرے پاس ہے' میں تمہاری رکشا کروں گا۔''

بسنتی کسی سہمی ہوئی ہرنی کی طرح مجھے پلکیں جھپکا جھپکا کر دیکھ رہی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کی خاطر اپنے ہونٹ کھولے پھر تیزی سے پلٹ کر بھاگی اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کا یوں اچانک بوکھلا کر بھاگ جانا بلاوجہ نہیں ہو سکتا تھا۔ گویا مندر میں میرے نام کی خاصی دھوم تھی۔ سب کو سارا قصہ معلوم تھا۔ اس سے پہلے میں ایک پجاری کو موت کے منہ میں دھکیل چکا تھا۔ اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس سے رابطہ قائم کروں۔ میں نے پلٹ کر ادھر ادھر دیکھا۔ تلسی داس کی کوٹھری کے باہر ایک دیو قامت پجاری کھڑا مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے انکا کی نصیحت یاد آ گئی۔ اس نے مجھے محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔ بسنتی کا خوف زدہ ہو کر بھاگنا اور اس بھاری تن و توش کے پجاری کا مجھے یوں نفرت انگیز نظروں سے گھورنا خالی از علت نہیں ہو سکتا تھا۔ یقیناً میرے بارے میں کالی کے مندر کے پنڈتوں پجاریوں نے اپنے چیلوں اور پجارنوں کو بہت کچھ بتا رکھا تھا۔ غالباً انہیں توقع تھی کہ میں دوبارہ بھی ضرور آؤں گا۔ یہ باتیں سوچ کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ بدری نرائن' نرگس کا کمینہ قاتل مندر میں کسی جگہ روپوش ہے جہاں تک میری رسائی مشکل ہی سے ہو سکتی ہے۔ اب اسے میرے عتاب سے بچانے کے لیے ہر شخص تیار تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میرا مقابلہ صرف بدری نرائن سے نہیں' پورے مندر سے ہے۔ ادھر میں اب باز آنے والا نہیں تھا تو پھر جو کچھ ہونا ہے' آج ہی ہو جائے۔ میں یہ طے کر کے نکلا تھا۔ جمیل احمد خان کی زندگی میں بہت انقلابات آئے۔ ایک معرکہ یہ بھی سہی۔ مندر کے پجاری شاید نہیں جانتے تھے کہ ان کے سامنے اب وہ پرانا جمیل احمد خان نہیں۔ میں چاہتا تھا کہ وہ سیدھی طرح بدری نرائن کو میرے حوالے کر دیں۔ میں نے خود کو تیار کر کے گھورنے والے پنڈت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ وہ میرے قریب آیا اور خشک آواز میں بولا۔ ''مہاشے۔ تم کوئی نئے پجاری دکھائی دیتے ہو۔ تمہارا شبھ نام؟''

''کیوں' کیا اس مندر میں کسی نئے پجاری کا آنا بند ہے؟'' میں نے خالص کسی بڑے پنڈت کے لہجے میں کہا۔ ''مجھے دکھائی دیتا ہے کہ اس سمے تم کچھ پاگل بھی ہو۔ کارن؟''

''زیادہ چتر بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں نے تمہارا نام پوچھا تھا۔'' پجاری کی کشادہ پیشانی پر بے شمار آڑی ترچھی سلوٹیں ابھر آئیں۔

''جاؤ اپنا کام کرو۔ مجھے تم سے کوئی غرض نہیں۔ میں ہر پجاری کو نہیں چھیڑنا چاہتا۔'' میں نے اس بار بھی بگڑ کر کہا۔

''تم مجھے چال ڈھال سے کوئی پجاری نہیں دکھائی دیتے۔'' پجاری نے مشتبہ نظروں سے میری طرف

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کالی کے چرنوں میں تمہیں آنے کی جرات کیسے ہوئی۔ یہاں کیول وہی منش آسکتا ہے جس کے من میں کوئی کھوٹ نہ ہو۔ تم شاید غلط راستے پر آگئے ہو۔ تمہیں اپنا نام بتانا ہی پڑے گا مہاشے۔ تم تلسی داس کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔''

''اوہ۔ تو تم ہو تلسی داس۔ اس مندر کے سب سے بڑے پجاری۔'' میں نے سانس کھینچ کر بے نیازی سے کہا۔ ''حیرت ہے اتنا بڑا پجاری میرا نام نہیں جان سکا۔ بہرحال تلسی داس سنو۔ میں یہاں جس مقصد سے آیا ہوں' تم اس سے اچھی طرح واقف ہو۔ میں سے برباد نہیں کروں گا۔ میری زبان سے میرا نام سننا چاہتے ہو تو سنو' میرا نام جمیل احمد خان ہے۔ یہاں میں اس پاپی اور اپرادھی بدری نرائن کی تلاش میں آیا ہوں جسے تم لوگوں نے چھپا رکھا ہے' بات بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اتنا دھیان میں رکھنا کہ اب کوئی شکتی اس کمینے بدری نرائن کو میرے ہاتھوں سے نہیں بچا سکتی۔ تم بھی نہیں۔ حالانکہ تم مجھے کچھ شکتی والے دکھائی دیتے ہو۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ تم سیدھی طرح اسے میرے حوالے کر دو۔''

''مورکھ۔'' تلسی داس کسی گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر کرخت لہجے میں بولا۔ ''یہ کالی کا مندر ہے۔ یہاں کیول (صرف) دیوی کی شکتی کا راج ہے۔ اس پوتر استھان پر آکر تو نے دیوی کا اپمان کیا ہے۔ کالی کے مندر میں آج تک کوئی مسلا نہیں آسکا۔ تو نے گھور پاپ کیا ہے۔ چلا جا یہاں سے چلا جا۔ اگر مندر کے دوسرے پنڈت پجاریوں کو تیری جات کا پتا چل گیا تو وہ تجھے بھسم کر دیں گے۔ میں تجھے اوسر (موقع) دیتا ہوں' جا یہاں سے چلا جا۔''

''تلسی داس۔'' میں نے سرد آواز میں کہا۔ ''مجھے تعجب ہے کہ تم اس بڑے مندر کے مہان پجاری کیسے ہو گئے۔ تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں تنہا نہیں آیا۔ میرے ساتھ نہ جانے کتنے بیر ہیں اور کتنی شکتی ہے۔ اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو سیدھی طرح بتا دو کہ تم لوگوں نے بدری نرائن کو کہاں چھپایا ہے؟ انکار کیا تو تمہارا انجام بھی خراب ہوگا۔ تم دیکھ چکے ہو کہ اس سے پہلے میں یہاں کے ایک پجاری کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔''

''تو...... تو...... کالی مائی کے مندر کے مہان پجاری تلسی داس کو دھمکا رہا ہے پاپی۔ ٹھہر جا۔ میں ابھی تجھے مزہ چکھاتا ہوں۔'' تلسی داس نے کانپتے ہوئے کہا۔

''میں بدری نرائن کو چاہتا ہوں' اسے میرے حوالے کر دو۔ میں پھر تم سے کہتا ہوں۔ بات زیادہ نہ بڑھاؤ۔''

''میں اسے تیرے حوالے نہیں کر سکتا۔ وہ کالی کی شرن (پناہ) میں ہے۔''

''پھر تم مجھے اس کا پتا بتاؤ۔ میں خود اس سے مل لوں گا۔''

''میں تجھے نرک کا پتا بتا سکتا ہوں پاپی۔'' پجاری نے کہا۔

تلسی داس کے تیور اچانک خراب ہو گئے۔ انکا مندر کے باہر تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ تلسی داس کی صرف ایک آواز مندر کے اندر موجود پنڈتوں پجاریوں سے میری تکا بوٹی کرا سکتی تھی۔ تلسی داس صرف ایک منتر سے مجھے بھسم کر سکتا تھا لیکن وہ کسی جاپ' منتر یا عمل سے باز رہا۔ اب مجھے فوراً کوئی تدارک کرنا تھا۔ تلسی داس کسی وقت بھی خطرہ بن سکتا تھا۔ معاً مجھے پریتم لال کا خیال آیا۔ میں نے دل ہی دل میں اس کا نام لے کر کہا۔ ''مہاراج' اس سمے مجھے تمہاری مہان شکتی کی سخت ضرورت ہے۔ تلسی داس کو قابو میں کرو اور اس سے کہو کہ مجھے بدری نرائن کا پتا بتا دے۔''

ادھر تلسی داس غصے میں پاگل ہو رہا تھا۔ اس کی لال انگارا آنکھوں میں میرے لیے شدید نفرت موجود تھی۔ وہ کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن نہ کر سکا۔ اچانک اس کے تیور بدلنے لگے۔ چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں ہوئے۔ اس نے اس طرح بار بار سر جھٹکا جیسے کسی بات سے انکار کر رہا ہو۔ دیر تک اس کی یہی کیفیت رہی پھر وہ بڑی مدھم آواز میں رازداری کے ساتھ بولا۔ ''تم نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔ آؤ وہ نیچے ہے۔ دیوی کے چرنوں کے نیچے تہہ خانے میں' میرے ساتھ آؤ۔''

یکایک اس کے اس طرح بدل جانے اور نرم لہجے میں بات کرنے پر مجھے تعجب ہوا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جبراً قہراً میرے ساتھ چل رہا ہے۔ چلنے کا انداز بتا رہا تھا جیسے اس میں اس کی مرضی کو دخل نہ ہو۔ آنکھیں خوابیدہ خوابیدہ' قدم آہستہ آہستہ' اس کے دل و دماغ پر کسی اور قوت کی حکومت تھی۔

یہ پراسرار قوت یقیناً پریتم لال کی تھی جو اس نے مجھے مالا کے ساتھ دان کی تھی۔ اب میں برسوں کی کوششوں اور کشمکش کے بعد اپنی نرگس کے قاتل کے پاس جا رہا تھا۔ میرا کیا عالم ہوگا' تصور کیجئے' چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور طیش سے تمتما رہا تھا۔ خون تیزی سے گردش کر رہا تھا اور مٹھیاں بھنچی جاتی تھیں۔ بدری نرائن کا ذلیل وجود ایک عرصے کی جستجو کے بعد اب کسی لمحے بھی میرے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ سکتا تھا۔ راستے میں مجھے بسنتی داسی ملی۔ اس نے تلسی داس کے ساتھ مجھے دیکھ کر دانتوں میں انگلی دبالی' میں مسکراتا ہوا فتح مندی کے ساتھ اس کے قریب سے گزر گیا۔ تلسی داس مجھے محرابی دروازے کی دوسری سمت لے گیا جہاں کالی کی قد آدم مورتی کھڑی تھی۔ مورتی کی پشت پر ایک دروازہ تھا ہم دونوں اس دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ یہاں کالی کے مختلف زاویوں کی بے شمار چھوٹی بڑی مورتیاں موجود تھیں جو شاید فروخت کی جاتی تھیں۔ تلسی داس مورتیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک الماری کے قریب جا کر رکا جو دیوار میں پیوست تھی۔ ایک بار پھر تلسی داس نے اطراف کا جائزہ لیا اور دھوتی سے چابیوں کا گچھا نکالا پھر اس نے الماری کا قفل کھول کر ایک پٹ اندر دھکیلا تو میں ششدر رہ گیا۔ بل کھاتی ہوئی سیڑھیاں نیچے کی سمت دور تک چلی گئی تھیں۔ وہ سیڑھیاں دیکھ کر اور اندر کا جائزہ لے کر مجھے یک بارگی یہ احساس ہوا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کہ اگر تلسی داس پیچھے سے دروازہ بند کر کے چلا جائے تو میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گا۔ ہلکی روشنی کی شعاعیں نیچے سے سیڑھیوں پر پڑ رہی تھیں اور پانی کی شرشر آواز آرہی تھی۔ تلسی داس مجھے وہاں تک پہنچا کر الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''بدری نرائن نیچے موجود ہے۔ پرنتو مہاشے اس پوتر استھان پر تم کوئی دنگا فساد نہیں کرو گے' سمجھے؟ دیوی کی شکتی مہان ہے۔ وہ اپنے پجاریوں کو کشٹ دینا برداشت نہیں کرے گی۔ جاؤ اسے یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔''

میں نے تلسی داس کے کہے ہوئے جملے تولنے کے لیے ایک نظر اس کے ستے ہوئے چہرے پر ڈالی۔ مجھے اعتماد ہو گیا کہ تلسی داس کسی شرارت کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ پھر میں زینے سے نیچے اترنے لگا۔ پشت سے دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تو میں چونکا لیکن کوئی دھیان دیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ میں ایک جذباتی شخص' اپنی محبوب بیوی کے قاتل بدری نرائن سے انتقام لینے کے شدید جذبے سے اتنا مغلوب ہوا کہ مجھ سے احتیاط کا دامن چھوٹ گیا۔ سیڑھیاں عبور کر کے میں نیچے پہنچا تو وہاں بھی بے شمار مورتیاں اور پوجا پاٹ کا بہت سا سامان جمع تھا۔ وہ سارا ماحول پراسرار تھا لیکن جمیل احمد خان نہ جانے کتنے مرحلوں سے گزر چکا تھا۔ کوئی نیا شخص جاتا تو سیڑھیاں دیکھ کر ہی اس کے اوسان خطا ہو جاتے۔ یہاں دو بڑے کمرے تھے۔ میں نے پہلا کمرا دیکھا جو بالکل خالی تھا اور ویرانی کا منظر پیش کر رہا تھا۔ میں دوسرے کمرے میں داخل ہوا تو آنکھوں میں خون اتر آیا۔ جی میں تو آیا کہ اچانک اس کے سر پر چڑھ جاؤں اور نرخرا دباؤں یا پیچھے سے چھرا گھونپ دوں مگر مارنے سے پہلے میں اسے ذلیل و مطعون کر کے دل کا غبار ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ میں خاموشی سے کمرے کی ایک دیوار سے چپک گیا۔ میرے اطراف میں ان گنت مورتیاں تھیں۔ میں نے بڑے تحمل سے کہا۔ ''آخر کار میں آ گیا۔''

بدری نرائن یہ سن کر یوں اچھلا جیسے کسی بچھو نے اسے اندھیرے میں ڈنگ مار دیا ہو۔ ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی پھر وہ سنبھل کر بولا۔ ''جمیل احمد خان۔ تم...... تم...... یہاں؟''

''ہاں۔ میں' غور سے دیکھ لو۔ میرے ساتھ انکا بھی نہیں ہے۔''

''تم کیا چاہتے ہو؟'' اس نے گھبراہٹ میں یہ دلچسپ سوال کیا۔

''خوب' تم یہ بھی نہیں جانتے بھولے بادشاہ' سنو۔ میں اپنی پیاری انکا کو تمہارا خون پلانا چاہتا ہوں۔ اسے تمہارا خون پینے کی بڑی آرزو ہے۔'' میں نے طنزیہ کہا۔

''تم نے وعدہ خلافی کی تھی۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔''

''میں تم سے وضاحت نہیں مانگ رہا ہوں۔ نرگس مر چکی ہے مگر اس کی آتما بیاکل ہے۔ میں اسے شانت کرنے کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔''

''جمیل احمد خان' مجھ سے غلط ہو گئی ہے' کیا تم مجھے شما نہیں کر سکتے؟ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ میں تمہارے

بہت کام آ سکتا ہوں۔

''کمینے۔ بس کر بس کر۔'' میں نے اچانک گرجتے ہوئے کہا۔ ''زیادہ باتیں نہ بنا۔ ہوشیار ہو جا۔ آج تیری موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ آج میں تیرے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے آیا ہوں۔ خود کو میرے حوالے کر دے اور مندر سے باہر آجا۔''

بدری نرائن کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ اس پر مردنی چھائی ہوئی تھی' میں پہلے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا تھا۔ میں نے منہ بنا کر کہا۔

''بزدل۔ حرام زادے۔ تو نے بڑی کمینگی کا ثبوت دیا ہے' اب سیدھی طرح میرے ساتھ چل۔''

''میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ میں دیوی کی شرن میں ہوں۔'' بدری نرائن نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''تو پھر مجھے یہیں تیرا کام تمام کرنا ہوگا۔'' میں خطرناک ارادے سے آگے بڑھنے لگا۔ بدری نرائن خوف زدہ انداز میں پشت کی طرف کھسک رہا تھا۔ پجارن بھی لرز رہی تھی۔ وہ وہاں سے بھاگ گئی لیکن اس سے قبل کہ میں بدری نرائن کے قریب پہنچتا' تہ خانے میں دیواروں کی طرف سے ایک بھرائی ہوئی نسوانی آواز گونجی۔ ''جمیل احمد خان! رک جاؤ۔ یہ میرا پوتر استھان ہے۔ یہاں خون خرابا نہیں ہوتا۔ میرے سیوک تلسی داس نے بھی تم سے یہی کہا تھا پرنتو شاید تم بھول گئے۔''

''دیوی۔ دیوی اپنے سیوک کی رکشا کر۔'' بدری ایک بڑی مورتی کے چرن پکڑ کر گڑگڑایا' پھر ڈنڈوت کرنے لگا۔

میں نے مورتی کی جانب نظر اٹھائی۔ پتھر کی اس مورتی کی آنکھیں مجھے خون آلود نظر آئیں۔ بالکل زندہ انسانوں کی طرح۔ اچانک گھنٹیاں بجنے لگیں اور ایسا شور ہوا کہ میرا سر چکرا گیا۔ میں ایک لمحے کے لیے حیران رہ گیا میں نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ساری مورتیاں حرکت میں آگئی ہوں' جیسے وہ سب ایک ساتھ بولنے لگی ہوں لیکن میں نے سر جھٹک کر یہ پراگندہ خیالات ذہن سے نکالنے چاہیے۔ میں پھر آگے بڑھا مگر بدری نرائن پہلو بچا کر نکل گیا۔ اسی لمحے وہ آواز پھر گونجی۔

''پریتم لال نے جو شکتی تمہیں دان کی ہے وہ اس نے میری سیوا کرنے کے بعد پراپت کی تھی۔ اسی کارن میں تمہیں شما کرتی ہوں۔ پرنتو اب تم ترنت اس استھان سے چلے جاؤ۔ اگر تم یہاں سے نہیں گئے تو تمہیں ایسا کشٹ دیا جائے گا کہ سارا جیون بیاکل رہو گے۔ جاؤ اس پوتر استھان سے نکل جاؤ۔''

اس پراسرار آواز نے مجھے حواس باختہ کر دیا۔ میں حیرت زدہ ہو کر چاروں طرف استادہ مورتیاں دیکھ رہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ ان میں سے ایک بڑی مورتی کی آنکھوں میں چمک نظر آ رہی تھی۔ اس کی پتلیوں میں حرکت ہوئی اور اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ میں نے آنکھیں مل کر دوبارہ دیکھا تو وہ مجھے ساکت نظر آئی۔ پریتم لال کے حوالے پر بھی میں حیران تھا۔ بدری نرائن اب مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تھا۔اس کے ہونٹ تیزی سے ہل رہے تھے۔میں نے ان طلسمات کی کوئی پروانہ کی تھی۔نرگس کے قاتل کو اتنی آسانی سے معاف نہیں کیا جاسکتا تھا۔اسے اس عالم میں دیکھ کر میرا جوش انتقام بھڑک اٹھا۔میں نے گرج دار آواز میں کہا۔"بدری نرائن کوئی آخری خواہش کرنی ہو تو کرلے' آج تجھے میرے ہاتھوں سے کوئی طاقت نہیں بچاسکتی۔میں تیرا خون پیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔میں نے بہت صبر کرلیا۔"

میں نے سوچا مجھے اب دیر نہیں کرنی چاہیے' بدری نرائن کسی صورت میں روبرو مقابلے کے لیے تیار نہ ہوگا۔حالانکہ جی چاہتا تھا کہ میں بہادر لوگوں کی طرح اسے شکست دے دوں لیکن وہ تو گھگیا رہا تھا اور مورتی کے آگے گڑگڑا کر فریاد کر رہا تھا۔میں اس بار اس کے سینے پر چڑھ جانے کے ارادے سے آگے بڑھا تو وہی نسوانی آواز تھرتھرائی ہوئی کمرے میں گونجی۔"جمیل احمد خان رک جاؤ۔رک جاؤ۔میرا حکم ہے تم جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔"

میں نے جس ظالم شخص کو اتنے دنوں تک زندہ رہنے دیا ہو' اب اسے ان آوازوں کے فریب میں آکر کیسے چھوڑ سکتا تھا۔جب نرگس کا چہرہ میرے تصور میں ابھرا اور اس کی خون آلود لاش یاد آئی تو میں اور مشتعل ہوگیا۔میں نے اس پراسرار آواز کی کوئی پروانہ کی۔بدری نرائن کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔میں پھر آگے بڑھا لیکن اسی وقت گھنٹیوں کی پرشور آواز تیز ہوگئی۔اتنی تیز کہ عام آدمی چکرا کر گر جائے۔میں نے زمین پر مضبوطی سے قدم جمائے اور لپک کر بدری نرائن پر ٹوٹ پڑنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ٹھیک اسی وقت کمرے میں روشنی ہوئی اور کمرے میں ہر طرف آگ کے بڑھتے ہوئے شعلے نظر آنے لگے۔کمرے کے تمام در و دیوار آگ کی لپیٹ میں تھے' میں مجبور اُدرمیان میں کھڑا ہوگیا۔آگ کے ان شعلوں میں کوئی فوری فیصلہ کرنا مشکل تھا۔مجھے معلوم تھا کہ باہر سے دروازہ بند ہے۔کوئی اور راستہ بھی نہیں۔گویا یہ سازش تھی۔یہ خیال آتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ میرا آخری وقت آچکا ہے۔میں پھر ان کے دام میں آگیا ہوں۔اس بار رہائی مشکل ہے اس لیے کہ انکا بھی موجود نہیں ہے' رہی پریتم لال کی شکتی تو کالی کے مندر میں اس کی اوقات ہی کیا ہے؟ میں نے یہ سوچ کر بدری نرائن پر چھلانگ لگادی کہ مرنے سے پہلے اس کا کام تمام کر جاؤں۔وہ پہلو بچا کر کمرے میں ادھر ادھر بھاگنے لگا۔میں نے آگ کے شعلے خاطر میں نہ لاتے ہوئے ایک بار پھر بدری نرائن کو پکڑنا چاہا۔یہ چوہے بلی کا کھیل تھا۔اس وقت میرے ہاتھ میں اس کی دھوتی آگئی۔میں نے دھوتی کا سرا پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔وہ پھر بھاگنے لگا تو میں نے اسے آگ کی طرف دھکیل دیا۔میرے لیے تعجب کی بات یہ تھی کہ وہ آگ میں جھلسنے کے بجائے صاف نکل آیا۔اسے کوئی موقع دیے بغیر میں نے پھر ایک کوشش کی۔وہ ایک بڑی مورتی کی پشت پر چھپنے لگا۔وہاں بھی آگ لگی ہوئی تھی۔میں نے مورتی کے پہلو سے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا لیکن کالی کی وہ بڑی مورتی جو میرے بائیں جانب ایک چبوترے پر نصب تھی' تیزی سے میرے اوپر

آگری۔میں نے بچنے کی کوشش کی لیکن بچ نہ سکا۔مجھے اپنے شانے پر شدید چوٹ کا احساس ہوا۔میری نظروں کے سامنے اندھیرا اچھل گیا اور میں تیورا کر زمین پر گر پڑا اور تمام حواس ساتھ چھوڑ گئے اور دل ڈوبنے لگا۔یہ محسوس ہوا جیسے میری روح جسم سے جدا ہوا چاہتی ہے۔

مگر سخت جان جمیل احمد خان یہ وار بھی سہہ گیا۔وہ کالی کے مندر سے کوئی ایک فرلانگ دور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر غلاظتوں کے درمیان پڑا ہوا تھا۔جب دل کچھ قابو میں آیا اور حواس بجا ہوئے تو سارا واقعہ ذہن میں گھوم گیا۔کالی کی قوت نے مجھے اپنے پوتر استھان سے اٹھا کر یہاں لا پھینکا تھا۔بات صاف تھی کہ آخر کالی نے اپنے سیوک بدری نرائن کو میرے ہاتھوں سے بچالیا تھا۔میں بے چین ہو کر وہاں سے اٹھا اور تیزی سے جوش کے عالم میں دوبارہ مندر کی طرف بڑھا۔میں اس آگ میں کہیں بھی نہ جھلسا تھا اور نہ مجھے اپنے شانے پر چوٹ کا کوئی شدید احساس تھا۔تھوڑی دور جانے کے بعد میں نے اپنے جذبات کے سرکش گھوڑے کی لگام کھینچی۔میں انکا سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ پریتم لال کی شکتی کے باوجود اس ناکامی کا سبب کیا ہے اور میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔انکا نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مندر سے واپسی پر میرے سر پر آجائے گی مگر وہ غائب تھی۔میں نے اسے بے تحاشا آوازیں دیں لیکن بے سود۔غصے نے مجھ پر دیوانگی طاری کردی' یہ انکا کہاں چلی گئی۔اسی لمحے میرے ذہن میں ایک پریشان کن خیال ابھرا۔کہیں کالی کی مہان شکتی نے انکا کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچایا ہو۔اگر ایسا ہوگیا تو میں تو لٹ گیا۔انکا کی غیر موجودگی نے مجھے اتنا الجھایا کہ میں پاگلوں کی طرح سڑک پر دوڑنے لگا جیسے انکا مجھے سڑک پر کہیں کھڑی ہوئی نظر آجائے گی۔چار و ناچار تھک کر مندر میں دوبارہ جانے کا ارادہ ترک کر کے میں اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔

دن چڑھ آیا تھا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ میں زیادہ دیر تک کوڑا کرکٹ پر بے ہوش نہیں پڑا رہا۔ہوٹل میں اپنے کمرے پر پہنچا تو میرے ذہن کو دوسرا جھٹکا لگا۔کمرا باہر سے مقفل تھا جس کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔کلکتے میں مالا رانی کا تنہا باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں پھر وہ لوگ کہاں چلے گئے۔کیا کہیں مالا رانی کو بھی؟ میں اس سے آگے کچھ نہ سوچ سکا۔تیزی سے ہوٹل کے منیجر کے کمرے تک گیا۔میں اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مالا کہاں گئی؟ منیجر مسلمان تھا۔اس نے مجھے دیکھا تو بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے پیچھے سے اپنے دفتر کا دروازہ بند کیا پھر خوف زدہ لہجے میں کہنے لگا۔

"جمیل صاحب......آپ۔"

"جلدی بتاؤ۔منیجر۔" میں نے منیجر کا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔"میرے کمرے میں قفل کیوں پڑا ہے؟ جن لوگوں کو میں کمرے میں چھوڑ گیا تھا وہ کہاں ہیں؟ کیا کہہ گئے ہیں؟ کب آئیں گے؟" میں نے ایک ہی سانس میں منیجر سے نہ جانے کتنے سوال کر ڈالے۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

وہ بے چارہ مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔ مجھے بیٹھنے کے لیے اس نے کرسی پیش کی اور راز داری سے کہنے لگا۔ ''خان صاحب' جن لوگوں کو آپ کمرے میں چھوڑ گئے تھے' انہیں پولیس گرفتار کر کے لے گئی ہے۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے جس لڑکی کو اپنی بیوی بتایا تھا در اصل ایک ہندو لڑکی تھی اور اسے آپ اغوا کر کے لائے تھے۔ پولیس نے جس وقت چھاپا مارا اور اس وقت لڑکی کے رشتے دار بھی ساتھ تھے۔''

''منیجر!'' میں صدمے سے چکرا کر بولا۔ ''یہ سب اتنی جلدی کیسے ہو گیا؟''

''خان صاحب' آپ مسلمان ہونے کے رشتے سے میرے بھائی ہیں۔'' منیجر نے قریب آ کر دبی زبان میں کہا۔ ''یہاں کے بنگالی ہندو بہت متعصب ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ تو آپ کلکتے سے فوراً فرار ہو جائیے۔ یہ ہنگامہ کسی وقت بھی بڑھ کر فرقہ وارانہ فساد کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ پولیس آپ کی تلاش میں ہے۔ لڑکی کا باپ کلکتے کا بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اگر آپ ایک بار اس کے چنگل میں پھنس گئے تو بچنا محال ہو جائے گا۔ یوں بھی یہ ہندو مسلم فساد کا معاملہ ہے۔ لڑکیوں کا چکر ہمیشہ ... ہے۔ اس لڑکی پر لعنت بھیجیے' جتنی جلدی ممکن ہو...... یہ ہوٹل کی بدنامی کا معاملہ بھی ہے۔ معاف کیجئے میں ایسی حرکتیں پسند نہیں کرتا۔''

''منیجر۔ بکواس بند کرو۔'' میں نے غصے سے اٹھ کر منیجر کے گال پر اس زور کا طمانچہ رسید کیا کہ وہ لڑکھڑا کر کرسی سے ٹکرایا اور کرسی سمیت فرش پر الٹ گیا۔ مجھ پر خون سوار تھا۔ بدری نرائن کے معاملے میں ناکامی کے بعد اس دوسرے صدمے نے میرا ذہنی توازن بگاڑ دیا۔ نہ جانے مجھے کیا ہوا۔ میں اچھل کر منیجر کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور اپنے واحد ہاتھ سے اس کا گلا دبانے لگا۔ منیجر اس صورت حال کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میں ایک ذرا سی بات پر اس قدر مشتعل ہو جاؤں گا۔ وہ خود کو بچانے کی خاطر میرے جسم کے نیچے مچل رہا تھا۔ اسے مارنے کی کوئی تک نہیں تھی۔ اس سے پہلے کہ منیجر کا دم نکل جاتا' انکا میرے سر پر آ گئی۔ دوسرے ہی لمحے انکا کی گھبرائی ہوئی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

''جمیل' ہوش میں آؤ۔ اس غریب نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ یہ تو تمہارا ہمدرد ہے۔''

انکا کی آواز سن کر میرے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں منیجر کو چھوڑ کر اسے دھتکارتے ہوئے اٹھا اور بڑے بیزار لہجے میں انکا سے اس کی عدم موجودگی کا سبب پوچھا۔ انکا خود بھی اس وقت بہت پریشان نظر آ رہی تھی وہ جلدی سے بولی۔ ''معلوم ہے جمیل۔ تم مجھ سے ناراض ہو' لیکن بات ہی کچھ ایسی تھی کہ مجھے کالی کے مندر سے یہاں آنا پڑا۔ تمہارے چچا اور مالا رانی کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ مالا رانی کو تو اس کے والد اور بھائی اپنے گھر لے گئے۔ تمہارے چچا حوالات میں بند ہیں۔ پولیس والوں نے انہیں بڑی بے رحمی سے مارا ہے۔ وہ ان سے تمہارا پتا دریافت کر رہے ہیں۔ جمیل تمہاری قسمت بڑی خراب

ہے۔ جب حالات ذرا سدھرنے لگتے ہیں' کوئی نہ کوئی مصیبت آ جاتی ہے۔''

''لیکن اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟'' میں نے تلملا کر سوال کیا۔

''بھاگ کے کھیل ہیں جمیل۔'' انکا نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ''اسٹیشن سے آتے وقت مالا رانی کے کسی رشتے دار نے اسے دیکھ لیا تھا۔ پولیس کے سامنے مالا رانی نے یہی بیان دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ اپنی مرضی سے آئی ہے لیکن تمہارے با اثر مالدار سسر نے پولیس والوں کی مٹھی گرم کر رکھی تھی۔ مالا رانی کی ایک نہ چل سکی۔ باپ اور بھائی زبردستی اسے پکڑ کر لے گئے۔''

''اور تم نے کیا کیا؟'' میں نے انکا سے پوچھا۔

''یہ واقعہ دوپہر کا ہے۔ جب میں پہنچی تو سارا کھیل بگڑ چکا تھا۔ میں مالا رانی کے سر پر گئی۔ وہ بہت پریشان تھی۔ میں نے اسے پریشانی سے بچانے کے لیے اس کا ذہن ماؤف کر دیا۔ وہ سارے وقت میرے اشاروں کی تابع رہی پھر میں وہاں سے چلی آئی۔ ابھی میں اکیلی کچھ سوچ رہی تھی کہ تمہارے پاس آنے کی ضرورت پڑ گئی۔''

''اب کیا کیا جائے۔ کبھی زندگی میں سکون بھی نصیب ہو گا انکا؟''

''ایک شرط پر سکون مل سکتا ہے۔''

''وہ کیا؟''

''تم یہ جذباتی حرکتیں' ضدی پن اور جلد مشتعل ہو جانا چھوڑ دو۔ ابھی میں نہ آتی تو تم ایک اور جرم میں پھنس جاتے۔''

''انکا۔ ایسے حالات میں کون شخص خود کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔ تمہاری زبان سے نصیحتیں اچھی نہیں لگتیں۔''

''جمیل۔ تم بعض اوقات اجنبیت کی باتیں کرنے لگتے ہو۔'' انکا اداسی سے بولی۔

''اچھا اچھا۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ اب یہ بتاؤ کہ مالا رانی اور چچا جان کو کس طرح اس مصیبت سے نجات دلائی جائے۔'' میں نے جز بز ہو کر کہا۔

''چلو اپنے کمرے میں چلو۔ غسل کر کے کپڑے تبدیل کرو۔ میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔ دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے۔''

میں نے انکا کی زبانی پوری تفصیل دوبارہ معلوم کر کے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ کپڑے تبدیل کیے اور ٹیکسی پکڑ کر تھانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ میری ذہنی حالت بڑی ابتر تھی' پے در پے صدمات نے مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا۔ راستے میں انکا کے پوچھنے پر میں نے کالی کے مندر میں پیش آنے والی ساری روداد اسے سنائی تو انکا غور و فکر میں ڈوب گئی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ بولی۔ ''تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دھوکا ہے جمیل۔ بدری نرائن کوئی معمولی پنڈت تو ہے نہیں۔ اس نے خود کو تم سے بچانے اور تمہیں موت کے منہ میں دھکیلنے کے لیے یہ سارا بہروپ بھرا تھا۔ پریتم لال کی پراسرار قوت نے اگر تمہاری مدد نہ کی ہوتی تو شاید......"

"مگر میں نے دیوی کی آنکھیں اور ہونٹ متحرک دیکھے تھے۔ کمرے میں ایک نسوانی آواز گونج رہی تھی۔ وہ مجھے بار بار وہاں سے بھاگ جانے کی تلقین کر رہی تھی پھر وہاں اچانک خوفناک آگ لگ گئی اور ایک مورتی میرے سر پر آ گری۔"

"یہ تو معمولی کرتب ہے جمیل۔ بدری نرائن نے ایک مدت تک دیوی اور دیوتاؤں کے لیے بڑے بڑے جاپ کیے ہیں۔ اس کے لیے یہ معمولی قسم کے چمتکار دکھانا کوئی مشکل نہیں۔ کچھ شکتیاں اس کے قبضے میں بھی ہیں۔ شاید تمہیں پریتم لال کی شکتی سے صحیح طور پر کام لینا نہیں آیا لیکن اس کا بندوبست ہمیں بعد میں کرنا پڑے گا۔ پہلے ہمیں مالا رانی اور تمہارے چچا جان کے بارے میں کچھ کرنا ہے۔"

"انکا۔ کیا کم بخت بدری نرائن ہمیشہ مندر ہی میں رہے گا؟"

"ہاں۔ اسے مجھ سے ڈر ہے۔ وہ جب تک پریتم لال جیسی شکتی حاصل نہیں کر لیتا اور ایک خاص علاقے میں گیان دھیان کے لیے کالی اسے آ گیا نہیں دیتی' اس وقت تک وہ مندر میں مقید رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک بار ضرور باہر آئے گا۔ مجھے اس کے باہر آنے ہی کا انتظار ہے۔"

"جب تک میری موت واقع ہو جائے گی۔" میں نے زہر خند سے کہا۔

"ارے جمیل۔ تم بہت مایوسی کی باتیں کر رہے ہو۔ ابھی تو تمہیں نہ جانے کیا کیا دیکھنا ہے۔ ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔" انکا نے اٹھلا کر اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"بس کرو انکا۔ اب اعصاب میں دم نہیں رہا۔ خاموش ہو جاؤ۔"

راستے بھر انکا حسب معمول مجھے پرسکون رہنے کی تلقین کرتی رہی۔ میرا ذہن کئی حصوں میں بٹ چکا تھا۔ نرگس کا قاتل اپنی قوت کی وجہ سے میری آنکھوں میں دھول جھونک کر صاف بچ نکلا تھا۔ اگر میں پریتم لال کی شکتی کا غلاف نہ اوڑھے ہوتا تو عین ممکن تھا کہ نرگس کے پاس دوسری دنیا میں پہنچا دیا جاتا۔ ...ے ایک ...رف مالا رانی کی فکر لاحق تھی اور دوسری طرف اپنے چچا جان خورشید احمد خان کی گرفتاری کا غم ...ا۔ ایک عرصے بعد ان ... ت ہوئی تھی اور میری وجہ سے کتنے شرمناک واقعات میں ملوث ہو کر پریشانیوں کا شکار ہو گئے تھے۔

تھانے پہنچ کر میں سیدھا انسپکٹر کے کمرے میں گیا۔ انسپکٹر نے غالباً میری خوش پوشی سے متاثر ہو کر مجھے کرسی پیش کی لیکن جب میں نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ میں خورشید احمد خان کی ضمانت لینے آیا ہوں تو انسپکٹر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ مجھے فاتحانہ انداز میں قہر آلود نظروں سے گھور کر کہنے لگا ہوں۔ "تو تم ہو' وہ

جمیل احمد خان' اچھا ہوا تم خود آ گئے۔ ہمیں تمہاری ہی تلاش تھی۔"

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا انسپکٹر۔" میں نے دبنگ آواز میں کہا۔ "مالا مجھے ایک مہان پجاری پریتم لال نے سورگباش ہوتے وقت دان کی تھی۔ کنیا دان کے ساتھ اس نے جہیز میں کچھ شکتی بھی دی تھی۔"

"اچھا۔ بڑی دلچسپ باتیں کر... تے ہو۔" انسپکٹر نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا پھر گرج کر بولا۔ "دو چار روز حوالات میں رہو گے تو تمہارا ذہنی توازن خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ ہمیں بڑے بڑوں کے دماغ ٹھکانے لگانا آتا ہے۔"

"انسپکٹر تم گستاخی کر رہے ہو۔ شاید تم نے جمیل احمد خان کا نام نہیں سنا؟" میں نے بھی لہجہ بدلا۔

"بکواس بند کر مسلے' یہ تھانہ ہے۔ تیرے باپ د... ی جاگیر نہیں ہے۔" انسپکٹر ایک دم کھڑا ہو گیا۔

"تم اوقات سے بڑھ رہے ہو انسپکٹر۔ کھال میں رہنے کی کوشش کرو ورنہ یہ پورا تھانہ کھنڈر میں تبدیل کر دوں گا۔" میں نے بگڑتے ہوئے تیور سے کہا۔

انسپکٹر نے میری جرات اور بے باکی دیکھ کر شاید حفظ ماتقدم کے طور پر جھٹ اپنا پستول نکال لیا اور میری طرف تان کر اپنے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ لانے کی کوشش کی۔

"اس معمولی کھلونے سے تو آپ واقف ہوں گے جمیل احمد خان۔ کیا اب پھر آپ کچھ بکواس کرنے کی زحمت کریں گے؟"

"انسپکٹر۔ یہ کھلونا اپنے پاس رکھو۔ ... بچوں کی باتیں ہیں۔ یہ کھیل میں بہت دن ہوئے چھوڑ چکا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خوب خان صاحب! آپ خاصے لحائے کھیلے معلوم ہوتے ہیں' بہرحال اب آپ اپنے آپ کو گرفتار سمجھیں۔" انسپکٹر نے سرد لہجے میں کہا۔

"شاید تم بھول گئے ہو۔ میں اپنے چچا جان کی ضمانت لینے آیا ہوں۔"

"ہاں ہاں وہ تو جناب نے پہلے بتا دیا تھا مگر میری عرض بھی سنیں۔ آپ کو معلوم ہو گا خان صاحب کہ یہ اغوا کا کیس ہے۔ اس میں گرفتار شدہ شخص کی ضمانت صرف عدالت قبول کر سکتی ہے۔ مجھے یہ اختیار نہیں ہے البتہ مجھے اور اختیارات ضرور حاصل ہیں۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔" میں آپے سے باہر ہو گیا۔ "یہ اغوا کا کیس ہرگز نہیں ہے۔ میرے خلاف جھوٹا اور خواہ مخواہ کا مقدمہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں اس سلسلے میں عدالت وغیرہ سے رجوع کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ تمہیں میرے چچا کی ضمانت قبول کرنی ہی پڑے گی۔"

"انسپکٹر مسکرایا۔ "فی الحال تو میں آپ کو گرفتار کر رہا ہوں۔ یقیناً یہ بات میرے اختیار میں ہے۔"

"یہ تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔ تم وہ کام کرنا چاہتے ہو جو تمہارے امکان سے باہر ہے۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"میں بھی آپ کو بتاؤں گا خان صاحب کہ میرے امکان میں کیا ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد اس نے اٹھ کر پستول کا رخ میری طرف کیا۔ انکا اسی موقع کی منتظر تھی۔ وہ اسی وقت میرے سر سے رینگ کر اتر گئی۔ دوسرے ہی لمحے انسپکٹر کا رویہ نرم پڑ گیا۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر دیر تک تذبذب کی کیفیت سے دوچار رہا پھر بولا۔ "معاملہ بے حد سنگین صورت اختیار کر گیا ہے خان صاحب' لیکن میں اپنے اختیارات کی حدود سے تجاوز کر کے خورشید احمد خان کے سلسلے میں آپ کی ضمانت قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

میں سمجھ گیا کہ انکا انسپکٹر کے سر پر چلی گئی ہے۔ میں نے بات کو طول دینا مناسب نہیں سمجھا۔ خاموشی سے ضمانت کے کاغذات الٹے سیدھے پر کیے اور انسپکٹر کی طرف بڑھا دیے۔ البتہ میں نے اس دوران اس سے مالا کے باپ کنور پرتاپ کے بارے میں ضروری تفصیلات حاصل کر لیں۔ انسپکٹر کے بیان کے مطابق کنور پرتاپ کا شمار بہت بڑے جاگیرداروں میں ہوتا تھا۔ اس کا لمبا چوڑا کاروبار دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ تفصیلات معلوم کرنے کے بعد میں انسپکٹر کے ساتھ حوالات کے اندر گیا جہاں میرے چچا نہایت خستہ حالت میں پختہ زمین پر پڑے کراہ رہے تھے۔ پولیس والوں نے انہیں حقیقتاً بڑی بے دردی اور بے رحمی سے مارا تھا' ان کا لباس شکستہ ہو گیا تھا۔ جلد جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی اور خون رس رہا تھا۔ سر اور داڑھی کے بال خون میں لت پت تھے۔ ان کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔

اپنے چچا کو اس اذیت ناک حالت میں دیکھ کر میں کھول اٹھا۔ جی میں آئی کہ ڈیوٹی پر تعینات تمام پولیس والوں کو ان کے سنگ دل افسروں سمیت موت کے گھاٹ اتار دوں مگر اس وقت کوئی ہنگامہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے مالا کی خبر لینی تھی۔ میں خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو رہا۔ پولیس والوں کو جب خورشید احمد خان کی ضمانت کا علم ہوا تو ان کی حیرتوں کی انتہا نہ رہی۔ شاید انہیں یقین نہیں تھا کہ میرے چچا ان کے شکنجے سے زندہ بچ سکیں گے لیکن چونکہ انسپکٹر میرے ہمراہ تھا اس لیے کسی نے زبان نہیں کھولی۔ میں نے ایک پولیس والے کے ذریعے ٹیکسی منگوائی۔ انسپکٹر کی مدد سے اپنے بے ہوش چچا کو اٹھا کر ٹیکسی میں ڈالا اور تھانے سے روانہ ہو گیا۔

ٹیکسی ابھی کچھ ہی دور گئی تھی کہ انکا دوبارہ میرے سر پر آ گئی۔ اس نے مجھے ایک ایسے ہسپتال کا پتا بتا دیا جو شہر سے خاصی دور تھا۔ میں نے مصلحت کے تحت راستے میں دو ٹیکسیاں بدلیں اور چچا کو سیدھا وہاں پہنچایا اور انہیں اسپیشل وارڈ کے ایک پرائیویٹ روم میں داخل کرا دیا۔ ڈاکٹروں نے معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ ان کی حالت مخدوش ہے۔ میری آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ انکا نے مجھے اداس دیکھا تو میری ڈھارس بندھاتے ہوئے بولی۔

"اتنی پریشانی کی کیا بات ہے۔ تمہارے چچا ایک ہفتے میں ٹھیک ہو جائیں گے۔"

Downloaded from Paksociety.com

"خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔" میں نے دل ہی دل میں انکا سے کہا اور ڈاکٹر سے گفتگو کرنے لگا۔

چچا جان کو ڈاکٹر کے حوالے کر کے میں وارڈ سے باہر کوریڈور میں آ گیا۔ اب مجھے مالا کے سلسلے میں کچھ سوچنا تھا۔ میں ہر صورت میں کنور پرتاپ کے گھر جا کر مالا کو اس کی قید سے آزاد کرانا چاہتا تھا لیکن انکا میری رائے سے متفق نہیں تھی۔ کچھ دیر ہمارے درمیان گرم و تلخ بحث ہوئی پھر انکا نے مشورہ دیا۔ "تم چچا جان کے پاس ٹھہرو۔ میں مالا رانی کے پاس جا کر حالات کا جائزہ لیتی ہوں۔ اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ ممکن ہے میں اسے کنور پرتاپ کے قبضے سے باہر نکال لانے میں اسی وقت کامیاب ہو جاؤں۔"

"نہیں انکا۔" میں نے افسردگی سے کہا۔ "مالا کو مزید الجھنوں میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ وہ بہت معصوم ہے' اس کے دل و دماغ پر ان غیر متوقع حادثات کا گہرا اثر پڑے گا۔ وہ برسوں سے پریتم لال کی صحبت میں زندگی گزار رہی تھی اس لیے شہر کے لوگوں کی عیاریوں سے واقف نہیں ہو گی۔ اگر وہ کلکتے میں رہی تو اس کے باپ بھائی اسے پھر تلاش کر لیں گے۔ چچا جان کی طبیعت خراب نہ ہوتی تو میں مالا کو لے کر لکھنو چلا جاتا۔ وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں کسی طرح حالات اپنے حق میں ہموار کر کے مالا کو لکھنو پہنچا سکتی ہوں لیکن ......"

"لیکن کیا؟" میں نے انکا کی خاموشی سے الجھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتی ہو انکا۔ کیا مجھے مالا سے بھی دستبردار ہونا پڑے گا؟ تم خاموش کیوں ہو گئیں؟"

"میں سوچ رہی ہوں جمیل۔" انکا سنجیدگی سے بولی۔ "کلکتے میں تمہارا ٹھہرنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ مالا کے رشتے داروں کو جب تمہارے چچا جان کی ضمانت کا علم ہو گا تو وہ دنگے فساد پر اتر آئیں گے یہاں تمہارا روپوش رہنا مشکل ہو جائے گا۔ مجھے ڈر ہے جمیل کہ تم پھر کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ مجھے تم پر اعتبار نہیں رہا۔"

"کیا اعتبار نہیں رہا؟" میں نے غصے سے پوچھا۔

"یہی کہ تم اپنی حفاظت تنہا نہیں کر سکتے ہو۔ تم اتنی جلدی برہم جو ہو جاتے ہو۔"

"انکا تمہارے سوا بھی تو میری کوئی ذات ہے۔"

"لیکن تم ایسے خطرات میں گھر جاتے ہو جو عام آدمیوں کو پیش نہیں آتے اسی لیے تمہیں میری ضرورت پڑتی ہے۔" پھر انکا بہت اداسی سے کہنے لگی۔ "یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے کاش میں تمہارے سر پر نہ آتی تو تم عام آدمیوں کی طرح خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہوتے۔ میری وجہ سے تم پر

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کیسے کیسے غم ٹوٹے۔"

"انکا مجھ بدنصیب کے لیے تو تم نے بہت کچھ کیا ہے۔" میں نے خجالت سے کہا۔

"کیا کیا۔ یہی کہ تمہارا ہاتھ چھنوا دیا۔ تمہارا خون مجھے پینا پڑا۔ تمہیں میری وجہ سے سڑکوں پر بھیک مانگنی پڑی۔"

"چھوڑو انکا۔ ماضی کی باتیں نہ کرو۔ دل کڑھتا ہے۔" میں نے سوچا انکا نے تو مجھے زندگی کے اصل رنگ دکھائے ہیں۔ میں نے یہ موضوع بدل دیا اور اصرار کرنے لگا۔ "تم میری فکر نہ کرو۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ مالا کی خبر لو۔"

انکا نے مجھے حالات کے تاریک پہلوؤں پر بہت سمجھایا لیکن میں نے اسے یہی حکم دیا کہ وہ میری فکر نہ کرے اور جتنی جلد ممکن ہو مالا کو اس کے باپ کے قبضے سے نکال کر لکھنؤ پہنچا دے۔ انکا میرے حکم کے آگے بے بس ہو گئی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھے تنہا چھوڑ کر جانے پر آمادہ نہیں ہے۔ میں نے تصور کے عالم میں سر پر نگاہ کی تو اسے متذبذب دیکھا۔ میں نے کہا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟ وقت مت ضائع کرو انکا۔ ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ نہ جانے مالا کے باپ بھائی اب تک اس پر کتنے ظلم کر چکے ہوں گے۔ تم مالا کو بچاؤ۔ میرے لیے پریشان نہ ہو۔ میرے پاس پریتم لال کی شکتی ہے۔ میں اپنے دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔"

انکا نے سراسیمگی سے ایک نظر مجھے دیکھا پھر خاموشی سے رینگ کر میرے سر سے اتر گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں دوبارہ اپنے چچا کے کمرے میں چلا گیا۔ میں رات گئے تک ان کے پاس رہا۔ ان کی بے ہوشی برقرار تھی۔ میں خود کو ملامت کر رہا تھا۔ ساری ذمے داری مجھ پر عائد ہوتی تھی۔ اب میں انہیں ہر قیمت پر موت کے منہ سے بچانا چاہتا تھا۔ میں نے ڈاکٹروں کو ایک لمبی رقم دے کر ان کی تمام تر توجہ خرید لی تھی لیکن میرا دل ابھی تک مطمئن نہیں تھا۔ کبھی میں اٹھ کر کوریڈور میں ٹہلنے لگتا۔ کبھی دوبارہ چچا کے سرہانے جا بیٹھتا۔ دل کا کیا کرتا جو قابو میں نہیں آتا تھا۔

اگلی صبح کہیں چچا جان ہوش میں آئے اور ڈاکٹروں نے یہ مژدہ سنایا کہ اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہے میری جان میں جان آئی۔ میں نے گزشتہ روز سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا اس لیے اسپتال سے نکل کر درمیانے درجے کے ایک قریبی ہوٹل میں گیا اور شکم سیر ہو کر ناشتہ کیا تو حالت ذرا درست ہوئی لیکن اب مالا کی فکر دامن گیر تھی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے یونہی وقت گزاری کے لیے ایک اخبار اٹھا لیا۔ مجھے پہلے ہی صفحے پر جو سرخی نظر آئی وہ میرے لیے بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ میں تمام تر انہماک سے وہ اہم خبر پڑھنے لگا جس میں ہوٹل پر پولیس کے چھاپے سے لے کر مالا کے دوبارہ پراسرار طور پر اغوا ہو جانے کی تفصیل درج تھی۔ اس انسپکٹر کو ملازمت سے معطل کر دیا گیا تھا جس نے میرے چچا کی ضمانت

قبول کی تھی۔ مجھے یہ پڑھ کر یک گونہ سکون ہوا کہ مالا دوبارہ اغوا کر لی گئی ہے۔ کسی کو کیا معلوم تھا کہ اسے انکا کی پراسرار قوت لے اڑی ہے۔ اخبار میں میرے بارے میں بس صرف اتنا درج تھا کہ خورشید احمد خان کی ضمانت لینے والے شخص کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور پولیس اس کی تلاش میں ہے۔ میں نے ہوٹل میں موجود افراد کو غور سے دیکھا۔ ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف تھا۔ بل ادا کر کے میں باہر آیا اور کم آباد علاقوں کے درمیان سے گزرتا ہوا بازار گیا جہاں سے میں نے کامدار چادر خرید لی اور اسے فوراً اس طرح شانوں پر ڈال لیا کہ کسی کو مجھ پر شبہ بھی نہ ہو اور میرا کٹا ہوا ہاتھ بھی چھپا رہے۔ ہندوؤں میں اس قسم کی چادر شانوں پر ڈال کر باہر نکلنا عام بات ہے۔ مجھے اب صرف اس بات کی فکر تھی کہ چچا ٹھیک ہو جائیں اور میں انہیں ساتھ لے کر کلکتے سے دور چلا جاؤں۔ میں بدری نرائن کا معاملہ فی الوقت ذہن سے نکالنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اپنے خیالات میں محو میں اسپتال کے قریب پہنچا تو دروازے کے باہر پولیس کی گاڑی دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ چنانچہ صدر دروازے سے اسپتال میں داخل ہونے کے بجائے میں ایک لمبا چکر کاٹ کر پشت کی جانب پہنچا اور احاطے کی دیوار کے قریب رک کر اندر دیکھا تو میرا شبہ یقین میں بدل گیا۔ یہاں سے مجھے پرائیویٹ وارڈ کا برآمدہ نظر آ رہا تھا۔ برآمدے میں چار پانچ پولیس افسر موجود تھے۔ ان کے ساتھ ایک موٹا تازہ آدمی بھی سوٹ بوٹ میں کھڑا تھا اور منہ بنا بنا کر ایک پولیس افسر سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میں ان کے درمیان ہونے والی باتیں نہیں سن سکتا تھا۔ البتہ میں نے اتنا اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شخص کنور پرتاپ ہی ہو سکتا ہے۔ برآمدے کے ساتھ ہی ایک شاندار گاڑی کھڑی تھی جو میرے اندازے کی تصدیق کر رہی تھی۔

میں دیوار کے قریب سے ہٹ کر سڑک پر آ گیا۔ اب میرا وہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آخر پولیس کو میرے چچا کے بارے میں کس ذریعے سے معلومات حاصل ہو گئیں۔ اسپتال میں پولیس کی موجودگی کا مطلب یہی تھا کہ میں وہاں چلا جاتا تو گرفتاری یقینی تھی۔ مجھے اس بات کی فکر ستانے لگی کہ نہ جانے پولیس والے میرے چچا کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہے ہوں۔ اگر انکا میرے سر پر ہوتی تو بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن وہ اس وقت مالا کے پاس تھی اور اس کی فوری واپسی ممکن نہیں تھی۔

میں نے اسپتال سے کوئی چار میل دور ایک معمولی درجے کے ہوٹل میں کمرا لیا اور گوشہ نشین ہو گیا۔ انکا کی واپسی سے قبل میرا آزاد گھومنا پھرنا مصلحت کے خلاف تھا۔ اس روز سارا دن اور تمام رات میں چچا کی خیریت نہ معلوم کرنے کے سبب مضطرب رہا۔ دوسری صبح اخبار کے ذریعے مجھے بس اتنا پتا چل سکا کہ خورشید احمد خان کو پولیس نے دوبارہ برآمد کر لیا ہے لیکن ابھی ان کی حالت مخدوش ہے اس لیے پولیس ان سے کوئی بیان نہیں لے سکی ہے۔ نامہ نگار نے پولیس کے حوالے سے یہ بھی لکھا تھا کہ جس شخص نے خورشید احمد خان کی ضمانت کرائی تھی وہ بھی عن قریب گرفتار کر لیا جائے گا۔ میں نے اخبار اٹھا کر زمین پر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

پھینک دیا پھر دن بھر چچا جان کے بارے میں سوچتا رہا۔ شام ہوئی تو میں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ خواہ حالات کچھ بھی ہوں' میں رات کے وقت اسپتال ضرور جاؤں گا۔ نہ جانے چچا میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔

رات ہونے تک میں اپنے کمرے ہی میں بند رہا۔ جب رات کا اندھیرا ہوا تو میں نے کمرے سے نکلنے کی ٹھانی۔ مجھے اس وقت پریتم لال یاد آیا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ دنیا کی کوئی قوت مجھے گزند نہیں پہنچا سکتی۔ میں اس کی طاقت ایک بار ریل میں آزما چکا تھا' دوسری بار کالی کے مندر میں مجھے پریتم لال کی پراسرار شکتی کا اندازہ ہوا۔ میرا بے ہوش ہو جانے کے بعد زندہ سلامت مندر سے باہر آجانا یقیناً کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ اب ایک ایسا موقع پھر آگیا تھا۔ میں نے چادر اٹھا کر کندھے پر ڈالی اور باہر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دستک کی آواز سن کر چونکا پھر اس خیال سے کہ ہوٹل کا بیرا برتن واپس لینے آیا ہوگا۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے پیچھے ہٹنا پڑا۔

دروازے پر ہوٹل کے کسی بیرے کے بجائے ایک دبلا پتلا سادھو کھڑا ہوا تھا' جسم پر گیروے رنگ کی ایک دھوتی لپیٹے ہوئے تھا۔ پاؤں میں کھڑاؤں تھے۔ سر اور داڑھی کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی لیکن بے حد ڈراؤنی تھیں۔ میں نے سادھو کو سرتاپا غور سے دیکھنے کے بعد بے پروا ہو کر پوچھا۔ ''کس سے ملنا ہے؟''

جواب میں سادھو نے مجھے کچھ سمجھنے اور جائزہ لینے والی نگاہوں سے دیکھا پھر ہاتھ کے دھکے سے مجھے پیچھے ہٹا کر اندر آگیا۔ اس کے جسم میں بلا کی طاقت تھی۔ مجھے اس کے اس گستاخانہ رویے پر غصہ آگیا لیکن میری کسی جوابی کارروائی سے پہلے ہی سادھو نے دروازہ اندر سے بند کرلیا اور میری طرف متوجہ ہو کر سپاٹ آواز میں بولا۔ ''بالک' کیا تیری مت ماری گئی ہے جو باہر جانے کی کوشش کر رہا ہے؟'' اس کی چمکتی نظریں میرے سارے جسم کا احاطہ کر رہی تھیں۔

''تم کون ہو اور اس قسم کی باتیں کیوں کر رہے ہو؟'' میں نے زچ ہو کر کہا۔ نہ جانے سادھو کے چہرے پر وہ کون سا تاثر تھا کہ میں اس کے خلاف کوئی جارحانہ قدم نہیں اٹھا سکا۔

''میری چنتا مت کر۔ اپنا من ٹٹول۔ اس لمحے اپنے چچا کے پاس تیرا جانا ٹھیک نہیں۔'' سادھو نے حکمیہ لہجے میں مجھ سے کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کسی حیرت کا اظہار کرتا یا کوئی جواب دیتا' سادھو نے مجھے حکم دیا۔ ''اب تو یہاں سے باہر قدم نہیں نکالے گا۔''

''مہاراج۔'' میں نے سادھو کے شفقت آمیز حکم سے متاثر ہو کر جواب دیا۔ ''میرے چچا پر جو بپتا پڑی ہے اس کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ میں اپنی جان پر کھیل کر بھی اپنے چچا کو بچانا چاہتا ہوں۔''

''آگے بات نہ کر۔ باہر پگ دھرا تو پکڑا جائے گا۔'' سادھو نے خشک آواز میں کہا پھر کچھ توقف کے

بعد بولا۔ ''تیرے من میں جو ہے وہ کھلا ہوا ہے' تو اپنے چچا کو لے کر یہاں سے جانا چاہتا ہے' پرنتو پولیس کی نظروں سے کیسے بچے گا؟ اس کی آنکھ میں دھول جھونکنا تیرے بس کی بات نہیں۔ کوئی اور اپائے کرنا ہوگا۔ تو چاروں طرف سے گھر گیا ہے۔''

اتنا کہہ کر سادھو نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ میں بڑی صاف گوئی سے اعتراف کرتا ہوں کہ سادھو کی سحر انگیز شخصیت' اس کے لہجے اور اس کے رویے نے مجھے دم بخود کر دیا تھا۔ پتہ نہیں اسے میرا راز کس طرح معلوم ہوگیا۔ آخر اس کا اس طرح میرے پاس آنے سے کیا مقصد تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی بیرے نے میرا کٹا ہوا ہاتھ دیکھ لیا ہو اور پولیس نے اس کی مخبری کی تصدیق کے لیے اپنے کسی آدمی کو سادھو کے روپ میں میرا کھوج نکالنے بھیجا ہو؟ اس خیال نے مجھے چونکا دیا لیکن ٹھیک اسی لمحے سادھو نے آنکھیں کھول کر مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ''تیرے پاس منش کو پرکھنے والی نظر کی کمی ہے۔ تیرے من میں جو کھوٹ ہے اسے دور کر۔ میں تیری سہائتا کے کارن یہاں آیا ہوں اور تو مجھ پر شک کرتا ہے اپرادھی۔''

سادھو کی بات سن کر میں اور حیرت زدہ ہوگیا۔ میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میرے دل میں جو شبہ ابھرا تھا وہ جاتا رہا۔ میں نے عقیدت مندانہ نظروں سے سادھو کی طرف تکتے ہوئے کہا۔ ''بگڑے ہوئے حالات منش کو اپنے سائے سے بھی خوف کھانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ مجھے شما کر دو مہاراج۔''

''سن۔ تو صبح والی گاڑی سے بنارس چلا جا۔ اس کے لیے تجھے چنتا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرا آشیرباد تیرے ساتھ ہے' کوئی شکتی تجھے راستے میں پریشان نہیں کرسکتی۔''

''مگر میرے چچا کیا ہوگا مہاراج۔ میں انہیں چھوڑ کر کیسے جاؤں؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''تو اس کی چنتا نہ کر۔ اسے مجھ پر چھوڑ دے۔ میں تجھے وچن دیتا ہوں کہ سب کچھ تیری آشا کے انوسار ہوگا۔'' سادھو نے ترشی سے کہا۔ ''پرنتو یہ دھیان میں رکھنا کہ کہیں اور نہ بھٹکنا' ورنہ پچھتائے گا۔''

میں جواب دینے میں ہچکچا رہا تھا۔ سادھو نے اس کی مطلق پروا نہ کی اور دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ کئی لمحوں تک میں سوچتا رہا اور پھر ایسے عالم میں کیا فیصلہ ہوتا۔ چچا جان کو اس حالت میں چھوڑ کر جانا مناسب نہیں تھا لیکن اب سادھو کا حکم ٹالنا بھی میرے بس کی بات نہیں تھی۔ کوئی میرے اندر سے مجھے بار بار اکسا رہا تھا کہ میں سادھو کی ہدایت پر بے چون و چرا عمل کروں۔ رات بھر میں اپنی ادھیڑ بن میں مبتلا رہا۔ بنارس کی گاڑی صبح ساڑھے پانچ بجے جاتی تھی۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میں نے رات ہی منیجر کو بلا کر بل ادا کیا اور ڈرتا جھجکتا اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ میں نے اس وقت بھی اپنا ہاتھ چادر میں چھپا رکھا تھا۔ اسٹیشن پر میرے اندیشے کے عین مطابق پولیس والے موجود تھے۔ کچھ سادہ لباس

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

والے بھی تھے جو ایک ایک مسافر کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے دوسرے درجے کا ٹکٹ لیا اور انتظار گاہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب تک گاڑی نہ آ گئی اور میں اس پر بیٹھ کر اسٹیشن کی حدود سے باہر نہیں نکل گیا' مجھے برابر اس بات کا خدشہ لاحق رہا کہ کہیں کسی مشکوک نظر کی زد میں نہ آ جاؤں لیکن سادھو کا کہا ٹھیک ثابت ہوا۔ پولیس والوں اور سادہ لباس والوں نے مجھے دوسرے مسافروں کی طرح ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا تو ضرور' لیکن کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ سفر کے دوران مجھے برابر چچا کی فکر لاحق رہی اور ساتھ ہی مالا کی یاد بھی ستاتی رہی۔

بنارس پہنچ کر میں گاڑی سے اترا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ کلکتے کے ہوٹل کے کمرے میں ملنے والا سادھو وہاں پہلے سے میرا منتظر تھا۔ مجھ پر حیرتوں نے یلغار کر دی۔ یہ یہاں کس طرح پہنچا؟ متعدد سوالات ذہن میں کلبلانے لگے۔ میں ابھی اس بات پر حیران ہو ہی رہا تھا کہ سادھو خاموشی سے میرا ہاتھ پکڑ کر پہلے درجے کی انتظار گاہ کی جانب چلنے لگا۔ میں چپ نہ رہ سکا۔ بے چینی سے پوچھ بیٹھا۔ ''مہاراج۔ میرے چچا کا کیا حال ہے؟''

''دھیرج سے کام لے بالک۔'' سادھو نے میرے سوال پر کوئی توجہ نہ دی۔

انتظار گاہ کے دروازے پر پہنچ کر سادھو نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور گمبھیر لہجے میں کہنے لگا۔ ''بالک' اندر جا کر بیٹھ جا۔''

سادھو کا لب و لہجہ اور انداز ناقابل فہم تھا۔ اس کی شخصیت میرے لیے معمہ تھی۔ پہلے اس نے مجھے کلکتے سے روانہ کیا پھر خود بھی بنارس آ گیا۔ وہ اچانک میری مدد کو کس طرح آ گیا۔ آخر یہ سب کیسے اسرار ہیں' میں خاموشی سے اس کی ہدایت پر انتظار گاہ میں داخل ہوا مگر اندر قدم رکھتے ہی میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ میرے چچا سامنے ایک صوفے پر لیٹے سو رہے تھے۔ میں تیزی سے باہر نکلا' سادھو کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض تھا لیکن سادھو مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ میں نے اسٹیشن کا کونا کھونا چھان مارا لیکن وہ نہ جانے کہاں چلا گیا تھا پھر میں نے انتظار گاہ کی طرف لوٹتے ہوئے ایک قلی سے سادھو کے بارے میں پوچھا۔ قلی نے سادھو کا ذکر سنا تو مجھے حیران کن نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ''کس سادھو کی بات کرتے ہو صاحب۔ تم تو تنہا تھے۔ میں نے خود تمہیں ویٹنگ روم میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔''

''میرے ساتھ ایک سادھو بھی تھا۔'' میں نے قلی کو باور کرانے کی کوشش کی۔ ''اس کے جسم پر گیروے رنگ کی دھوتی بھی تھی۔''

''کیوں مذاق کرتے ہو صاحب' میری آنکھیں ابھی ٹھیک ہیں' تم اپنے ڈبے سے اتر کر سیدھے ادھر آئے تھے' تمہارے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ تمہیں دھوکا ہوا ہے صاحب' زیادہ تھک گئے ہو؟''

قلی سے مزید استفسار بے سود تھا۔ قلی کو سادھو کا نظر نہ آنا حیرت انگیز تھا جبکہ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ

اس قلی نے مجھے سادھو کے ساتھ انتظار گاہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ نہ جانے یہ سب کیسے ہو گیا تھا۔ ذہن پر بہت زور دیا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا پھر میں دوبارہ اندر داخل ہو گیا۔ میرے چچا بدستور آنکھیں بند کیے پڑے تھے۔ ان کے چہرے پر نقاہت تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے سادھو کے بارے میں ضرور کچھ بتا سکیں گے' بنارس تک یقیناً وہی پراسرار سادھو انہیں لایا ہو گا۔ میں نے چچا جان کے قریب جا کر انہیں غور سے دیکھا۔ سونے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ گہری نیند میں ہیں' مجھے ایک بات پر اور بھی حیران ہونا پڑا۔ چچا کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے سرتاپا زخمی دیکھا تھا۔ اسپتال میں انہیں دو دن رہنا پڑا تھا محض دو دنوں میں زخموں کے نشانات کا اس طرح غائب ہو جانا کہ کہیں نشان تک نہ رہے' بڑی تعجب خیز بات تھی پھر یہ کہ چچا کے پاس صرف ایک شیروانی تھی جسے پولیس والوں نے تار تار کر ڈالا تھا' اس وقت وہ ایک نئی شیروانی میں ملبوس تھے۔

اب مجھے یہ فکر تھی کہ ہوش میں آنے کے بعد جب وہ مالا کے بارے میں باز پرس کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا۔ مالا کا نام میں نے انہیں نرگس بتایا تھا میں سوچ سوچ کر الجھ رہا تھا کہ یکلخت میرے بالوں میں جنبش ہوئی۔ میں نے چونک کر تصور کے عالم میں سر کی جانب دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ میری انکا میرے سر پر موجود تھی۔ اس کے چہرے پر شوخی اور مسکراہٹ تھی۔ میں نے سب سے پہلے اس سے مالا کے بارے میں دریافت کیا جس کے جواب میں انکا نے بتایا کہ وہ میرے حکم کے مطابق اسے میرے چچا کے مکان پر لکھنو چھوڑ آئی ہے۔ حالات کے تحت اس نے اپنا پراسرار وجود مالا پر ظاہر بھی کر دیا تھا اور اسے کچھ ضروری ہدایتیں بھی دے آئی تھی تاکہ چچا کے لڑکے اور لڑکیاں اس پر سوالات کی بوچھاڑ کریں تو وہ انہیں خاطر خواہ جواب دے سکے۔ مالا کے بارے میں جان لینے کے بعد میں نے انکا کو اپنے چچا کے بارے میں تفصیل بتائی تو اس نے انکشاف کیا۔ ''جمیل' جس شخص کی تم بات کر رہے ہو' وہ دراصل پریتم لال کا ایک دوست تھا۔ شاید پریتم لال نے مرنے سے پہلے اسے تمہارے بارے میں کچھ بتایا ہو یا اس کی آتما نے تمہاری سفارش کی ہو بہرحال پریتم لال کی شکتی نے پھر تمہاری مدد کی ہے۔ یہ سادھو اپنی عظیم طاقت کے نشے میں ایک بار پریتم لال سے بھی ٹکرا چکا ہے لیکن اسے منہ کی کھانی پڑی۔ پھر یہ سچے دل سے پریتم لال کا دوست بن گیا۔ یہ کوئی چالیس سال پہلے کی بات ہے۔ اس کا نام جگ دیو ہے۔ یہ بوڑھا بھی پہاڑیوں کی کھوہ میں تنہا رہتا ہے۔''

اگر سادھو کی حقیقت کا مجھے علم ہو جاتا تو میں یقیناً دل کھول کر اس کی پذیرائی کرتا اور اس سے دوستی کرتا۔ اب وہ ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ انکا نے اس کے متعلق مجھے بہت کچھ بتایا اور میں کف افسوس ملتا رہا پھر انکا کے مشورے پر میں نے چچا جان کو بیدار کیا۔ چھ سات بار آوازیں دینے کے بعد بازو سے ہلایا تو انہوں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ آنکھیں پھاڑے دیر تک یہ بدلی ہوئی جگہ دیکھتے رہے پھر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بولے۔ ”نرگس کہاں ہے اور ہم لوگ اس وقت کہاں بیٹھے ہیں؟“

”ہم لوگ اس وقت بنارس ریلوے اسٹیشن پر ہیں۔ نرگس کو میں نے لکھنو بھجوادیا ہے۔ اس وقت وہ آپ کے بچوں کے ساتھ ہوگی۔“ میں نے سعادت مندی سے جواب دیا۔

”لکھنو بھجوادیا۔ کیوں؟“ چچا جان نے حیرت سے پوچھا پھر کچھ یاد کر کے بولے۔ ”ہم لوگ کلکتے کے کسی ہوٹل میں مقیم تھے۔ ایکا ایکی بنارس کیسے آگئے؟“

”آپ اپنے ذہن پر زور نہ دیجیے۔“ انکا کی ہدایت پر میں نے ایک مختصر فرضی داستان سنا کر انہیں مطمئن کرنا چاہا۔ ”چچا جان‘ کلکتے میں آپ کی طبیعت اچانک ایسی خراب ہوگئی تھی کہ آپ کوئی چار روز اسپتال میں بے ہوش پڑے رہے چنانچہ میں نے نرگس کو لکھنو بھجوادیا اور خود آپ کی دیکھ بھال کے لیے رک گیا۔ اب ڈاکٹروں کے مشورے پر آپ کو لکھنو لے جارہا ہوں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ جلد صحت یاب ہوگئے۔“

چچا نے میری تخلیق کی ہوئی سرگزشت سنی تو تشویش میں پڑ گئے۔ وہ بار بار کرید کرید کر مجھ سے سوالات کرتے اور میں انہیں اپنی دانست میں اطمینان بخش جواب دے دیتا پھر بھی وہ مضطرب ہی رہے۔ الٹے سیدھے منہ بنا تے رہے اور کہنے لگے۔ ”مجھے کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ نہ جانے مجھے کیا ہوگیا۔ دماغ کچھ بوجھل سا معلوم ہوتا ہے۔ اب تم یہاں کیوں رک گئے۔ لکھنو کب چلو گے؟“

میں نے انہیں تسلی دی اور خود اٹھ کر باہر آگیا۔ لکھنو جانے کے لیے ہمیں ابھی دو گھنٹے انتظار کرنا تھا۔ میں نے دو ٹکٹ خریدے اور دوبارہ انتظار گاہ میں آگیا۔ چچا جان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ دیوانگی کی حالت میں اپنی شیروانی کی اندر کی جیب باہر نکالے اس پر بار بار ہاتھ مار رہے تھے۔ مجھے دیکھا تو رندھی ہوئی آواز میں بولے۔ ”جمیل بیٹے‘ میری رقم کیا ہوئی۔ تم نے تو نہیں نکالی؟“

”جی نہیں۔“ میں جلدی میں کہہ گیا۔

”میں برباد ہوگیا بیٹے۔ مہاجن نے مجھے ایک لمبی رقم دی تھی۔ میں نے تم سے تذکرہ بھی کیا تھا۔ وہ رقم اب میری جیب میں نہیں ہے۔ یہ شیروانی بھی میری نہیں ہے۔ اب کیا ہوگا۔ وہ ظالم بنیا تو مجھے زندہ درگور کردے گا۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ دنیا کیا سمجھے گی۔ ساتھ میں تمہاری جوان جوان بہنیں ہیں‘ بیٹے یہ سب کیا ہوا؟ مجھے اپنا سامان بھی نظر نہیں آرہا ہے۔“

مجھے غلطی کا احساس ہوا۔ انکا نے فوراً مجھے بتایا کہ جو رقم مہاجن نے چچا جان کو اعتماد سے دی تھی وہ پولیس والوں نے اڑالی۔ میں نے چچا جان کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”آپ کسی بات کی فکر نہ کیجیے۔ آپ کے ساتھ آپ کا بھتیجا جو موجود ہے۔ ہم سب کا سامان چوری ہوگیا ہے اس لیے کہ میں آپ کے ساتھ اسپتال میں رہا اور میری عدم موجودگی میں کوئی بدنیت سارا سامان لے گیا۔ لکھنو پہنچتے ہی جتنی رقم آپ

کہیں گے‘ میں فراہم کردوں گا۔ رہا مہاجن کا مسئلہ تو آپ اسے بھول جائیں۔ میں اب آپ کو ملازمت بھی نہیں کرنے دوں گا۔ خدا نے آپ کی دعا سے بہت دے رکھا ہے۔“

چچا جان بہت تلملائے مگر کیا کرتے۔ سرد سرد آہیں بھر کر خاموش ہوگئے۔ چپ چاپ بیٹھے ہاتھ ملتے رہے۔ ان کی غیرت مند آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ میں نے یہ موضوع مزید جاری رکھنے سے گریز کیا اور دوسری باتیں چھیڑ دیں۔ انہیں ہر طرح کا اعتماد دلایا۔ دو گھنٹے بعد گاڑی آئی تو میں چچا جان کے ساتھ لکھنو روانہ ہوا۔ چچا جان اب تک ملول نظر آرہے تھے۔ راستے میں ہمارے درمیان زیادہ باتیں نہ ہوئیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ ان کی تین لڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا ہے۔ لڑکا زیر تعلیم ہے اور لڑکیاں گھر کی ذمے داریاں سنبھالے ہوئے ہیں۔ ابھی تک ان تینوں کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ انکا بھی چچا جان کی پریشانی سے دل گرفتہ تھی۔

ہم اول درجے کے ڈبے میں تھے۔ ڈبے میں ہمارے سوا کوئی دوسرا مسافر نہیں تھا لیکن الہ آباد کے اسٹیشن سے ایک ایسی سراپا ناز میرے ڈبے میں آئی کہ میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ اس حسین و جمیل لڑکی کی عمر مشکل سے اٹھارہ سال ہوگی۔ اس کے خدوخال بہت نظر فریب اور بہت ہی دلکش تھے۔ وہ ناک میں ایک بڑی سی نتھ اور آسمانی رنگ کا دوپٹا پہنے ہوئے تھی۔ غرارے جمپر اور زیورات سے لدی پھندی چمن کا نوشگفتہ نومیدہ پھول معلوم ہو رہی تھی۔ لانبا قد‘ متوازن بدن‘ آنکھیں ہرنیوں جیسی‘ انداز میں تمکنت۔ گفتگو سے کلیاں مہکیں۔ دو افراد اسے چھوڑنے آئے تھے۔ ساتھ میں ادھیڑ عمر کی ایک عورت بھی تھی۔ میں چچا جان کی موجودگی کے باعث صرف کن انکھیوں سے لڑکی کو دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں قدرت کی صناعی کی داد دیتا رہا۔ دل تھا کہ اس طرف کھنچا جارہا تھا۔ نظر تھی کہ اس کی جانب مسلسل دیکھنے کو بے قرار تھی۔ جب لڑکی اپنی ماں کے ساتھ جم کر بیٹھ گئی اور گاڑی آلہ آباد سے روانہ ہوئی تو چچا جان نے اوپر کی نشست پر جا کر خراٹے لینے شروع کردیے۔ لڑکی میری بائیں جانب اپنی نشست پر بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ میں اس کے خیال افروز نظارے میں گم تھا کہ انکا رینگ کر میرے شانے پر اتر آئی اور بہت دنوں بعد اٹھلاتے ہوئے بولی۔ ”کیوں جی مچل رہا ہے نا؟“

”ہاں۔“ میں نے شرما کر کہا۔

”بہت اچھی ہے نا؟ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

”بہت خوب صورت ہے۔“

”تم بڑے ندیدے ہو۔“ وہ شوخی سے بولی۔

”کون ہے یہ؟ کچھ بتاؤ تو۔“ میں نے کریدا۔

”بتادوں؟ سچ مچ۔“

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"بتاؤنا۔تم تو تڑپاتی ہو۔"

"تو دل پر ہاتھ رکھ کر سنو۔اس کا نام تزئین ہے۔لکھنو کی ایک مشہور طوائف کی اکلوتی لڑکی' اس کے ساتھ جو عورت ہے وہ اس کی ماں کی معتمد خادمہ ہے۔الہ آباد میں اپنے پہلے مجرے کی غرض سے آئی تھی۔ ابھی اس کی نتھ نہیں اتری۔لکھنو کے بڑے بڑے رئیس بڑھ چڑھ کر بولیاں لگا رہے ہیں لیکن تجربہ کار ماں نے ابھی تک کسی بولی پر ہامی نہیں بھری وہ ایک زمانہ شناس اور فتنہ پرواز عورت ہے۔لڑکی کے ذریعے پہلے ہی وار میں اتنی رقم اینٹھ لے گی کہ باقی زندگی آرام سے گزر جائے۔"

"انکا! تزئین تو بہت خوب صورت اور بہت معصوم معلوم ہوتی ہے اسے تو کسی محل میں ہونا چاہیے۔ اگر یہ برباد ہوگئی تو مجھے افسوس ہوگا۔"

"تمہیں کیوں افسوس ہوگا۔تمہارا اس سے کیا واسطہ؟"

"نہ معلوم کیوں میں اس کے لیے اپنے دل میں شدید انسیت اور اپنائیت محسوس کر رہا ہوں۔میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ یہ کسی معزز گھرانے سے وابستہ ہو۔اس کی شادی شریفانہ طریقے سے ہو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو جمیل؟ میں تو تمہاری دلچسپی کا مقصد کچھ اور ہی سمجھی تھی۔"

"دیکھو نا انکا۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔"اس کے چہرے کی معصومیت اور اس کا حرص و ہوس کی ہوا دینے والا شباب دیکھ کر کون ظالم اس کی بھلائی نہیں سوچے گا۔" میں نے لڑکی کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"سوچ لو جمیل۔اس کی ماں بڑی ظالم عورت ہے۔تم جو کچھ سوچ رہے ہو۔وہ قریب قریب ناممکن ہے۔تمہاری دال مشکل سے گلے گی۔نہ جانے کون کون امید لگائے بیٹھا ہے۔" انکا سنجیدہ ہو کر بولی۔

"لکھنو پہنچ کر دیکھا جائے گا۔لکھنو میں کچھ دن آرام سے گزارے جائیں گے۔میں تھک بھی تو بہت گیا ہوں۔"

وہ حسین لڑکی تزئین کچھ دیر تک باہر کے بھاگتے ہوئے مناظر کا نظارہ کرتی رہی پھر اس نے مجھ پر ایک اچٹتی نظر ڈالی اور اپنے بستر پر نیم دراز ہو کر کسی کتاب کی ورق گردانی کرنے لگی۔میں دلچسپ نظروں سے اس کی جانب خوب صورتی اور معصومیت سے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا' اس کی خادمہ اور نگراں غنودگی کی حالت میں تھی اور چچا جان بھی گہری نیند سو رہے تھے۔

نیند آتی تھی پر نہیں آتی تھی۔جب طبیعت بہت مضطرب ہوئی تو میں نے کچھ سوچ کر انکا کو حکم دیا کہ وہ اس کی خادمہ کے سر پر چلی جائے انکا میرے سر سے اتر گئی۔

☆==========☆==========☆

وہ شوخ ادا اپنے بستر پر نیم دراز کسی کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھی اور میں تھا کہ میری آنکھیں اس کے حسن کی تجلیوں سے خیرہ ہوئی جا رہی تھیں۔اس کے لئے بہت خوبصورت الفاظ ادا کرنے کو جی چاہتا ہے۔وہ چمنستان حسن و شباب کی ایک نوخیز کلی، چہرہ اس کا شاداب، خدوخال اس کے تیکھے، نگاہ اس کی سرشار، عمر اس کی بالی، قد سرو جیسا، انداز کافرانہ، زلفیں اس کی گہری گھٹائیں۔میں ایک حسن پرست شخص، وہ ایک حسین شاہکار۔وہ سراپا فتنہ، میں فتنوں کا جویا۔اس کا حصول ایک مہم اور میری عادت مہم جوئی۔میں نے اپنے متعلق صاف صاف کہہ دیا ہے۔طاقت اور دولت کی یکجائی کے سبب ان حسین و جمیل لڑکیوں کی تعداد بے شمار تھی جن سے میں مل چکا تھا مگر حسن ہر جگہ تھا اور ہر جگہ سیرابی حسن کے باوجود تشنگی کا احساس ہوتا۔میرا تجربہ ہے کہ وہاں حسن کی افراط ہوتی ہے جہاں دولت اور طاقت ہوتی ہے۔حسن کی پذیرائی کے لئے انہی اوصاف دینوی کی ضرورت پڑتی ہے۔دولت ایک نشیب ہے، جہاں آ کر دریائے حسن گرتا ہے اور اپنا راستہ بناتا ہے۔میرے پاس اس وقت کیا نہیں تھا۔انکا موجود تھی، پریتم لال کی پُراسرار شکتی تھی۔مالا رانی جیسی حسین و جمیل لڑکی میرے ساتھ تھی مگر دولت و طاقت کو قرار پسند نہیں۔تزئین کو دیکھ کر میرے دل میں بھی کسک پیدا ہوئی جو ایک نادر شے کے حصول کے لئے کسی باہمت شخص کے دل میں ہو سکتی ہے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ قتالۂ عالم الہ آباد کے اسٹیشن سے میرے ڈبے میں داخل ہوئی تھی۔دوسرے لمحے میں جذبے ذرا مختلف ہو گئے۔میں اس جذبے کو کوئی نام دینے سے قاصر ہوں۔یوں کہئے کہ وہ لمحۂ آوارہ گزر گیا۔اس کے بعد میرے دل میں اس کے لئے کوئی آلودہ خیال نہیں ابھرا۔اس کے سراپا میں نہ جانے کیا کشش تھی کہ میں اس کی جانب کھنچا جا رہا تھا جیسے وہ میری بہت قریب کی عزیز ہو، جیسے میں اسے برسوں سے جانتا ہوں۔جب میں نے اسے غور سے دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ اس کی آنکھیں نرگس سے مشابہ ہیں۔تزئین کے اندر نرگس کے کتنے عکس مجھے نظر آئے۔وہ نرگس کی ہم شکل نہیں تھی لیکن نرگس کی پرچھائیاں اس کے نازک خدوخال میں ہر جگہ موجود تھیں۔

انکا میرے حکم پر تزئین کی ادھیڑ عمر خادمہ کے سر پر جا چکی تھی، چچا جان اوپر کی سیٹ پر لیٹے خراٹے لے رہے تھے۔سامنے تزئین تھی جو اعلیٰ درجے کے لباس اور زیورات میں لدی پھندی کبھی کبھی نظریں چرا کر مجھے دیکھ لیتی تھی۔میں نے اپنے طور پر ارادہ کر لیا تھا کہ حالات چاہے کچھ بھی ہوں، کتنے ہی خطرناک اور سنگین ہوں، میں تزئین کو غلط راستوں اور غلط ہاتھوں سے محفوظ رکھوں گا۔

میرے دل میں پہلی بار ایک عجیب سی خواہش ابھری کہ اٹھوں اور اٹھ کر تزئین کی پیشانی کو بوسہ دوں۔میں اسے کبھی نرگس کی کوئی نشانی سمجھتا تھا، کبھی مجھے اس کے معصوم چہرے پر بے انتہا پیار آتا تھا۔اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ نرگس کی کوئی بہن یا اولاد ہوتی تو وہ تزئین سے مختلف نہ ہوتی۔اگر وہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دونوں ایک ساتھ کھڑی ہوتیں تو لوگوں کو ان کا باہمی رشتہ طے کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی۔ جمیل احمد خان نے بہت کھیل کھیلے تھے مگر جمیل احمد خان بھی تو ایک انسان تھا۔ کبھی کبھی کسی اور طرح محسوس کرنے کو بھی جی چاہتا تھا۔ میں نرگس کے تعلق سے شاید اپنے مختلف قسم کے جذبوں کے لئے کوئی جواز ڈھونڈ رہا ہوں۔ نرگس کا خیال نہ آتا تو بھی بہت ممکن ہے، میں تزئین کے چہرے پر پھیلی ہوئی معصومیت دیکھ کر اسی طرح محسوس کرتا۔

گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی اور میرے لطیف احساسات اور نکھر رہے تھے۔ میں اس کے متعلق سوچ رہا تھا، میں اسے دیکھ رہا تھا اور یہ خیال دل جلائے دیتا تھا کہ وہ ایک طوائف ہے۔ اس کا نیلام ہوگا۔ وہ لوگوں کے سامنے رقص کرتی ہے۔ اس کے پیروں میں گھنگرو بندھتے ہیں اور اسے لوگ صرف ایک نظر، ایک احساس سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ میں اپنے خیالات میں محو تھا کہ تزئین نے کتاب سے نظریں ہٹا کر میری طرف دیکھا۔ مجھے سراپا اشتیاق دیکھ کر اس کا چہرہ گلنار ہوگیا۔ اس نے اپنی دراز پلکیں جلدی جلدی جھپکا کر نظریں پھیر لینی چاہیں، پھر اس نے کتاب چہرے کے سامنے کر لی تو میں اور مضطرب ہوگیا۔ اسے کس طرح مخاطب کروں۔ مجھے شرم آرہی تھی۔ میں عجیب کیفیتوں سے مغلوب ہوگیا تھا۔ کچھ دیر میں خود سے الجھتا رہا پھر میں نے جسارت کی۔ میں نے اسے بہت ہلکے سے آواز دی۔

''تزئین۔''

جواب میں اس نے کتاب ایک جھٹکے سے بند کردی اور تیوری پر بل ڈال کر بڑی ادا سے اٹھ بیٹھی۔ اس کے انداز میں جنگلی بلیوں جیسی خونخواری تھی۔ چہرے پر درشتی تھی۔ اس کی ہرنی جیسی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ وہ مجھے ناگواری سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا آپ نے میرا نام لیا تھا؟''

''ہاں۔'' میری آواز میں ارتعاش تھا۔

''کیوں؟'' بگڑے تیوروں سے اس نے کہا۔

''تم سے کچھ باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔'' میں نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

''باتیں کرنا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟ اچھا!'' وہ جیسے کچھ سمجھ کر بولی۔ ''خوب، زہے نصیب، جو آپ نے کنیز کو کسی قابل سمجھا۔ کیا میں یہ پوچھنے کی جسارت کرسکتی ہوں کنیز کو آپ کب سے اور کہاں سے جانتے ہیں؟ اس کا نام آپ کو کیسے معلوم ہوا؟''

میں ایک لمحے کو سٹپٹا گیا۔ تزئین کے لہجے کی تلخی مجھے پسند نہیں آئی۔ میں خود کو سنبھال کر نہایت محتاط لہجے میں بولا۔ ''تمہارا نام الہ آباد میں سنا تھا۔ جس جگہ تم مجرے میں شریک ہوئی تھیں، تم نے وہاں بڑی دھوم مچائی۔ وہاں میں بھی مدعو تھا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ آج ہم شریک سفر ہیں۔ میری منزل بھی لکھنؤ ہے۔ میں وہاں تم سے بہت متاثر ہوا تھا۔ آج تم سے خوب ملاقات ہوئی۔''

''زہے نصیب۔ کنیز کس لائق ہے۔'' تزئین زہر خند سے بولی۔ ''فرمایئے کنیز کیا خدمت کرسکتی ہے۔''

مجھے تزئین کا یہ پیشہ ورانہ انداز سخت ناگوار گزرا۔ میں اسے سرزنش کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔ میرے دل نے مجھے ٹوکا۔ ''سنبھلو جمیل صاحب، کانٹوں کو گلے لگانے کے لئے زخم سہنے کا ظرف پیدا کرنا پڑتا ہے۔ شاید تمہارے چہرے پر ماضی کی سیاہ کاریوں کے تمام نقوش دھندلا گئے ہیں اور یہ طوائف زادیاں تو ویسے بھی بڑی مردم شناس ہوتی ہیں۔''

میں نے پھر لہجے میں نرمی پیدا کی۔ ''خدمت کیا۔ بس خود تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور کیجئے۔ شوق سے کہئے۔ آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ بندی کو حسن سماعت کی تعلیم سے آراستہ کیا گیا ہے لیکن خیال رہے حضور ہم ہمیشہ خوش خبریاں سننے کے منتظر رہتے ہیں۔'' تزئین نے ناک پر انگلی رکھ کر کہا۔

''تزئین۔'' میں غیر اختیاری طور پر برہم ہوگیا لیکن اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ میں نے مضطرب ہو کر اس کے چہرے پر نگاہ کی، وہ میری تلخ نوائی سے قدرے خائف ہوگئی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ ''مجھے معاف کردو۔ تزئین مجھے غلط نہ سمجھو۔'' نہ جانے کیوں میری آواز رندھ گئی۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بدلے ہوئے انداز میں کہنے لگی۔ ''اگر آپ کو میری کسی بات سے دکھ پہنچا ہے تو میں معافی کی خواستگار ہوں۔''

''کیا تم ہر شخص سے اسی انداز کی گفتگو کرتی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''اجنبیوں سے گفتگو کرنے کا ہمیں یہی طریقہ سکھایا گیا ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''تزئین۔ اجنبی تو ہم بے شک ہیں لیکن تم سے گفتگو کرنے کا خیال مجھے یوں پریشان کر رہا تھا کہ تم میری بچھڑی ہوئی ایک عزیزہ سے مشابہ ہو۔ تمہارے چہرے پر ایسی معصومیت ہے جو میں اپنی کسی قریبی عزیزہ کے چہرے پر دیکھنا پسند کرتا مگر......'' میں نے رقت انگیز لہجے میں کہا اور کہتے کہتے رک گیا۔

''میں معافی چاہتی ہوں۔ کہاں ہیں وہ؟'' اس نے تجسس سے پوچھا۔

''وہ کہیں نہیں ہے۔'' میں نے حسرت سے جواب دیا۔

''مجھے افسوس ہے۔ کیا نام تھا ان کا؟''

''میں اس کا کوئی نام نہیں رکھ سکا تھا۔'' میرا خیال تھا کہ میں اسے اپنی بچی کے بارے میں بتاؤں۔ نرگس کو لڑکی کی بڑی تمنا تھی اس کی یہ تمنا دل ہی میں رہی۔ ہماری کوئی اولاد نہیں ہوسکی تھی۔ اگر ہوتی تو اچھی خاصی ہوشیار ہوتی۔ تزئین کے برابر نہیں تو اس سے کچھ چھوٹی ہوتی۔ میں اس سے مزید کچھ نہیں کہہ سکا لیکن وہ اپنے طور پر بہت کچھ سمجھ گئی۔ میں نے یہ موضوع چھوڑ دیا۔ ابھی میں اس سے زیادہ توقعات

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

وابستہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ میری گفتگو بے اثر نہیں رہی۔ میں نے جلد ہی اسے متاثر کرلیا۔ میں محتاط انداز میں اس سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے دل میں اپنے لئے کوئی جگہ پیدا کرنے کی خاطر من گھڑت قصے کہانیاں سناتا رہا۔ وہ ہمہ تن گوش میری روداد الم سنتی رہی۔ جب میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو وہ ملول ہوگئی، اداس لہجے میں بولی۔

"میرے بارے میں کیا پوچھتے ہیں آپ؟ میں تو ایک کھلی کتاب ہوں اور قدرت کی ستم ظریفیوں کا ایک بے مثل نمونہ ہوں۔ اس سے زیادہ اپنے بارے میں کیا کہوں۔ ایک طوائف زادی اپنے بارے میں کیا کہہ سکتی ہے، کچھ باتیں آپ کو الہ آباد میں معلوم ہو چکی ہوں گی۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ جب کوئی شخص کسی طوائف سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس پر یقین نہیں کرتی، شک کرتی ہے اور یہ شک اس کے لئے بہت درست ہوتا ہے۔" آخری جملہ ادا کرتے وقت تزئین کی دراز اور گھنیری پلکیں اس کی آنکھوں پر چلمن بن گئیں۔

"تم سچ کہتی ہو۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہیں اپنی موجودہ زندگی پسند نہیں ہے۔ تمہاری گفتگو میں شائستگی ہے اور تم زیور تعلیم سے پوری طرح آراستہ معلوم ہوتی ہو۔ مجھے پتا نہیں کہ تم اپنے ماحول سے کس قدر مانوس ہو۔"

"جب اٹھنے، بیٹھنے، سوچنے اور سمجھنے پر پہرے ہوں' ہر قدم پر بندشیں ہوں، جہاں آنکھ کھلتی ہے تو سکے جھنجھناتے ہیں، شام ہوتی ہے تو گھنگرو مسکراتے ہیں۔ جہاں ہر وقت سر تال، بھاؤ اور راگ الاپ ہی کا ذکر ہوا کرتا ہے، وہاں انسیت و مغائرت، پسند ناپسند کا کیا سوال ہے؟ وہاں انتخاب کون کرنے دیتا ہے اور اس کا موقع کہاں ملتا ہے؟ وہاں تو ایک ہی راستہ ہے۔" تزئین کے لہجے میں بڑا درد تھا۔ "قدرت نے مجھے میرے ماحول کے اشاروں پر چلنے کے لئے مجبور کر رکھا ہے۔ جناب! اور میں اسی پر قانع ہوں۔"

"یہ ظلم ہے۔ قناعت نہیں ہے تزئین۔" میں نے جذباتی ہو کر کہا۔ "تم ہوش مندی کی سلجھی ہوئی باتیں کر رہی ہو۔ تم چاہو تو طوفانوں کا رخ بدل سکتی ہو۔ تم اپنی تقدیر بدل سکتی ہو۔ تم چاہو تو اپنا مستقبل تابناک بنا سکتی ہو۔"

"آپ کیا سمجھتے ہیں۔ میں نے تنہائیوں میں اپنے متعلق بہت سوچا ہے لیکن ہر بار مایوسی نے مجھے گھیر لیا پھر میں نے سوچنا ہی بند کر دیا اور اپنے مقدر پر شاکر ہوگئی۔" تزئین نے رندھے ہوئے انداز میں کہا۔ "میرے گرد اوّل تو بندشوں کی دیوار اتنی مضبوط ہے کہ میں اسے ڈھانے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتی اور اگر میں یہ دیوار پھلانگ بھی جاؤں تو مجھے کون سہارا دے گا۔ کون مجھ سے اور میری سیاہ بختیوں سے نباہ کرے گا۔ سنا ہے کئی لڑکیاں آ[illegible] اور خوشی کے لئے [illegible] دیواری سے باہر گئیں مگر ناکام و نامراد

واپس آگئیں۔ یہ دنیا بڑی ظالم ہے جمیل صاحب، میں مسرت کی تلاش میں در بدر رسوا ہونے کے بجائے ایک ہی چوکھٹ پر برباد ہو جانا زیادہ پسند کروں گی اور دیکھا جائے تو یہ سب کیا ہے؟ دیواروں کا فرق ہے۔ اگر ذہن میں یہ بٹھا لیا جائے کہ یہی مسرت ہے تو یہی مسرت ہے۔ سنا ہے طبلوں، گھنگروؤں اور نگاہوں کی گرم بازاری سے بعد میں سکون ملنے لگتا ہے۔ میں خود کو اسی کی عادی بنانا چاہتی ہوں۔"

تزئین نے اپنی عمر سے بڑھ کر باتیں کیں۔ جیسے جیسے گفتگو بڑھتی جاتی تھی، میرے دل میں یہ عزم پختہ ہوتا جاتا تھا کہ مجھے اس لڑکی کو کوچۂ تنگ سے نکالنا ہے۔ "نہیں تزئین۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔ "میں تمہیں برباد نہیں ہونے دوں گا۔ میں تمہارا مستقبل سدھارنے کی قسم کھاتا ہوں۔ میں تمہارے معصوم خواب شرمندہ تعبیر دیکھنے کی خاطر جان کی بازی لگا دوں گا۔ ہاں شرط یہ ہے کہ تمہیں بھی میرے ساتھ تعاون کرنا پڑے گا۔"

"آپ نے اسے آسان سمجھ رکھا ہے؟ یہ بہت مشکل کام ہے، آپ تھک جائیں گے اور مایوس ہو جائیں گے۔" تزئین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں اپنا تعارف ایک شریف آدمی کی حیثیت سے کرا چکا ہوں لیکن تم سے اب جو شخص مخاطب ہے، وہ کچھ سمجھ کر اور کچھ سوچ کر ہی یہ بات کہہ رہا ہے۔ اب جبکہ میں نے یہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو دیکھنا، تم مجھے ہر مرحلے پر ثابت قدم پاؤ گی۔ فی الوقت میں اپنے متعلق اور زیادہ کچھ نہیں کہتا۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔"

میں اسے تسلیاں دیتا اور سمجھاتا رہا۔ اسے اس کوچے سے باہر کی دنیا کی مسرتیں بتاتا رہا۔ تزئین نے میری باتوں اور خلوص کو شبے کی نظر سے نہیں دیکھا۔ میرے عزم کی پختگی اور جوش دیکھ کر اس نے وعدہ کیا کہ وہ اپنا دامن داغ لگنے سے حتی الامکان بچائے گی اور اگر میں نے اس کی زندگی خوشگوار بنانے کے لئے کوئی راستہ اسے دکھایا تو وہ اس پر بخوشی گامزن ہو جائے گی۔ اس نے اپنے بارے میں تمام تفصیلات سے مجھے آگاہ کر دیا۔ میں نے یہاں وہ تمام طویل باتیں اختصار سے بیان کی ہیں جو دوران سفر میرے اور تزئین کے درمیان ہوئی تھیں۔ ہم دیر تک ایک دوسرے میں گم رہے، میں اس کی نشست پر جا بیٹھا تھا۔ جب چچا جان نے کروٹیں بدلنا شروع کیں تو میں اپنے بستر پر آ گیا۔ آج مجھے ایک انجانی مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ ابھی میں اپنے بستر پر لیٹا تزئین کے بارے میں منصوبے بنا رہا تھا کہ انکا میرے سر پر سوار ہوگئی اور کسی الھڑ نازنین کی طرح اپنے مخصوص لب و لہجے میں سرگوشیاں کرنے لگی۔ "جمیل، یہ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟"

"کیا؟ تمہیں کوئی خاص بات نظر آئی؟" میں نے بے نیازی سے پوچھا۔

"ارے آج تو تم بالکل بدلے ہوئے نظر آ[illegible]۔ یہ تم اس سے کیا کہہ رہے تھے؟" انکا نے شوخی سے پوچھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"کیا کہہ رہا تھا؟ کیا تمہیں نہیں معلوم۔" میں نے چڑ کر کہا۔ "مجھے سب معلوم ہے، مگر میں تو کچھ اور سمجھی تھی۔"

"تم ہمیشہ غلط سمجھتی ہو۔ تم ہی نے مجھے خراب کیا ورنہ میں کبھی ایک عام آدمی بھی تھا۔"

"تم طعنہ دے رہے ہو۔ تمہاری یہ بات اچھی نہیں لگتی۔" انکا نے ناراضی سے کہا۔

"میں تو ایک معصوم آدمی تھا۔ تم نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا۔"

"اب میں تمہارے کسی معاملے میں نہیں بولوں گی۔" انکا کے لہجے میں خفگی بڑھ گئی۔

"اب کیا ہوتا ہے، میرا رواں رواں گنہگار ہو چکا ہے۔ اس کا ازالہ کیسے ہوگا۔"

"اس طرح کہ اب تم نیکیاں کرتے رہو اور میرے متعلق یہ سمجھو کہ میرا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"نیکیاں کرنے کے لئے بھی اب مجھے تمہاری ضرورت پڑے گی میری جان۔ ناراض ہو گئیں؟ تمہیں ستانے میں کچھ مزہ آتا ہے، ارے تم تو میرا سہارا ہو۔" میں نے اسے مناتے ہوئے کہا۔

"جھوٹ بولتے ہو۔ اب تم مجھ سے اکتانے لگے ہو؟" انکا تیوری چڑھا کر بولی۔

"اگر تم میرے سامنے ہوتیں تو میں تمہارا بوسہ لے لیتا۔ تمہارے منہ سے یہ جلی کٹی باتیں بڑی اچھی لگتی ہیں۔" یہ کہہ کر میں نے عالم تصور میں سر کی جانب دیکھا تو انکا کے چہرے پر سرخی آ گئی تھی۔

"تم بعض اوقات دل جلا دیتے ہو۔"

"تم نے مجھے کچھ کم جلایا ہے؟ اپنی باتیں بھول جاتی ہو۔"

"کیا لڑنے کا ارادہ ہے آج؟"

"ارے تم نے اسے دیکھا؟" میں نے تزئین کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "کتنی اچھی لڑکی ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو؟"

"ارے تم سے کون کافر ناراض ہو سکتا ہے۔ ہاں تو کچھ تزئین کے بارے میں بتاؤ۔ تم نے کیا محسوس کیا ہے؟"

"جمیل، کبھی کبھی تم بہت عجیب اور پیارے لگتے ہو لیکن ذرا ٹھنڈے دل سے سوچ لو۔ تم نے تزئین سے جو عہد کیا ہے وہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تمہیں بے حد خطرناک حالات سے مقابلہ کرنا ہوگا۔"

"مگر یہ ایک نیا کام ہے۔ زندگی میں کبھی کبھی نیک کام کرنے کو بھی جی چاہتا ہے انکا۔"

"اور اسی لئے مجھے تم پر پیار آتا ہے مگر نیکی ایک مشکل شے ہوتی ہے۔ تمہارا دل گھبرا جائے گا۔"

"تنگ نہ کرو انکا۔ اب مجھے سونے دو۔ لکھنؤ پہنچ کر دیکھا جائے گا۔" میں نے انکا کو خاموش کرنے کے لئے یونہی ایک بے ربط سا جملہ کہہ دیا اور پھر کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔

انکا کا کیا تھا۔ وہ تو اسی طرح مجھ سے لڑتی جھگڑتی روٹھتی منتی رہتی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ میرے جسم کا کوئی حصہ ہو۔ لکھنؤ قریب آ رہا تھا۔ باقی سفر کے دوران تزئین مجھ سے بہت قریب ہو گئی۔ جب تک چچا جان اور تزئین کی خادمہ بیدار رہتی، ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی رہتے۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ سچ مچ مجھے اپنا بزرگ اور ہمدرد سمجھ رہی ہے۔

لکھنؤ اسٹیشن پر اس نے مجھے خدا حافظ کہا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ اسے جدا کرتے ہوئے میرے دل پر بھی اثر ہوا مگر جدا تو ہونا ہی تھا۔ میں چچا جان کے ساتھ ایک تانگے پر بیٹھ کر ان کے گھر کی طرف چل دیا۔ راستے میں اچانک چچا جان نے پوچھا۔ "جمیل میاں۔ تم نے کہا تھا کہ نرگس کو تم پہلے ہی لکھنؤ بھیج چکے ہو۔"

"جی ہاں۔"

"لیکن تمہیں گھر کا پتا کس طرح معلوم ہوا؟"

"جی؟" چچا جان نے بڑے کانٹے کی بات پوچھی تھی۔ میں نے سٹپٹا کر جواب دیا۔ "کلکتے میں قیام کے دوران آپ ہی نے مجھے تفصیل بتائی تھی۔"

چچا جان نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا پھر کسی سوچ میں غرق ہو گئے۔ کچھ وقفے کے بعد تانگا لکھنؤ کے بازاروں سے گزر کر گلیوں میں داخل ہوا۔ گلیاں کیا تھیں۔ بھول بھلیاں تھیں، ایک گلی میں پہنچ کر پرانے طرز کے ایک شکستہ مکان پر چچا جان نے تانگا رکوایا۔ چچا جان نیچے اترے تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں اپنے چچا کے بچوں اور مالا رانی سے ملنے کے لئے بے قرار تھا۔ انکا نے میرے دل کی کیفیت بھانپتے ہوئے کہا۔ "کیوں؟ مالا رانی سے ملنے کے لئے بے چین ہو؟ لیکن اندر اور بھی لڑکیاں ہیں۔ تمہارے چچا کی منجھلی لڑکی رخسانہ تو خاصی شوخ اور آزاد خیال واقع ہوئی ہے، ذرا احتیاط رہنا۔ یہ لکھنؤ ہے جمیل صاحب! یہاں حسن و عشق کے تذکرے عام ہیں۔ فرزانہ اور شبانہ تو واجبی شکل و صورت کی لڑکیاں ہیں لیکن رخسانہ......"

"گھر میں تو داخل ہونے دو۔ تم نے تو پہلے ہی مجھے گڑبڑانا شروع کر دیا۔ ذرا دم لو۔ اندر پہنچ کر تمام باتوں سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔"

"میں اگر پہلے سے تمہیں کوئی بات بتا دوں تو کیا حرج ہے؟ ہاں اگر میری باتوں سے الجھن ہو رہی ہے تو میں چپ ہو جاتی ہوں۔" انکا نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔ میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

چچا جان کا گھر تین کمروں پر مشتمل تھا۔ ممکن ہے پہلے اس میں رہن سہن کی ترتیب کچھ اور ہو، لیکن اب کمرے میں چچا جان اور ان کے صاحب زادے ارشد علی خان کا اور میرا سامان رکھا تھا۔ دوسرا کمرا تینوں لڑکیوں کے تصرف میں تھا اور تیسرا کمرا مالا رانی کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ کمروں کے سامنے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

چھوٹا سا سائبان اور خاصا کشادہ صحن تھا۔ صحن کے دوسری طرف باورچی خانہ اور غسل خانہ تھا۔ مکان کے عقبی دروازے کے قریب کھپریل کے ایک چھپر کے نیچے دنیا بھر کا ساز و سامان بھرا ہوا تھا۔ مکان کی حالت چچا جان کی مالی حالت کے مطابق تھی۔ جب میں اندر داخل ہوا تو ایک اجنبیت مگر خوشی سی محسوس ہوئی۔ ایک عرصے بعد نہ جانے کتنے ہولناک، پراسرار اور عجیب و غریب واقعات سے گزر کر میں اپنے عزیزوں کے ہاں پہنچا تھا۔ یہاں پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ میں بہت تھک گیا ہوں۔ دل میں ان لوگوں کے لئے شدید محبت پیدا ہوئی۔ میرا جی چاہا کہ ایک لمحے میں یہ اجڑا، شکستہ مکان بڑے اور خوبصورت مکان میں تبدیل کر دوں۔ چچا کی بچیوں کی نظروں میں محبت اور جھجک تھی۔ میں نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور اپنے سینے سے چمٹایا۔ بڑی لڑکی تو رونے لگی۔ مالا رانی بھی ان کے ساتھ کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس عرصے میں ان بچیوں سے خوب مانوس ہو گئی ہو۔ وہ انہی کے ساتھ کھڑی یہ جذباتی منظر دیکھ رہی تھی، چچا جان نے شروع سے آخر تک سفر کی پوری تفصیل بچیوں کو سنانا شروع کر دی۔ ہمارے جاتے ہی گھر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سب ایک دوسرے سے واقف تھے لیکن انکا سے کوئی واقف نہیں تھا۔ وہ خاموش بیٹھی بچھڑ کر ملنے والوں کے تاثرات سے محظوظ ہوتی رہی۔ انکا کے کہنے کے بموجب رخسانہ واقعی بڑی تیز و طرار، شوخ اور حسین لڑکی نکلی۔ چچا جان کی چہیتی ہونے کے سبب وہ گھر کے کام کاج میں دوسری بہنوں کا ہاتھ کم ہی بٹاتی تھی۔ شبانہ بڑی لڑکی تھی۔ خاموش، سنجیدہ اور شرمیلی لڑکی۔ فرزانہ سب سے چھوٹی تھی۔ یہ دونوں شکل و صورت کے اعتبار سے خاصی تھیں لیکن ان کا بیشتر وقت جھاڑو برتن میں گزرتا۔ ارشد کی عمر انیس بیس سال کے قریب تھی۔ چچا جان نے اس کا تعارف کراتے وقت زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے لیکن میں اس کے بارے میں کوئی اچھا تاثر قائم نہ کر سکا۔ میری بہنیں اور بھائی میری خاطر مدارت میں اس تندہی اور اشتیاق سے لگ گئے جیسے ان کی زندگی کا واحد مقصد یہی ہو۔ چچا جان اور ان کی غربت دیکھ کر، انکا کے تعاون سے کوئی انقلاب لانے کو دل مچلتا تھا لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ میں نے طے کر لیا کہ بہت جلد مناسب طریقوں سے ان کی حالت درست کرنے کی کوشش کروں گا۔

رات کو ہنگاموں سے نجات پا کر میں اپنے کمرے میں گیا تو مالا نے بے اختیار میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور سسکنے لگی۔ پریتم لال نے جب سے مجھے مالا دان کی تھی، چند ہی دن آرام کے گزرے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ ابھی میرے اور اس کے درمیان تلخ واقعات نے ایک دوری برقرار رکھی تھی۔ میں نے اسے اتنی زور سے اپنی آغوش میں بھینچا کہ اس کی ہڈیاں چرمرا گئیں۔ مالا جیسی حسین لڑکیاں خوش قسمت لوگوں ہی کو ملتی ہیں۔ پریتم لال نے مجھے مالا رانی عطا کر کے مجھ پر بڑا احسان کیا تھا۔ جب میں مالا کو دیکھتا تو اپنی خوش بختی پر بڑا نازاں ہوتا۔ مالا تو ایک انمول ہیرا تھی۔ وہ میری بیوی تھی۔

شکل و صورت کی بے پناہ خوبیوں کے علاوہ دل کی بڑی نیک اور پاکیزہ اطوار تھی۔ اس کے لئے دنیا میں سب کچھ میں تھا۔ حیرت ہوتی تھی کہ ایک مسلمان گھرانے میں وہ ہندو لڑکی اس طرح مانوس ہو گئی تھی جیسے یہ اسی کا گھر ہو حالانکہ یہ لڑکی جاپ اور گیان دھیان میں مگن رہی تھی اور پہاڑیوں میں خشک و خاردار زندگی گزار چکی تھی۔ اس نے اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیا تھا، دولت و عزت کو ٹھوکر مار دی تھی اور یہاں ایک شکستہ مکان میں اپنے شوہر کے انتظار میں سارے جہان کی امیدیں لگائے بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بے تحاشا مسرور تھی۔ میں نے اس سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگنی چاہی تو اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ جس شخص کو مالا جیسی لڑکی مل جائے اسے بھلا کسی اور چیز کی کیا ضرورت ہے۔ مالا کے لئے اس وقت میرے دل میں محبت اور پیار کا ایک طوفان برپا تھا۔ ساری رات باتوں میں گزر گئی۔ والہانہ باتیں، والہانہ نظریں، دلربانہ انداز۔ مالا از خود رفتگی میں میرے سینے کے اندر سمائی جا رہی تھی۔ میں جوش محبت میں اس کی آنکھیں چوم چوم لیتا تھا۔ اس رات ہم دونوں کا علیحدہ کوئی وجود نہیں تھا۔ ہمارا دل ایک، دھڑکنیں ایک، ہم اپنی ذاتیں ختم کر کے ایک ذات بن گئے تھے۔

صبح کے قریب اس نے مجھ سے کہا۔ ''آپ نے مجھے انکا کے بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔ وہ تو بڑی سندر اور موہنی ہے۔''

''تم سے زیادہ تو نہیں ہے۔'' میں نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ اس وقت وہ کہاں ہے؟''

''وہ کہاں جاتی۔ سب کچھ دیکھ رہی ہے اور سن رہی ہے۔''

مالا شرما گئی۔ ''وہ سب دیکھ رہی ہے کیا؟''

''اور کیا؟ اس سے کوئی بات چھپی تھوڑی رہتی ہے۔''

''نہیں۔ نہیں۔ یہ تو بہت بری بات ہے۔ مجھے بڑی شرم آ رہی ہے۔''

''اری پگلی۔ انکا سے کیا پردہ؟ دیکھو میں اسے تمہارے سر پر بھیجتا ہوں۔''

''میں اس کا سامنا نہیں کر سکوں گی۔'' مالا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

اسی لمحے انکا بولی۔ ''جمیل۔ مالا بے چاری تو تصور بھی نہیں کر سکتی کہ اس کی خلوت میں کوئی موجود ہے۔ اس سے کہہ دو کہ میں سو رہی تھی حالانکہ میں ایک ایک بات دیکھ رہی ہوں۔''

''کچھ رقابت بھی محسوس ہوئی تمہیں؟'' میں نے انکا کو مخاطب کیا۔

''تم بہت بے حیا ہوتے جا رہے ہو جمیل۔ میں مالا کے سر پر جا رہی ہوں۔'' انکا نے اپنے پنجے میرے سر پر چھوتے ہوئے کہا۔

انکا مالا رانی کے پاس چلی گئی۔ مجھے نہیں معلوم ہوا کہ ان دونوں کی کیا باتیں ہوئیں۔ نیند نے مجھے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اپنی آغوش میں لے لیا۔ جب میں سو کر اٹھا تو مالا ادھ کھلے گلاب کے مانند بستر پر مدہوش پڑی تھی۔ اس کے چہرے پر نکھار اور تقدس تھا۔ فرشتوں جیسی معصومیت، میں اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ فرزانہ اور شبانہ باورچی خانے میں تھیں۔ رخسانہ ابھی تک اپنے بستر پر دراز تھی۔ ارشد غالباً سکول جا چکا تھا۔ بچیوں نے مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ یہ مجھے بہت اچھا لگا۔ میں چچا جان کے کمرے میں سلام کرنے کی غرض سے داخل ہوا لیکن وہ موجود نہیں تھے۔ کمرے سے باہر نکلا تو دروازے پر کسی کی تخت کھردری آواز سنائی دی۔

"میاں جی۔ یوں ہاتھ باندھنے اور رونے دھونے سے کام نہیں چلے گا۔ میں دو دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اب سیدھی طرح میرے پیسے ڈھیلے کر دو۔ جب تم نے پرانے تعلقات کا خیال نہیں کیا تو میں کیوں کروں۔ تم نے میرے بھروسے کا خیال نہیں کیا۔ لالہ چرونجی مل کا پیسہ ہضم کرنا اتنا آسان نہیں جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے۔ سن لو میاں جی۔ اب شرافت کی کوئی توقع مجھ سے مت کرنا۔ تھانہ کچہری ایک کر دوں گا۔"

"آہستہ بولو لالہ جی۔" چچا جان کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری۔ "میں تم سے قسم کھاتا ہوں کہ رقم مجھ سے کھو گئی ہے۔ تم مجھے عرصے سے جانتے ہو۔ میں بے ایمان آدمی نہیں ہوں۔ ذرا آہستہ بولو۔ میرا بھتیجا ایک مدت کے بعد اپنی دلہن کے ساتھ آیا ہے۔ وہ سنے گا تو کیا سوچے گا؟ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری پائی پائی ادا کر دوں گا۔"

"کہاں سے ادا کرو گے؟ پھر کوئی چوری کرو گے؟ ڈکیتی کرو گے؟ دیکھو میاں جی۔ مجھے تمہاری زبان پر دشواش نہیں۔ بات سو دو سو کی ہوتی تو میں تمہاری تنخواہ سے برابر کر لیتا۔ پورے پانچ ہزار کی بات ہے۔ تم چرونجی کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں سانجھ سے پہلے ہتھکڑی لگوا دوں گا۔"

تھوڑی دیر تک تو میں لالہ چرونجی مل کی دھمکیاں، بے ہودگیاں اور چچا جان کی فریادیں سنتا رہا لیکن جب وہ کسی طرح خاموش نہ ہوا تو غصے میں تلملا کر باہر آ گیا۔ چچا جان نے مجھے دیکھ کر شرمندگی سے گردن جھکا لی۔ لالہ چرونجی مجھے قہر بھری نظروں سے گھورنے لگا۔ وہ صورت شکل سے پورا یہودی لگتا تھا۔ اس کے چہرے پر میرے لئے نفرت تھی۔ میں نے اس کی توقع کے خلاف یک بیک اسے مشتعل اور خوں خوار نظروں سے دیکھا تو وہ منہ پھیر کر چچا جان سے کہنے لگا۔ "سن لیا میاں جی تم نے؟ اگر سانجھ تک میری پائی پائی ادا نہ کی تو بات تھانے چوکی تک پہنچ جائے گی، پہلے سے بتائے دیتا ہوں۔ ہاں......"

میں چچا جان کی نم ناک آنکھیں دیکھ کر اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا۔ براہ راست لالہ کو مخاطب کر کے میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔ "کتنی رقم درکار ہے تمہیں؟"

"تم اندر جاؤ جمیل میاں۔ میں لالہ جی کو منا لوں گا۔" چچا جان گھبرا کر بولے۔

"میں دان نہیں مانگ رہا ہوں مہاشے۔" لالہ نے غصے سے کہا پھر چچا جان کی طرف اشارہ کر کے

بولا۔ "اس بگلا بھگت نے میرے پانچ ہزار روپے ہضم کرنے کی کوشش کی ہے۔ پھر تو میرا نام بھی......"

"بکواس مت کر لالہ۔" میں نے گرج کر کہا۔ "دفع ہو جا یہاں سے الو کا پٹھا۔" چچا جان کے سامنے میری زبان سے نکل گیا۔ اب نرمی فضول تھی۔ میں نے گرجتے ہوئے کہا۔ "جا سیدھی طرح یہاں سے چلا جا۔ شام تک تیری رقم پہنچ جائے گی۔"

لالہ میری دھمکی کی تاب نہ لا سکا۔ وہ ایک بزدل قسم کا آدمی تھا۔ میرے تیور خراب دیکھے تو آنکھیں لال پیلی کرتا ہوا رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے چچا جان سے کہا۔ "آپ مطلق فکر نہ کریں۔ میں شام سے پہلے پہلے لالہ کی رقم ادا کر دوں گا۔"

"جمیل بیٹے! ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ آج تو میری عزت خاک میں مل گئی۔ پاس پڑوس والے نہ جانے کیا سوچیں گے۔" چچا جان کی آواز میں تڑپ تھی۔ ان کی غیرت مند آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ میں انہیں سمجھا بجھا کر اندر لے آیا۔ ناشتے کے دوران بھی وہ چپ چپ رہے۔ میں نے انہیں چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ میں نے طے کر لیا تھا کہ لالہ چرونجی مل کو ایسا سبق دوں گا کہ آئندہ وہ کسی شریف آدمی کی عزت سے کھیلنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

لالہ چرونجی سے تلخ گفتگو کے بعد طبیعت مکدر ہو گئی تھی۔ چچا جان پر یہ مصیبت میری ہی وجہ سے نازل ہوئی تھی اور میں ہی اس کا تدارک کر سکتا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ مجھے یہاں آئے ہوئے صرف ایک دن ہوا تھا۔ ایک دن میں کوئی ہنگامہ کرنا مناسب نہیں تھا لیکن لالہ کی گستاخی اور اس کی بے ہودگی نے مجھے مشتعل کر دیا تھا۔ میں کوئی بڑا قدم اٹھانے سے گریز کر رہا تھا ورنہ یہ لالہ حیثیت ہی کیا رکھتا تھا؟ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل گیا۔ انکا میرے سر پر موجود تھی۔ اس لئے مجھے لالہ چرونجی مل کی دکان تلاش کرنے میں کوئی زحمت نہیں اٹھانا پڑی۔ لالہ نے مجھے دیکھا تو کڑک کر بولا۔

"سنو مہاشے۔ تم نے اپنے گھر میرا ایمان کیا تھا۔ میں خون کے گھونٹ پی کر چلا آیا۔ پرنتو یہاں تمہاری دال نہیں گلے گی۔ اگر عزت چاہتے ہو تو میاں جی سے کہہ کر میری رقم واپس کرا دو۔"

میں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ "فرض کرو اگر تمہاری رقم واپس نہیں ملی تو تم کیا کرو گے۔ شریمان جی مہاراج۔"

"میں۔ میں انہیں جیل بھجوا دوں گا۔ میرے پاس ثبوت موجود ہیں۔ میں کوئی کچا کام نہیں کرتا۔ میاں جی پانچ ہزار کا معاملہ ہے۔ کوئی چھوٹی موٹی رقم نہیں ہے۔"

"تم مجھے جانتے ہو؟ شاید نہیں جانتے۔ میں تم جیسے آدمی کو الٹا لٹکا دیتا ہوں۔ سمجھے۔" میں نے بے نیازی سے کہا۔

لالہ چرونجی مل جھجکتے ہوئے بولا۔ "دیکھو جی۔ معاملہ میرے اور میاں جی کے درمیان ہے۔ تم بیچ میں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ٹانگ نہ اڑاؤ۔''

اسی لمحے انکا نے مجھے شہ دی۔ ''جمیل، یہ لالہ بڑا کنجوس آدمی ہے۔ چمڑی سے زیادہ دمڑی پر مرتا ہے۔ اس نے اپنے گھر کے صحن میں لاکھوں روپے ہانڈیوں میں بند کر کے دبا رکھے ہیں۔ ابھی تک کنوارا ہے۔ کیا خیال ہے کہو تو ٹھکانے لگا دوں؟ اس نے لوگوں کے بہت دل دکھائے ہیں۔''

''نہیں۔'' میں نے دل ہی دل میں انکا سے کہا پھر لالہ کو مخاطب کیا۔ ''لالہ چرونجی مل، تم چنتا نہ کرو۔ میں نے جو وچن دیا ہے وہ ضرور پورا کروں گا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے تمہاری رقم تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔''

''پھر اس سے یہاں کس کارن آئے ہو؟'' لالہ نے نفرت سے سوال کیا۔

''میں یہ دریافت کرنے آیا تھا کہ اگر شام تک تم زندہ نہ رہے تو رقم کسے دی جائے؟'' میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

''مسلے، کمینے، ملیچھ۔ لالہ چرونجی مل کو دھمکانے آیا ہے!'' لالہ غضب ناک آواز میں منمنایا۔ ''لالہ کو آنکھیں دکھانے والا اس شہر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں نے بہت سے طرم باز خان دیکھے ہیں۔ خوب سمجھ لے کہ پورے تھانے کو یہاں سے بھیک دی جاتی ہے۔ میں تجھ جیسے کئی سورماؤں کو ٹھکانے لگا چکا ہوں۔ کیا سمجھا؟ چاراستہ ناپ۔ بڑا آیا رستم کا بچہ۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

میرے دل میں آیا کہ اسی لمحے لالہ کو ایک اشارے سے دو ٹکڑے کر دوں لیکن میں خود کو اتنی جلد مشہور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صرف ایک ہی دن تو آئے ہوئے ہوا تھا۔ لالہ کا رویہ اس حد تک جارحانہ تھا کہ درگزر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے انکا کو کچھ ہدایتیں دیں اور پوچھا، کیا خیال ہے؟ انکا نے کہا۔ ''نہ جانے یہ اب تک زندہ کیوں ہے۔ اسے تو کب کا مر جانا چاہئے تھا جمیل۔ اس نے بے شمار گھر ویران کئے ہیں۔ تم خاموش رہو۔ میں اسے سزا دیئے بغیر نہیں مانوں گی۔''

''مگر انکا، یہ معاملہ احتیاط سے ہونا چاہئے۔ میں یہاں پولیس وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔''

''تم بے فکر رہو۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ مجھے اب جانے دو۔ شام سے پہلے کئی کام نمٹانے ہیں۔''

دکان سے میرے ہٹتے ہی لالہ اٹھ کر تیزی سے مکان کے اندر چلا گیا۔ انکا میری ہدایت پر عمل شروع کر چکی تھی۔ میں وقت گزارنے کے لئے قریبی ہوٹل میں جا بیٹھا۔ یہاں سے لالہ کا مکان صاف نظر آ رہا تھا۔ ہوٹل میں بیٹھے ہوئے مجھے ایک گھنٹہ گزرا ہوگا کہ میں نے لالہ کو گھر سے نکلتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا وزنی تھیلا تھا۔ لالہ نے تھیلا مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا اٹھا اور کچھ فاصلے سے لالہ کے تعاقب میں چلنے لگا۔ مجھے بخوبی علم تھا کہ تھیلے میں کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد لالہ

Downloaded from Paksociety.com

ایک مقامی بینک میں داخل ہوا۔ میں باہر ہی رک گیا۔ میں لالہ کے تعاقب میں کسی احتیاط کا خیال نہیں کر رہا تھا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی اس لئے کہ اسے اپنا ہوش کہاں تھا۔ جب لالہ بینک سے واپس نکلا تو میں پھر اس کے پیچھے ہولیا۔ بینک سے لالہ ایک وکیل کے دفتر پہنچا۔ دفتر کے دروازے پر روی شنکر ایڈووکیٹ کی تختی آویزاں تھی۔ وکیل کے دفتر سے لالہ کی واپسی میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہوئے۔ اس دوران ایک مرتبہ وکیل اور لالہ دونوں دفتر سے نکل کر کچہری تک بھی گئے۔ کچہری سے واپسی پر لالہ کا رخ چچا جان کے مکان کی طرف ہو گیا۔ میں نے احتیاطاً تعاقب کا سلسلہ ختم کیا اور ایک تانگا پکڑ کر شہر کے بے مقصد چکر لگانے لگا۔

دو گھنٹے بعد میں نے تانگا اسی جگہ چھوڑا جہاں سے پکڑا تھا اور گھر کی طرف چل دیا۔ انکا ابھی تک میرے سر پر نہیں آئی تھی۔ اب اس سلسلے میں تشویش شروع ہو گئی لیکن جیسے ہی میں گلی میں داخل ہوا، سارا عقدہ حل ہو گیا۔ وہاں لوگوں کا اچھا خاصا ہجوم تھا۔ چند پولیس والے بھی نظر آئے۔ میں نے چچا جان کو دیکھا۔ وہ بڑی سراسیمگی اور تحیر کے عالم میں وہاں کھڑے تھے۔ میں ہجوم میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ لالہ چرونجی مل خون میں لت پت گلی کے بیچوں بیچ پڑا ہے اور پولیس نے ادھیڑ عمر کے ایک تنومند شخص کو حراست میں لے رکھا ہے۔ وہ صورت سے کوئی اٹھائی گیرا معلوم ہوتا تھا۔ میں خاموش کھڑا یہ تماشا دیکھتا رہا۔ عورتیں مکان کے دروازوں اور بالائی منزلوں سے جھانک رہی تھیں۔ لوگ بچوں کو ذرا دھمکا کر واپس بھیج رہے تھے۔ عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک پولیس محلے والوں کے بیانات لیتی رہی پھر لاش اٹھوا دی گئی اور اس شخص کو گرفتار کر کے لے گئی۔ اس نے لالہ کے قتل کا اعتراف کر لیا تھا۔ چچا جان کی حالت قابل رحم تھی۔ ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھوں سے الجھن اور خوف نمایاں تھا مجھ پر نظر پڑی تو وہ لپک کر میرے پاس آئے اور بازو تھام کر دور گلی کے ایک کونے میں لے گئے۔

''خیریت تو ہے چچا جان؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''لالہ کو کس نے قتل کیا ہے؟ آپ اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں ہیں؟ یہ سب کچھ کیسے اور کیوں ہوا؟''

میں نے ایک ہی سانس میں متعدد سوال کر ڈالے۔ چچا جان کی بوکھلاہٹ عروج پر تھی۔ وہ کچھ دیر تک اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کرتے رہے پھر لرزتی ہوئی آواز میں آہستہ سے کہا ''جمیل بیٹے! آج تو غضب ہو گیا۔ میری عقل حیران ہے کہ یہ سب کیسے ہو گیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ لالہ صبح مجھ سے اپنے پیسوں کا مطالبہ کرنے آیا تھا۔ اس نے مجھے سخت سست بھی کہا تھا۔ اب یکا یک حالات کس طرح بدل گئے ہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میری نیت ہمیشہ صاف رہی ہے۔''

''کچھ تو فرمائیں چچا جان! آخر معاملہ کیا ہے؟'' میں نے سعادت مندی اور سنجیدگی سے پوچھا۔

''آپ مجھے کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آ رہے ہیں۔''

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"عقل کام نہیں کر رہی ہے جمیل میاں۔" چچا جان نے الجھتے ہوئے کہا پھر میرے اصرار پر بولے۔

"ابھی کچھ دیر پہلے کی بات ہے کہ لالہ میرے پاس دوبارہ آیا تھا۔ اس نے مجھے بینک کی کتاب اور ایک وصیت نامہ دیا۔ وصیت نامے کی رو سے لالہ نے مجھے میری سابقہ خدمات اور نیک نیتی کے پیش نظر ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے کی نقد رقم کا حق دار قرار دیا ہے اور بقول اس کے یہ خطیر رقم میرے نام سے بینک میں جمع کرائی جا چکی ہے۔ لالہ نے مجھ سے اپنے صبح والے رویئے کی معافی بھی مانگی تھی۔ میں نے رقم لینے سے بہتیرا انکار کیا لیکن اس نے میری ایک نہ سنی۔ وصیت نامہ اور بینک کی کتاب زبردستی میرے حوالے کر کے واپس چلا گیا۔ میں حیران و پریشان گھر میں گیا۔ وصیت نامہ اور بینک کی کتاب الماری میں رکھی اور کپڑے تبدیل کر کے دوبارہ لالہ کی دکان پر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ باہر سے گولیاں داغنے کی پے در پے آوازیں آئیں۔ میں بوکھلا کر باہر نکلا تو لالہ غریب گلی کے نکڑ پر خون میں لت پت پڑا تھا اور راگی پستول تانے کھڑا تھا۔ میرے خدا! تم میری حالت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ جمیل میاں! لالہ کو خون میں نہایا ہوا دیکھ کر میں گھر واپس چلا آیا۔ کچھ دیر بعد اوسان ٹھیک ہوئے تو دوبارہ باہر پہنچا۔ پولیس آ چکی تھی۔ راگی قتل کر کے فرار ہونا چاہتا تھا، مگر فرار نہ ہو سکا۔ اس نے پستول پھینک دیا تھا۔ اس لئے محلے والوں کو اسے پکڑنے میں آسانی ہو گئی۔ محلے والے اس سے پہلے ہی بہت تنگ تھے۔ وہ بہت شورہ پشت اور بدنام مجرم ہے۔ کئی بار جیل کی ہوا کھا چکا ہے۔ بڑے سنگین سنگین معاملوں میں پکڑا گیا مگر ہر مرتبہ چھوٹ گیا۔ تمام محلہ اس سے ڈرتا تھا لیکن اب اس کا چھوٹنا مشکل ہے۔ مجھے لالہ کی موت کا افسوس ہے مگر راگی کے پکڑے جانے پر میں بہت خوش ہوں۔ اب یہ محلہ خطرناک بدمعاش سے پاک ہو گیا۔ راگی نے پولیس کو بیان دیا تھا کہ وہ لالہ کا مقروض تھا۔ لالہ اسے آئے دن سخت سست کہا کرتا تھا اور آج بھی میرے ہاں سے واپسی پر اس کے پاس گیا تھا اور آج لالہ نے راگی کو بلا کر پولیس وغیرہ کی دھمکی بھی دی تھی۔ گالیاں بکی تھیں اور رقم کا مطالبہ کیا تھا۔ لالہ کے بدلے ہوئے غیر معمولی رویئے پر راگی کو غصہ آ گیا۔ وہ غنڈا یہ توہین برداشت نہیں کر سکا۔ رقم لانے کے لئے کہہ کر اندر گیا لیکن واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور اس سے پہلے کہ محلے والے کچھ کہتے یا درمیان میں پڑتے، راگی نے لالہ کے سینے میں دو گولیاں اتار دیں۔"

میں خاموشی سے چچا جان کی باتیں سنتا رہا۔ انکا نے بڑی خوبصورتی سے اپنا کردار ادا کیا تھا۔ ایک برا آدمی مارا گیا، دوسرے برے آدمی کو جیل نصیب ہوئی۔ واقعات کے تسلسل اور ترتیب میں کوئی جھول نہیں تھا۔ محلے والوں کی شہادتیں موجود تھیں۔ راگی کی غنڈا گردیوں کی مکمل رپورٹ پولیس کے پاس محفوظ تھی۔ وہ پہلے بھی کئی بار سنگین الزامات کے تحت جیل جا چکا تھا۔ انکا نے اس کارِ خیر کے لئے اس کا انتخاب خوب کیا۔ پورا محلہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ چچا جان اور مقتول کے تعلقات بڑے اچھے تھے۔ میں

نے تمام تفصیل پر غور کیا اور دل ہی دل میں انکا کی ذہانت اور طاقت کی داد دیتے ہوئے چچا جان سے مخاطب ہوا۔ "آپ کیوں ہلکان ہوتے ہیں چچا جان۔ راگی بقول آپ کے کوئی شریف آدمی نہیں تھا۔ اس کے اقبال جرم اور محلے کے عینی شاہدوں کی موجودگی میں آپ کی پوزیشن بالکل صاف ہے۔"

"یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں جمیل میاں! لیکن تم لالہ کو نہیں جانتے۔ وہ سنگ دلی اور ظلم کی حد تک کنجوس شخص تھا۔ کسی کو ایک پیسے کی رعایت دینا اس کے کاروباری اصول کے خلاف تھا۔ ایک مرتبہ اس کے پڑوس میں موت ہو گئی۔ لوگ غریب تھے۔ انہوں نے لالہ سے کریا کرم کے لئے کچھ رقم مانگی لیکن اس ظالم نے ہمسائیگی تک کا خیال نہ کیا۔ صاف منع کر دیا۔ ایسی صورت میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے کی خطیر رقم میرے نام بینک میں جمع کرا دینا اور پھر وصیت نامہ...... میری عقل دنگ ہے، کیا وہ پاگل ہو گیا تھا؟ بیٹے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار ہی کیوں؟ اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں؟ وہ تو بہت امیر و کبیر آدمی تھا۔ مجھے تو سب کچھ معلوم ہے۔ شہر میں اس کی بہت بڑی جائیداد ہے۔ ایک بینک میں روپیہ ہو تو بتاؤں۔ سوچتا ہوں کہ اس نے ایک مخصوص رقم ہی کیوں جمع کرائی؟ بس خدا سے یہ دعا ہے کہ وہ مجھے اور میرے بچوں کو اپنی امان میں رکھے۔ بری گھڑی آتے دیر نہیں لگتی۔"

"آپ کی تشویش ٹھیک ہے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ اپنے صبح کے رویئے پر پشیمان ہو گیا ہو، کوئی بات اس کے دل میں آ گئی ہو۔ بہرحال سمجھ میں نہیں آتا۔ میں خود حیران ہوں۔ میرا تو یہ مشورہ ہے کہ آپ ان باتوں کی تشہیر نہ کریں، انہیں راز ہی رہنے دیں۔ جب معاملات ٹھیک ہو جائیں گے تو دیکھا جائے گا۔"

☆==========☆==========☆

اس واقعے کے بعد میں نے انکا سے خود اپنے لئے رقم کی فراہمی کا مطالبہ کیا۔ چچا جان کی رقم میں سے کچھ لینے کی بات مناسب نہیں تھی۔ انکا نے حسب معمول مختلف ذرائع سے میرے لئے خاصی معقول رقم فراہم کر دی۔ میں نے لکھنؤ کی بود و باش کے لحاظ سے اپنے اور مالا کے لئے نفیس اور قیمتی ملبوسات تیار کرائے۔ مالا رانی غرارے، کرتے، جمپر شلوار اور تنگ موری کے پاجامے میں خوب خوب جچی۔ چچا جان کو جلد ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کا بھتیجا دولت میں کوئی کم رتبے کا آدمی نہیں ہے۔ ایک ہفتے تک تو مجھے چچا جان کے تسلی دلاسے، شبانہ، فرزانہ، رخسانہ اور ارشد سے مانوس ہونے اور گھر کی حالت سدھارنے میں کسی اور بات کا ہوش نہیں رہا۔ چچا جان کے ملاقاتیوں میں کئی جگہ میری دعوتیں ہوئیں۔ عورتیں مالا رانی کا حسن دیکھ کر چٹا چٹ اس کی بلائیں لیتی تھیں اور شبانہ ہر دعوت سے واپسی پر مرچوں سے اس کی نذر اتارا کرتی تھی۔ رخسانہ تو میری شاہ خرچیوں سے مرعوب ہو کر مجھ پر واری ہوئی جاتی تھی۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

چند ہی دن میں ہم سب لوگ گھل مل گئے۔ انکا بھی مزے لے لے کر دلچسپ ہنگامے کرتی رہتی۔ وہ بہنوں کے سر پر جا کر انہیں آپس میں لڑواتی اور پھر صلح کروا دیتی۔ مجھ سے ضبط نہ ہوا تو میں نے بھی انہیں حیرت زدہ کرنے کے لئے چھوٹے موٹے تماشے دکھائے اور ان کی دلچسپی کا سامان مہیا کیا۔

اس عرصے میں مجھے تزئین یاد آئی۔ مجھے لکھنؤ کا مشہورِ زمانہ بازار دیکھنے کی تمنا تھی جو نوابین اودھ کے خصوصی التفات کا مرکز تھا۔ تزئین کے بالا خانے پر جانے کو جی چاہتا تھا مگر جب یہ خیال آتا کہ پیروں میں گھنگرو باندھے رقص و سرود کے ہنگاموں میں مصروف ہوگی اور بازارِ حسن میرے سامنے گرم ہوگا تو قدم رک جاتے لیکن ایک دن میں ہمت کر کے وہاں پہنچ ہی گیا۔ انکا میری رہبری کر رہی تھی۔ میں سب سے پہلے تزئین کے بالا خانے پر گیا۔ وہاں کوئی لڑکی آتش کی غزل گا رہی تھی۔ اس کی آواز بھی آتشیں تھی۔ کوٹھے پر قدم رکھتے ہی میرا دل دھڑکنے لگا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں شرفا کا اجتماع تھا۔ ادھیڑ عمر کی ایک حسین و جمیل عورت نے بڑھ کر میرا استقبال کیا۔ انکا نے مجھے بتایا کہ یہ تزئین کی ماں ہے۔ وہاں ایک اور خوبصورت رقاصہ ساز و آواز کے ساتھ رقص کر رہی تھی۔ وہ اپنے شباب کے دور میں تھی۔ مجھے اس نے تیکھی نظروں سے دیکھا۔ انکا نے بتایا کہ اسے تزئین کی ماں نے خرید کر پالا ہے۔ گانے میں ماہر ہے اور رقص میں اسے کمال حاصل ہے۔ حسن میں بے نظیر اور اپنی اداؤں سے مکمل طوائف ہے۔ رجھانے اور دل لبھانے میں یکتا ہے۔ تزئین کی ماں نے اپنا بالا خانہ ایک اچھا خاصا نگار خانہ بنا رکھا تھا۔ یہ کمرا شیشے کے نادر کام سے آراستہ تھا اور کسی شاہی محل کے خاص ایوان کا منظر پیش کر رہا تھا۔ رنگ برنگے پردے، ہار پھول، جھاڑ فانوس، بے شمار روشن شمعیں، ملی جلی خوشبوئیں اور پاندان کھلا ہوا تھا اور گلوریاں پیش کی جا رہی تھیں۔ طبلے کی تھاپ، تاک دھنا دھن، گھنگروؤں کی جھنکار، جھن جھنا جھن، میں کسی زمانے میں ایسی خوبصورت محفلیں بمبئی میں آباد کرتا تھا اور تربینی پونا میں مگر یہاں کی بات اور تھی۔ تزئین وہاں نہیں تھی۔ جب میں نے انکا سے پوچھا تو اس نے بتایا۔ ''وہ سب سے آخر میں آتی ہے۔ تزئین کی ماں نے اپنی لڑکی کے حسن، گانے اور رقص کی دھاک بٹھا رکھی ہے۔ یہ تمام شرفا اس کا رقص شروع ہونے تک بیٹھے رہیں گے۔ تزئین کی ماں اشرفی بیگم نے اس کے رقص کے لئے رات ڈھلنے کا وقت طے کر دیا ہے۔ اس عرصے میں وہ اپنی ان شوخ نازنینوں کے ذریعے پیسے بٹورتی ہے جس وقت تزئین آتی ہے تو یہ محفل شباب پر ہوتی ہے۔''

میں بھی اس کے انتظار میں بیٹھا رہا اور غزلیں سنتا رہا۔ مجھے ایک لڑکی نے وہاں بہت متاثر کیا۔ اس کا نام شمیم تھا۔ شمیم جب رقص کرنے آئی تو میں نے اس پر نوٹ نچھاور کرنے شروع کر دیئے جو نوابین پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے وہ شروع شروع میں تو میرا ساتھ دیتے رہے مگر جمیل احمد خان سے مقابلہ کرنا ان کے لئے مشکل تھا۔ میں روپیہ لٹاتا رہا۔ وہ میرے پاس بیٹھی مجھے شوخ نظروں سے غزلیں سناتی رہی۔

اشرفی بیگم نے جب میری فراخ دلی کا یہ عالم دیکھا تو اس کی توجہ بھی میری ہی جانب مبذول ہو گئی۔ اس نے مجھے گلوریاں پیش کیں اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ میری مزاج پرسی کرنے لگی۔ اس کے لہجے میں بلا کی شائستگی اور مٹھاس تھی۔ میں نے اسے انکسار سے بتایا۔ ''میں بمبئی سے آیا ہوں۔ وہاں میری چھوٹی موٹی تجارت ہے۔ کام چل جاتا ہے۔ آپ کے ہاں کا ذکر بمبئی میں ایک دوست سے سنا تھا۔ جی تڑپ گیا اور ادھر چلا آیا۔ گیت سنگیت میری جان ہیں۔ حسین چہرے میری کمزوری ہیں۔ ذکر سنتا ہوں تو تمام کام چھوڑ کر ادھر کا رخ کرتا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ انہی کے سہارے جیتا ہوں ورنہ زندگی میں جی نہیں لگتا۔''

''خوب!'' وہ دلربائی سے بولی۔ ''آپ انکسار برت رہے ہیں۔ مجھے صاحب ذوق نظر آتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی قدر دانی سے یہ گھر روشن ہے۔ میرے ہاں شرفا آتے ہیں، یہ ان کی کرم گستری ہے۔ میں نے تمام زندگی فن کی خدمت میں گزاری ہے اور اپنی لڑکیوں کو فن سکھانے میں جگہ جگہ کی خاک چھانی ہے۔ کڑی ریاضت کے بعد کہیں جا کر انہیں دو چار مصرعے ادا کرنے اور زمین پر صحیح پیر ڈالنے آئے ہیں۔ آپ ابھی جائیے گا نہیں۔ تشریف رکھیے گا۔ میں اپنی لڑکی تزئین کو آپ کے ذوقِ لطیف کے لئے پیش کروں گی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اسے پسند کریں گے۔''

''ہاں ان کا تذکرہ تو میں نے خوب سنا ہے۔ اسی لئے تو کشاں کشاں چلا آیا مگر آپ کی یہ لڑکیاں بھی کچھ کم اچھا نہیں گاتیں۔ انہیں آپ نے کمال تربیت دی ہے۔'' میں نے مہذب انداز میں کہا۔

''آپ تزئین کو بھی پسند کریں گے۔ وہ میرا شاہکار ہے۔'' وہ اعتماد سے بولی۔

میں نے شمیم کے گانے پر اس کی موجودگی میں فیاضی کا کچھ زیادہ ہی مظاہرہ کیا۔ انکا بھی اس ہنگامے میں دلچسپی لے رہی تھی۔ ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی اور مجھے بتا رہی تھی کہ کون شخص مجھے کن نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ میں محظوظ ہوتا رہا۔ شمیم کے بعد ایک اور قتالہ گل بدن رقص پیش کرنے لگی۔ شمیم میرے پاس آ کر بیٹھ گئی اور بڑی لطافت سے میرے بارے میں مختلف سوالات کرنے لگی۔

تزئین سے جلد ملاقات کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے ایک بڑی رقم دانستہ لٹائی تھی تاکہ اشرفی بیگم کی نظریں چکاچوند ہو جائیں۔ آخر خاصے انتظار کے بعد تزئین کی آمد آمد کا غلغلہ بلند ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ سب لوگ سنبھل کر بیٹھ گئے ہیں۔ اشرفی بیگم میرے پاس دوبارہ آئی اور کہنے لگی۔ ''لیجئے وہ آ رہی ہے، ملاحظہ کیجئے گا۔''

میں نے کہا۔ ''منتظر ہوں، سراپا اشتیاق۔ اب انتظار کی تاب نہیں۔''

آخر سامنے کے دروازے سے تزئین برآمد ہوئی۔ ٹرین میں اس کا رنگ کچھ اور تھا، یہاں کچھ اور۔ اس نے مسکرا کر بعض امرا کو آداب کہا لیکن جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ ٹھٹک گئی۔ اچانک مجھے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

احساس ہوا کہ اس کی غلط فہمی دور کر دینی چاہئے۔ میں نے انکا کو اشارہ کیا۔ وہ میرے سر سے چلی گئی اور جلد ہی واپس آ گئی۔ اس نے تزئین کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ اس سے ملاقات کے لئے مجھے مجبوراً اس محفل رقص و موسیقی میں آنا پڑا ہے کیونکہ اس سے ملنے کا کوئی اور ذریعہ ممکن نہیں تھا۔ انکا نے اس کے دل سے میرے متعلق بدگمانی دور کر دی۔ مجھے احساس ہوا کہ اس کا چہرہ اور شاداب ہو گیا ہے۔ اس نے پیروں میں گھنگرو باندھے، طبلچی نے طبلہ کسنا شروع کیا اور ہارمونیم والے نے مختلف طریقوں سے اسے پرکھا۔ اشرفی بیگم نے مجھے اشارہ کیا۔ جیسے پوچھ رہی ہو، کہو کیا خیال ہے؟ میں نے بھی اشاروں ہی میں اپنے شدید تاثر کا اظہار کر دیا پھر رقص شروع ہوا۔ میں اس کی تفصیل نہیں لکھ رہا ہوں اس لئے کہ میں نے تزئین کے متعلق کچھ اور سوچ رکھا تھا۔ مجھے تزئین کی حد تک اس ہنگامے سے دلچسپی تھی لیکن میں مجبوراً روپے برسا رہا تھا کیونکہ میں اسی ترکیب سے اشرفی بیگم کے دروازے اپنے لئے کھلوا سکتا تھا۔ اشرفی بیگم نے کئی مرتبہ تزئین کو اشارہ کیا کہ وہ میرے سامنے آ کر گائے اور رقص کرے لیکن وہ میرے پاس نہیں آئی۔ وہاں اس وقت مقابلے کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ ایک شخص تزئین میں بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس نے اپنے گلے کا ہار تک تزئین کو پیش کر دیا پھر بھی وہ میرا مقابلہ نہ کر سکا۔ میں پہلے سے تیار ہو کر گیا تھا۔ بے دریغ اور بے تحاشا روپے لٹا کر میں نے اشرفی بیگم اور اس کے تمام طائفے کے دلوں میں اپنا گہرا اثر جما دیا۔ جب شمعیں ماند پڑنے لگیں تو رقص ختم ہو گیا۔ نوابین اور امرا ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگے۔ صرف میں بیٹھا رہا۔ اشرفی بیگم تزئین کو میرے پاس لے آئی۔ میں نے اس کے حسن، رقص اور سریلی آواز کی بہت تعریف کی اور کھڑا ہو کر رخصت چاہنے لگا۔ اشرفی بیگم نے مجھ سے دوبارہ آنے کی پرزور درخواست کی۔

مجھے لکھنؤ میں دو ماہ گزر گئے۔ اس مدت میں تزئین سے میری کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ میں نے زیورات اور نقدی سے اشرفی بیگم کا منہ بھر دیا تھا۔ اب میں دن کے وقت بھی اس کے پاس جا سکتا تھا۔ وہاں میری حیثیت ایک تماشائی سے کہیں زیادہ ہو گئی تھی۔ اشرفی بیگم دانستہ موقع دیتی تھی کہ میں اور تزئین تنہائی میں گفتگو کریں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے تزئین کو ہموار کر لیا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں لکھنؤ سے رخصت ہوتے وقت تزئین کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کوئی جال پھیلاؤں گا لیکن اس سلسلے میں اگر کوئی ہنگامہ ہوتا تو میرے لئے خواہ مخواہ کی مشکلات پیدا کر دیتا۔ اس لئے کہ تزئین میں لکھنؤ کے کئی با اثر افراد دلچسپی لے رہے تھے اور مجھے وہ لوگ بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ میں کسی موقع کا منتظر تھا۔

☆==========☆==========☆

چچا جان کے گھر کے اور ان کے بگڑے ہوئے حالات درست کرنے کا خیال بھی میرے ذہن میں تھا۔ ادھر شبانہ کی شادی کی خبریں تھیں۔ لالہ چرونجی لل کے قتل کے ایک ماہ بعد، میرے سمجھانے بجھانے پر

چچا جان نے وہ رقم استعمال کرنی شروع کی جو ان کے نام سے بینک میں محفوظ تھی۔ چنانچہ اب ان کی حالت ٹھیک ہو چکی تھی۔ مکان کی از سر نو مرمت ہوئی اور اس میں دو کمروں کا اضافہ بھی ہو گیا۔ چچا چونکہ کاروباری آدمی تھے اس لئے انہوں نے ایک جنرل سٹور کھول لیا۔ اس سے خاصی معقول آمدنی ہونے لگی۔ اس عرصے میں شبانہ کی شادی ہو گئی۔ لڑکا ایک مقامی کالج میں لیکچرار تھا۔ ارشد میاں، سکول میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ چچا جان کا ہاتھ بھی بٹانے لگے۔ میری خاطر مدارت میں اب بھی وہی روز اول والی سرگرمی تھی۔ غرضیکہ چچا جان کی حالت کافی سدھر گئی تھی لیکن میں بار بار پریشان ہو جایا کرتا تھا جب بھی بدری نرائن کا خیال آتا تھا، میرے سینے میں انتقام کی چنگاریاں بھڑک اٹھتی تھیں۔ میں ابھی تک نرگس کی بے چین روح کو قرار پہنچانے کے لئے بدری نرائن کے گندے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگ سکا تھا۔ انکا بار بار مجھے روک دیتی تھی۔ بدری نرائن ابھی تک کالی کے مندر میں تھا اور کسی بڑے دیوتا کا جاپ کر کے مہان شکتی پراپت کرنے کی دھن میں مگن تھا۔ میں نے ایک دو بار کلکتے جانے کی ٹھانی لیکن انکا آڑے آ گئی۔

بہت عرصے بعد ایسے سکون کے دن نصیب ہوئے تھے۔ میں مالا رانی کو لکھنؤ کی سیر کراتا رہا۔ اس کی محبت نے مجھے سارے جہان سے بے نیاز کر دیا تھا لیکن پھر اس یکسانی سے جی اکتا گیا۔ میں ہنگاموں کا عادی تھا۔ تزئین کے ہاں ابھی کوئی ہنگامہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ زندگی کے اس جمود سے جی گھبرانے لگا۔ ابھی تک چچا جان یا لکھنؤ والوں کو اصل جمیل احمد خان کا علم نہیں تھا۔ میں خود بھی لئے دیئے رہتا تھا۔ حالانکہ بعض اوقات دل چاہتا تھا کہ بعض لوگوں کو ان کے ناگوار جملوں اور نازیبا رویوں پر سزائیں دوں۔ ایک روز ایسا واقعہ پیش آیا جس نے کسی حد تک میری شخصیت چچا پر اجاگر کر دی۔ چچا جان کے پڑوس میں ایک نیا خاندان آ کر آباد ہوا تھا۔ اس میں ایک شاہ صاحب بھی تھے۔ انہوں نے محلے میں آتے ہی خود کو کوئی پہنچا ہوا بزرگ مشہور کر دیا۔ لالہ چرونجی لل کے حیرت انگیز واقعے سے متاثر ہو کر چچا جان نے پیروں، فقیروں اور بزرگوں کے پاس اور مزاروں وغیرہ پر آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ وہ ہر جمعرات کی رات کو کھانا بھی تقسیم کرتے تھے۔ جب انہیں اس پہنچے ہوئے بزرگ کے بارے میں اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً وہاں حاضری دی اور اس کے بعد روزانہ ان کی خدمت میں جا کر سلام پیش کرنا ان کا معمول ہو گیا۔ ان بزرگ نے دیکھتے ہی دیکھتے محلے کے ضعیف الاعتقاد افراد کو اپنا معتقد بنا لیا۔ کئی بار میرے جی میں آئی کہ ذرا میں بھی ان کے دیدار کروں اور اصلیت کا پتا چلاؤں لیکن میرا ارادہ دل ہی دل میں رہا۔ چچا جان سے ان کی خاصی یاد اللہ ہو گئی تھی اور وہ اکثر ان کا تذکرہ بڑی عقیدت سے کرتے تھے۔ اتفاق سے انہی دنوں فرزانہ پر ہسٹریا کے دورے پڑنے لگے۔ یہ دورے وہاں کی خواتین میں ایک عام بات تھی۔ چچا جان کوئی سایہ وغیرہ سمجھے۔ فوراً اسے شاہ صاحب کے پاس لے گئے۔ مجھے اس کا علم

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نہیں تھا لیکن بعد میں مالا نے مجھے بتایا کہ شاہ صاحب نے فرزانہ کو کسی سائے سے محفوظ کرنے کے لئے اپنے عملیات کے خاص کمرے میں لے جا کر اس کے ساتھ عجیب و غریب باتیں کیں، جن سے ان کی بری نیت کا پتا چلتا تھا۔ انہوں نے فرزانہ کے ساتھ دست درازی بھی کی۔ فرزانہ نے اس کا ذکر مالا سے کر دیا۔ مجھے حالات کا علم ہوا تو میں آپے سے باہر ہو گیا۔ میں نے انکا سے اس صورتِ حال کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کچھ دلچسپ انکشافات کئے۔ اس نے بتایا کہ شاہ صاحب دراصل رنگے سیار ہیں۔ ایک زمانے سے یہ کام کرتے ہیں۔ یہ صاحب بمبئی میں بھی بھولی بھالی لڑکیوں کو ورغلا کر تماشے والوں کی بھینٹ کر دیا کرتے تھے۔ وہاں سے نکالے گئے تو بنارس پہنچے اور شاہ صاحب کا چولا بدل لیا۔ انکا نے مجھے یہ بھی بتایا کہ ان کے گھر میں جو عورتیں ہیں، انہیں شاہ صاحب نے بنارس سے اغوا کیا تھا۔ کچھ دنوں تک ان کی کمائی سے مونچھوں پر تاؤ دیتے رہے۔ پھر بھانڈا پھوٹا تو لکھنؤ آ گئے اور یہاں تعویذ گنڈے اور جھاڑ پھونک کا کام شروع کر دیا۔ مجھے جب اس شرمناک حقیقت کا علم ہوا تو میں نے شاہ صاحب کو سرزنش کرنے کی ٹھان لی۔ شاہ صاحب نے میری چچازاد بہن فرزانہ پر بری نگاہ ڈالی تھی۔ مالا نے مجھے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن میں اسی وقت غصے میں بپھرا ہوا شاہ صاحب کے گھر پہنچ گیا۔ وہ اپنے بیرونی کمرے میں مسند نشین تھے۔ کمرے میں اگربتیوں کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ کچھ لوگ ان سے عجز کے ساتھ فریادیں کر رہے تھے۔ اتفاق سے چچا جان بھی وہاں موجود تھے لیکن وہ کسی کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے میں انہیں دیکھ نہیں سکا تھا۔ شاہ صاحب نے ایک نظر مجھ پر ڈالی اور اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔ اس وقت وہ کسی پیر کامل کی طرح مسند پر جلوہ افروز تھے۔ چہرہ پر سنجیدگی اور آنکھوں میں مستی تھی۔ گلے میں تسبیحیں تھیں اور سر پر دو پلی ٹوپی تھی۔ مجھے تاؤ آ گیا۔ میں نے کڑک کر کہا۔ ”میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا ہوں۔ تم سے کچھ باتیں کرنے آیا ہوں۔“

شاہ صاحب نے غور سے میری طرف دیکھا اور قلندرانہ شان سے بولے۔ ”بیٹھ جا، بیٹھ جا۔ تجھے بھی سمجھ لیتا ہوں۔ میں تیرے ہی انتظار میں تھا۔“

عقیدت مند میری طرف متوجہ ہو گئے۔ میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ”نا ہنجار، تیرے دن پورے ہو گئے ہیں۔ میں اب ان معصوم لوگوں کو تیرے دام میں نہیں پھنسنے دوں گا۔“

☆==========☆==========☆

شاہ صاحب نے ہاتھ میں دبی ہوئی تسبیح ہلاتے ہوئے جلالی لہجے میں کہا۔ ”گستاخ! بزرگوں سے بے ادبی کر رہا ہے؟ چلا جا! مجھے مشتعل نہ کر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری بددعا تجھے تہس نہس کر دے، جا کسی کنوئیں میں ڈوب مر۔ بے غیرت! تباہی تیرے پر منڈلا رہی ہے کمینے!“

”بکواس بند کر بڈھے!“ میں گرج کر بولا۔ ”تو ان سادہ لوح لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن میری

آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتا تو اگر روشن ضمیر ہوتا تو مجھے دیکھتے ہی سمجھ جاتا کہ میں کون ہوں؟“

”بے ادب، گستاخ، بے ہودہ!“ شاہ صاحب کی آنکھوں میں سرخی آ گئی، بپھر کر بولے۔ ”جا چلا جا، کیوں اپنی موت کو آواز دے رہا ہے۔ تو نے ایک بزرگ کا مذاق اڑایا ہے۔ خدا تجھے در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دے گا۔ حق اللہ“

شاہ صاحب نے حق اللہ کا زوردار نعرہ بلند کیا تو کمرے میں بیٹھے ہوئے عقیدت مندوں کی نظروں میں میرے لئے نفرت کا احساس ابھرا۔ میں نے حالات بھانپتے ہوئے جلدی سے کہا۔ ”او نمائشی شاہ! میں تجھے بتاؤں گا کہ تیرا اصل روپ کیا ہے، کیا تو سیدھی طرح یہ محلہ نہیں چھوڑے گا؟ کیا کچھ تماشا دیکھ کر اور بے عزت ہو کر ہی یہاں سے جانا پسند کرے گا؟“

”تو...... تو مجھ سے ٹکرا رہا ہے؟“ شاہ صاحب مسند سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”اتنی دیر سے کوئی بات تیری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، کمینے میرے آنے کا مقصد جان۔ میں تیری بربادی ہوں۔“ میں نے طیش میں آ کر کہا۔

”جا، اب بھی چلا جا۔ میں تجھے ایک موقع اور دیتا ہوں، ورنہ بہت برا ہو گا دیوانے، سنبھل جا، میں درگزر کرتا ہوں۔“

ٹھیک اسی لمحے انکا میرے سر سے رینگ کر اتر گئی۔ شاہ صاحب کی جلالی کیفیت بدستور قائم تھی۔ غرا کر بولا۔ ”تجھے آخری بار حکم دیتا ہوں بے مروت! جا، چلا جا۔ دفع ہو جا۔“

”زبان کو لگام دے او مردود۔ مجھے بے مروت وغیرہ کہنے سے تو ان لوگوں کو متاثر نہیں کر سکتا۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تیرے سامنے کون شخص کھڑا ہے“ میں نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ پھر دل میں پریتم لال کو یاد کرتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا۔ ”کیا کوئی کرشمہ دیکھنے کا منتظر ہے؟“

میری زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے ہی تھے کہ شاہ صاحب کے ہاتھ میں دبی ہوئی تسبیح حیرت انگیز طور پر ایک سیاہ رنگ کے سانپ میں تبدیل ہو گئی۔ عقیدت مندوں نے جب یہ خوفناک صورتِ حال دیکھی تو اٹھ کر باہر کی طرف بھاگے۔ خود شاہ کی حالت غیر ہو چکی تھی۔ اس نے خوفناک چیخ مار کر ہاتھ جھٹکا لیکن سانپ نے اس کے ہاتھ کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر لیا۔ جو کچھ ہوا وہ میری مرضی کے عین مطابق تھا۔ سانپ کے کاٹنے سے شاہ کا جسم بڑی تیزی سے نیلا پڑنے لگا اور اس کے منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو گیا۔ ابھی وہ زمین پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا کہ اندر سے ایک خوبصورت عورت باہر آئی اور اس نے مرتے ہوئے شاہ پر لعن طعن شروع کر دی۔ اس نے جو کچھ کہا وہ انکا کے زیر اثر کہا۔ میرا اب وہاں رکنا بے سود تھا۔ میں پلٹا تو دفعتاً چچا جان پر میری نظر پڑی۔ وہ بڑی حیرت اور پھٹی پھٹی نظروں سے مجھے گھور رہے تھے، میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور باہر آ گیا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"جم ...... جمی ...... جمیل میاں ...... یہ سب کیا تھا؟" چچا جان نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ ان کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "چچا جان! مجھے اس نمائش کی کبھی ضرورت نہ پڑتی۔ میں خود نہیں چاہتا تھا کہ ایسا ہو مگر شاہ کی بعض باتیں ناگوار گزر گئیں۔ آپ کا بھتیجا اس عرصے میں بے کار نہیں بیٹھا۔ اس نے در در کی ٹھوکریں کھائی ہیں، بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے سے دو چار گُر مجھے بھی آ گئے ہیں لیکن براہ کرم آپ میری اس صفت کا تذکرہ کسی سے نہ کریں۔"

میں نے چچا جان کو سمجھا بجھا کر خاموش کر دیا مگر محلے میں افراتفری پھیل چکی تھی۔ ظاہر ہے یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا جو لوگ شاہ صاحب کے کمرے میں موجود تھے۔ ان کے بیانات نے دور دور تک میری شہرت پھیلا دی۔ انکا دو روز تک مجھ سے دور رہی۔ تیسرے روز واپس آئی تو اس کے چہرے سے تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ مجھ سے کچھ ناراض ناراض نظر آ رہی تھی۔ میں نے وجہ دریافت کی تو وہ تنک کر بولی۔ "جمیل! بعض اوقات تم مجھے بہت پریشان کرتے ہو۔ خود سوچو، مسلسل دو روز تک تم سے دور رہوں گی تو میری کیا حالت ہوگی؟ تم اب بہت جلد جذباتی بن جاتے ہو۔ میں نے شاہ صاحب کا معاملہ ٹھنڈا کر دیا ہے لیکن اگر تمہارے تیور ایسے ہی رہے تو مصیبتوں سے کبھی چھٹکارا نہیں ملے گا۔ کسی روز بری طرح گھر جاؤ گے۔"

"تمہاری پرورش پھر کس مصلحت سے کی جا رہی ہے؟" میں نے اسے چھیڑنے کے لئے کہا۔

"نہیں جمیل! ہر وقت مذاق اچھا نہیں لگتا۔ تمہیں اب اپنے جذبات پر قابو پانا چاہئے۔ جلد بازی کے نتائج تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔"

"ٹھیک ہے، تمہارا مشورہ سر آنکھوں پر ...... مگر ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟ جلدی بتاؤ" انکا بگڑ کر بولی۔

"تم ایک مجسم عورت کے روپ میں ظاہر ہو جاؤ۔ میں ہمیشہ کے لئے تمہارا پرستار بن جاؤں گا۔ تمہارا بندۂ بے دام۔"

انکا میرا جواب سن کر اپنی سنجیدگی برقرار نہ رکھ سکی۔ شوخ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے اپنے پنجے چبھونے لگی۔ میں بھی سرشار ہو گیا اور اسی عالم میں سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا جہاں مالا رانی میرا انتظار کر رہی تھی۔

شاہ صاحب کے واقعے کی شہرت اتنی پھیلی کہ دور دور سے لوگ میرے پاس آنے لگے۔ جب دیکھو کوئی نہ کوئی دروازے پر موجود ہے۔ میں نے یہ مصیبت ٹالنے کی خاطر لوگوں کو نظر انداز کرنا اور ان سے چھپنا شروع کر دیا۔ دستک ہوتی تو میں خود دروازے پر پہنچتا اور کہتا کہ جمیل احمد خان شہر سے چلے گئے

ہیں۔ چچا جان کو میں نے سمجھا دیا تھا کہ بے کار لوگوں کو وہ بھی ٹالتے رہیں اور صرف ان لوگوں کو روکیں جو حقیقتاً توجہ اور امداد کے مستحق ہوں اور اسی دوران ایک روز کچھ ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے لکھنؤ میں بہت محتاط کر دیا، اس وقت انکا، مالا رانی کے سر پر تھی۔

شام کا وقت تھا۔ گھر والے صحن میں چھڑکاؤ کر کے اطمینان سے بیٹھے ہوئے محوِ گفتگو تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ارشد میاں اٹھ کر باہر گئے، واپس آ کر بولے۔ "کوئی برقع پوش خاتون آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔"

گھر والوں کو ابھی تک میرے پُراسرار واقعات کا علم نہیں تھا چنانچہ عورت کے نام پر سب چونکے البتہ مالا کو میں حالات سے باخبر کر چکا تھا۔ میں اٹھا، باہر آ کر دیکھا تو ایک عورت دروازے پر موجود تھی۔ چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا لیکن اس کے ہاتھ دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہ ایک قبول صورت اور کم عمر لڑکی ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر مترنم مگر رندھی ہوئی آواز میں میرا نام لے کر مجھے پوچھا۔

"جی ہاں! میرا ہی نام جمیل احمد خاں ہے" میں نے جواب دیا۔

"بھائی۔ میں بڑی مشکلوں سے آپ کا پتا دریافت کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔ اگر آپ نے مدد نہ کی تو موت کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہے گا۔"

عورت کی آواز میں درد تھا، میں نے پوچھا۔ "فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"خدا کے لئے میرے ساتھ چلئے۔" اس نے اپنے شوہر پر کسی آسیب کے آ جانے کی شکایت کی اور رو رو کر کہنے لگی۔ "میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، کوئی تین ماہ سے میرے شوہر پاگل ہو گئے ہیں۔"

یہ بات اس نے کچھ اس طرح دل سوزی سے کہی کہ میں اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا اور فوراً اس کے ساتھ ہو لیا۔ میں نے گلی سے باہر نکل کر تانگا پکڑا اور عورت کے ساتھ بیٹھ گیا۔ راستے میں ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ سخت مضطرب تھی اور تانگے والے کو بار بار تیز چلنے کی ہدایت کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد تانگا نخاس کے علاقے سے گزر کر ایک بڑی حویلی کے سامنے رک گیا۔ لڑکی نے جلدی سے نیچے اتر کر کرایہ ادا کیا اور مجھے اندر آنے کا اشارہ کر کے حویلی میں داخل ہو گئی۔ ابھی ہم حویلی کے صدر دروازے میں داخل ہوئے ہی تھے کہ انکا میرے سر پر آ گئی۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ آتے ہی کہنے لگی۔ "جمیل تم خطرے میں ہو۔ یہ لڑکی انتہائی چالاک اور عیار ہے۔ اسے نواب جبن علی خاں نے تمہیں پھانسنے پر مامور کیا تھا۔ جیسے ہی مجھے یہ اندازہ ہوا، میں مالا رانی کو چھوڑ کر تمہارے سر پر آ گئی۔"

☆==========☆==========☆

انکا کی آواز سن کر میں چونکا پھر مسکراتا ہوا خاموشی سے لڑکی کے ساتھ ایک خوب صورت کمرے میں داخل ہوا جو اعلیٰ معیار کے ساز و سامان سے سجا ہوا تھا۔ وہاں سامنے کے تخت پر ادھیڑ عمر کا ایک وجیہہ،

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سرخ و سپید شخص، چوڑی دار پانجامے اور انگرکھے میں ملبوس، گاؤ تکیئے سے لگا حقہ پی رہا تھا اور معنی خیز نظروں سے مجھے تول رہا تھا۔ لڑکی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی برقع اتار دیا۔ مجھے وہ صورت سے ہی بدقماش لگی۔ اس نے نظروں ہی نظروں میں مسند نشین شخص کو کچھ اشارہ کیا پھر تیزی سے پلٹی اور میری طرف مسکراہٹ کی ایک نظر ڈالتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ انکا نے مجھے بتایا کہ بن خاں یہی ہے۔

"ماشاء اللہ۔ تو تم ہو جمیل احمد خاں ...... بیٹھو۔" نواب نے طنزیہ انداز میں کہا۔ میں بے پروائی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کچھ توقف کے بعد نواب نے دوبارہ کہا۔ "تم سے ملاقات کو بڑا جی چاہتا تھا۔ کیا تمہیں یہاں اپنے بلائے جانے کا مدعا معلوم ہے؟"

"مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ جناب والا کو مجھے یہاں بلانے کے لئے ایک بدقماش عورت کا سہارا لینا پڑا ہے۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آدمی سمجھ دار معلوم ہوتے ہیں۔" نواب نے گاؤ تکیہ کچھ اور قریب کھینچتے ہوئے کہا۔ "کیا کرتے ہو؟"

"کوئی ضروری نہیں کہ میں جناب کے ہر سوال کا جواب دوں۔" میں نے طنزاً کہا۔ "میں نے تو سنا ہے کہ نوابین اودھ بڑے مہذب ہوتے ہیں......"

"اور بڑے ضدی، جذباتی اور خودسر بھی ہوتے ہیں۔ یہ تم نے نہیں سنا تھا؟" نواب نے لقمہ دیا۔

"عموماً ان کا واسطہ خوشامدیوں اور غریبوں سے پڑتا ہے لیکن ہر جگہ یہ بات نہیں ہوتی قبلہ! میرا خیال ہے جناب کو میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"خدا کی قسم! تم ہمیں پسند آئے، تم دلیر آدمی ہو۔"

"عزت افزائی ہے، میں جناب والا کا ممنون ہوں۔" میں نے کہا۔

"خوب۔ خدا کی قسم، بہت خوب ہو۔ تم ہمیں اور پسند آئے۔"

"مجھے بھی آپ کچھ کم اچھے نہیں لگ رہے ہیں، صرف ایک بات کی کمی ہے...... کہ جناب والا مردم شناس نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟ کیا ہم نے صحیح شخص کو طلب نہیں کیا؟"

"بے شک کیا ہے۔ میرا ہی نام جمیل احمد خاں ہے۔"

"اور سنا ہے تم ہماری مطلوب نشاط، تزئین کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہو؟ ہمیں اشرفی بیگم نے یہی بتایا تھا کہ تزئین کے سلسلے میں تم خاصے سنجیدہ ہو۔"

بات کچھ اور دلچسپ ہوتی لیکن تزئین کا نام آیا تو دل و دماغ میں ہیجان برپا ہو گیا۔ نواب بن علی نے جس انداز میں مجھے بلایا تھا، وہ کم ہتک آمیز نہیں تھا تاہم میں نے سرد مہری سے کہا۔ "نواب بن علی، میرے پاس تمہاری فضول باتیں سننے کے لئے وقت نہیں ہے۔ مطلب کی بات کرو۔"

"میں نے سنا ہے تم تعویذ گنڈوں میں بھی کچھ دخل رکھتے ہو۔ کیا یہ درست ہے؟" نواب کے لہجے میں اب بھی تحکم تھا۔

"اسے جانے دو کہ میں کیا کرتا ہوں، کس چیز میں دلچسپی رکھتا ہوں، کس میں نہیں۔ تم مطلب کی بات کرو۔" میں بڑے ضبط سے کام لے رہا تھا انکا میرے سر پر بیٹھی میرے مخاطب کی قہر آلود نظروں سے گھور رہی تھی۔

"سنو خاں صاحب! تزئین ہماری منظور نظر ہے اور جسے نواب بن علی پسند کر لیتے ہیں، وہ اسے حاصل بھی کرتے ہیں۔ صاف بات یہ ہے کہ تمہیں تزئین سے دست بردار ہونا ہوگا۔" بن علی نے بازاری لہجے میں کہا۔ "تعاون کرنے کی صورت میں تم ہمارے دوست وبصورت دیگر ہمیں تزئین کو حاصل کرنے کے لئے تمہیں مجبوراً راستے سے ہٹانا پڑے گا۔ بہتر ہوگا کہ تم خود بخود مان جاؤ ورنہ نواب بن علی خاں کے ہاں خدام کی ایک فوج ظفر موج ہے، وہ تمہارا موثر علاج کرنے میں بڑی مہارت کا ثبوت دے گی۔"

اب میرے لیے برداشت کرنا مشکل تھا۔ میں نے حقارت سے کہا۔ "بن علی! تم نے جو کہا، وہ میں نے سن لیا۔ اب میری شرط بھی سن لو۔ اگر تم اپنی کسی ہمشیرہ کو شب باشی کے لئے میرے حوالے کر دو تو میں تزئین کے سلسلے میں دست برداری کے لئے تیار ہوں۔"

میرا جواب سن کر بن علی نے کسی گرگٹ کی طرح رنگ بدلا اور تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ خون کی حدت اور غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر انکا نے میرا سر چھوڑ دیا۔ بن علی نے آگ بگولا ہو کر تالی بجائی۔ اس طرح غالباً وہ اپنے خدام کو طلب کر رہا تھا لیکن مجھے یہ دیکھ کر چنداں حیرت نہیں ہوئی کہ تالی کی آواز ابھر ہی نہ سکی۔ اس نے جھلا کر متعدد بار تالی بجانی چاہی، آوازیں دیں لیکن آواز اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ اب اس کے چہرے کی رنگت خوف سے پیلی پڑ چکی تھی۔ میرے طیش کا وہی عالم تھا۔ میں نے نواب کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کیوں بن علی؟ کیا خیال ہے تمہارا، میرے تعویذ گنڈوں کے بارے میں؟ تم نے میری خاطر تواضع کے لئے اپنے جن گرگوں کو حویلی میں جمع کر رکھا تھا، وہ کہاں گئے؟ آنکھیں اٹھاؤ، ادھر دیکھو اور میری ہدایت غور سے سنو، تمہیں میرے مؤکل کے لئے اس حسین فتنے کا خون فراہم کرنا ہوگا جسے تم نے میرے پھانسنے کے لئے بھیجا تھا مگر تمہیں یہ کام ابھی نہیں کرنا پڑے گا۔ آج اتنا ہی سبق کافی ہے۔ بہرحال یاد رکھو کہ تمہیں اس گستاخی کی شدید سزا ضرور ملے گی۔ میں اس وقت بھی تمہیں اپنا ہر حکم ماننے پر مجبور کر سکتا ہوں لیکن جاؤ، ایک موقع اور دیتا ہوں۔"

میں نے حویلی میں خوں ریزی سے گریز کیا۔ کیوں کہ مجھے ڈر تھا کہ بن علی کے مکان میں داخل

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ہوتے وقت مجھے کسی نے دیکھ نہ لیا ہو۔ ظاہر ہے اس نے میرے لیے پورا انتظام کر رکھا ہوگا۔ ہر چند کہ انکا کے اس کارنامے پر میں اسے خوش رکھنا اور خوش کرنا چاہتا تھا لیکن سر دست ضبط و تحمل کی ضرورت تھی۔

نواب بن علی ایک بت کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا تھا۔ میں نے آخری بار اسے زہریلی نگاہوں سے دیکھا پھر حویلی سے باہر آ گیا۔ میرا اندازہ صحیح تھا۔ حویلی کے ارد گرد بن علی کے غنڈے منڈلا رہے تھے۔ گویا میری توقع کے عین مطابق، نواب نے مجھے زچ کرنے کا پورا انتظام کر رکھا تھا۔ حویلی سے نکل کر میں نے سڑک پار کی۔ اسی وقت انکا شوخی سے میرے سر پر وارد ہو گئی، میں نے اپنی رفتار تیز کر دی اور انکا راستے بھر مجھے ستاتی رہی۔

☆==========☆==========☆

تزئین کے سلسلے میں مجھے لکھنؤ کے بانکوں، نوابوں اور منچلے رئیسوں سے جو مخالفت مول لینی پڑی، اس کی داستان بہت طویل اور بہت دلچسپ ہے۔ مجھ پر آئے دن قاتلانہ حملے ہوتے، مجھے سنہرے اور رنگین جالوں میں پھنسانے کی کوشش کی جاتی، بعض اعلیٰ افسران اور معزز عہدے داران بھی میری مخالفت پر اتر آئے تھے، اصل میں اشرفی بیگم اس طرح کی کشمکش پیدا کر کے تزئین کا بازار گرم کر رہی تھی۔ وہ لوگوں کو بھڑکاتی تھی، یہ سب کچھ اسی کے ایما پر ہو رہا تھا۔ اس جہاں دیدہ عورت کی تیز نظروں نے شاید یہ راز بھی بھانپ لیا تھا کہ میرے اور تزئین کے مراسم بالا خانے کے آداب سے تجاوز کر گئے ہیں۔ وہ یہ بھی سمجھ گئی تھی کہ جب تک میرا اور تزئین کا میل جول ختم نہیں ہوتا، اس وقت تک تزئین دوسرے طالبان جلوہ کے سامنے خاطر خواہ دل ربائی سے نہیں آ سکتی۔ پھر ایسا ہوا کہ متعدد بار اس نے شہر کے نوابوں سے تزئین کی نتھ اتروائی کے لئے منہ مانگے دام بھی وصول کر لیے لیکن میری مداخلت کی وجہ سے ہر بار اسے شرمندگی اٹھانی پڑی۔ ایسے موقعوں پر انکا اور پریتم لال کی پراسرار شکتی ہر طرح میری معاون ہوتی۔

اشرفی بیگم مجھے ٹھکانے لگانے کے لئے جب تمام ہتھکنڈے آزما چکی تو اس نے اوچھے ہتھیار استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ اس نے لکھنؤ کے کسی پنڈت سے میرے گھر والوں پر جنتر منتر کرائے لیکن اس مرتبہ بھی اسے مایوسی ہوئی۔ آخر اس نے تنگ آ کر تزئین پر سختیاں شروع کر دیں۔ مجھے خبر ملی تو بڑا غصہ آیا اور میں سختیوں کے سدباب کا انتظام کرنے کے لئے پر تولنے لگا لیکن انکا پھر درمیان میں بول پڑی۔ ”جمیل! تم نے پھر وہی جلد بازی کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے؟ تزئین کو اگر تم نے اشرفی بیگم کے بالا خانے سے نکال لیا تو اسے رکھو گے کہاں؟ مالا رانی کو کیسے سمجھاؤ گے، یہ بھی سوچا ہے تم نے؟ ایسے عالم میں تزئین کا اغوا تمہارے حق میں ہرگز مناسب نہیں ہوگا۔“

”انکا! میں نے تزئین سے کچھ وعدہ کیے ہیں۔ انہیں پورا کرنا میرا فرض ہے۔“

”صبر سے کام لو۔ تمہارے ساتھ انکا ہے۔ پریشان نہ ہو۔“ انکا کے پیہم اصرار پر میں نے کوئی

Downloaded from Paksociety.com

جارحانہ اقدام کرنے سے گریز کیا۔ وہ مجھے تزئین کے بارے میں ایک ایک پل کی خبروں سے آگاہ کرتی رہی۔ کچھ دن سکون سے گزر گئے لیکن پھر انکا نے مجھے ایک ایسی خبر سنائی جس نے میرے صبر کا پیمانہ چھلکا دیا۔ ”جمیل، آج تمہیں میرے ساتھ تزئین کے پاس چلنا ہوگا۔“

”خیریت تو ہے انکا!“ انکا کی الجھن دیکھ کر میں نے پوچھا۔

”میں آج ایک بری خبر لائی ہوں جمیل!“ انکا نے بسورتے ہوئے کہا۔ ”اشرفی بیگم نے تزئین کے سلسلے میں حکومت کے ایک اعلیٰ افسر یاور مرزا سے سودا کر لیا ہے۔ یاور مرزا ابھی ایک ہفتے قبل دلی سے تبادلے کے بعد یہاں آیا ہے۔ وہ بڑا رشوت خور، عیاش اور کمینہ خصلت شخص ہے۔ اشرفی بیگم نے اسے شیشے میں اتار لیا ہے۔ آج تزئین کو یاور مرزا کے بنگلے پر پہنچا دیا جائے گا۔“

یہاں میں مصلحت کی بنا پر اس بڑے افسر کا اصل نام اور اس کا صحیح عہدہ نہیں بتا رہا ہوں بہر حال یہ خبر سن کر دن کس طرح گزرا، کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ جیسے جیسے رات کے سائے گہرے ہوتے گئے، میرے خون کی گردش تیز ہوتی رہی، انکا سر پر نہیں تھی، اسے میں نے تزئین کے بالا خانے پر بھیجا تھا تاکہ اس کی رخصتی اور دیگر حالات کی تفصیل معلوم ہو سکے۔ رات کے ساڑھے گیارہ کا عمل تھا کہ انکا پریشان پریشان واپس آئی، میں فوراً مالا رانی کو سوتا چھوڑ کر آہستہ سے اٹھا اور انکا کے ساتھ تزئین کے بالا خانے کی سمت چل دیا۔ راستے میں انکا نے مجھے بتایا کہ اشرفی بیگم نے تزئین کو بے ہوش کر دیا ہے کیونکہ اسے توقع نہیں تھی کہ تزئین اپنے بدن کا سودا کرنے پر آمادہ ہو جائے گی۔ ٹھیک بارہ بجے یاور مرزا کی کار تزئین کو لینے آئے گی۔ اس کام کیلئے اس نے کچھ بااثر لوگوں کو اپنے اعتماد میں لے لیا ہے اور مسلح غنڈے تعینات کر رکھے ہیں تاکہ راستے میں کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے۔ یہ احتیاط اشرفی بیگم کی درخواست پر کی گئی ہے۔“

میں آنے والے سنگین حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ تزئین کے بالا خانے والی سڑک سے کچھ فاصلے پر میں نے تانگا چھوڑا اور پیدل آگے چل دیا۔ انکا کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جب میں اپنی منزل پر پہنچا تو انکا نے حسب دستور مجھے جذبات پر قابو رکھنے، جلد بازی نہ کرنے اور برداشت سے کام لینے کی تلقین کی۔ میں نے اس سے ان باتوں پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا حالانکہ یہ سب کچھ حالات پر منحصر تھا۔ تزئین کی عزت پر حرف آتا تو میں اس شہر کو تباہ کر دیتا۔ یہ بات شاید انکا جانتی تھی۔ اسی لیے بار بار مجھ سے پُرسکون رہنے کی درخواستیں اور منتیں کر رہی تھی۔

بالا خانے تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ انکا نے بالا خانے کے دربان کو حسب معمول اپنی پراسرار قوت بروئے کار لا کر میرے سلسلے میں غافل کر دیا تھا۔ میں اوپر پہنچا تو بیرونی کمرے میں اشرفی بیگم کسی گرانڈیل شخص کے ساتھ دل بستگی کی باتوں میں مصروف تھی، میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ یہ یاور مرزا کا بھیجا ہوا کوئی آدمی ہے۔ ان دونوں نے مجھے دیکھا تو چونک اٹھے، خاص طور

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

پر اشرفی بیگم کی نظریں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے غالباً اس وقت میری آمد کی توقع نہیں تھی، وہ چند ثانیے حیرت زدہ کھڑی رہی پھر اس نے آنکھوں کے اشاروں سے کمرے میں موجود شخص سے میرے بارے میں کچھ کہا اس کے بعد براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر سرد آواز میں بولی۔ ''خاں صاحب، آپ اور اس وقت؟ خیریت تو ہے؟''

''میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں تزئین سے ملنے آیا ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''اتنی رات گئے بھلا کون سا ضروری کام یاد آ گیا آپ کو؟'' اشرفی بیگم کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کیا تزئین جاگ رہی ہے؟'' میں نے اس کی بات نظر انداز کر کے پوچھا۔

''نہیں......'' اشرفی بیگم کی تیوری پر بل آ گئے۔ ''اس کی طبیعت ناساز ہے، اسے اس وقت نہیں جگایا جا سکتا۔''

''کیا میری خاطر بھی نہیں؟''

''دیکھئے خاں صاحب! بالا خانے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔'' اشرفی بیگم ہاتھ نچا کر قدرے برہمی سے بولی۔ ''کہہ جو دیا کہ بچی کی طبیعت خراب ہے۔''

قریب تھا کہ میں اس کے رخسار پر ایک طمانچہ رسید کر دیتا مگر انکا نے بروقت مجھے ٹوکا۔ ''جمیل! میں یہاں کچھ پراسرار حالات کی بو سونگھ رہی ہوں۔ تمہیں ہر حال میں تزئین کے کمرے تک پہنچنا چاہیے لیکن غصے پر قابو رکھو تو بہتر ہے۔''

''یہ شخص کون ہے؟'' میں نے دل ہی دل میں انکا سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو مجھے تیکھی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

''یہ یاور مرزا کا کرائے کا پٹھو ہے۔ اس کا نام ناظم علی ہے، یہ بھی کچھ کم دل جلا نہیں ہے۔ یاور مرزا نے اسے اشرفی بیگم کی درخواست پر یہاں تعینات کیا ہے۔ مزاج کا ظالم اور دل کا سخت ہے۔ خاصا بدنام آدمی ہے۔''

''تم نے ابھی پراسرار حالات کے بارے میں کچھ کہا تھا؟''

''ہاں۔'' انکا نے معنی خیز نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے حیرت ہے جمیل کہ میری نظریں تزئین کے کمرے تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔ راستے میں دھند ہے، کہر کی دبیز چادر۔''

انکا کی بات میرے لیے تشویش ناک تھی، اس کے چہرے کی الجھن اس بات کی غمازی کر رہی تھی، وہ کسی غیر متوقع اور سنگین معاملے کے متعلق غور کر رہی ہے۔ میں انکا سے اس کی وجہ دریافت کرنا ہی چاہتا تھا کہ اشرفی بیگم نے کہا۔ ''اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں خاں صاحب، تزئین اس وقت کسی سے نہیں مل سکتی۔''

''میں ایک نظر اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

اشرفی بیگم ہتھے سے اکھڑ گئی۔ ''ان خیالوں میں نہ رہئے خاں صاحب، بہت ہو چکا۔ اب میں یہ حرکتیں برداشت نہیں کر سکتی۔ تزئین آپ کی جاگیر نہیں ہے کہ جب جی چاہا منہ اٹھائے چلے آئے۔''

اشرفی اپنی اوقات سے بڑھ کر باتیں کر رہی تھی۔ وہ اس وقت ناظم علی کے بل بوتے پر اچھل رہی تھی، پہلے اس نے کبھی مجھ سے اتنی تلخ گفتگو نہیں کی تھی۔ میں ابھی اپنے اگلے اقدام کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ ناظم علی بڑی رعونت سے بولا۔ ''کیا تم ہی جمیل احمد خاں ہو؟''

''تم درمیان میں مت بولو۔'' میں نے ڈپٹ کر کہا۔ ''گفتگو میری اور اشرفی بیگم کی ہو رہی ہے۔''

''اچھا!'' ناظم علی کے تیور یکلخت بدل گئے۔ ''کیا مجھے اپنا تعارف کرانا پڑے گا؟''

''اوقات میں رہو ناظم علی!'' میں نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ ''تم کون ہو اور اس وقت یہاں کن فرائض کی بجا آوری پر مامور ہو، یہ بات میرے علم میں ہے۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو مجھ سے الجھنے کی حماقت نہ کرو۔ اگر میں نے بھی تم سے اپنا تعارف کرا دیا تو لکھنؤ کا آسمان تم پر بھاری ہو جائے گا۔''

ناظم علی ایسے جملوں کا عادی نہیں تھا، وہ جیب سے ریوالور نکال کر گرجا۔ ''کمینے، تیرا وقت آ گیا ہے۔''

بات زیادہ بڑھتی دیکھ کر انکا تیزی کے ساتھ میرے سر سے رینگ گئی، دوسرے ہی لمحے میں نے ناظم علی کی پلکیں تیزی سے کھلتی اور بند ہوتی دیکھیں جیسے اس پر غشی کی کیفیت طاری ہو رہی ہو۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دو تین بار آگے پیچھے جھکولے کھائے پھر تیورا کر صوفے پر الٹ گیا۔ اشرفی بیگم نے حالات بدلتے دیکھے تو اس کا سارا کس بل نکل گیا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ اٹھی، وہ سر تا پا کانپنے لگی جیسے لرزہ دے کر بخار چڑھ آیا ہو، اسی لمحے انکا دوبارہ میرے سر پر آئی اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''جمیل! وقت ضائع نہ کرو، فوراً تزئین کی خواب گاہ کی طرف بڑھو۔ ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔''

میں اشرفی بیگم کو خوں خوار نظروں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا، اس نے میرے راستے میں حائل ہونے کی کوشش نہیں کی۔ کرتی بھی کیسے؟ انکا کی پراسرار قوت کے ایک ادنیٰ کرشمے نے اس کی عقل گنگ کر دی تھی، حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

میں لپک کر تزئین کی خواب گاہ میں داخل ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے ٹھٹک کر رک گیا۔ تزئین کا بستر خالی تھا۔ بستر کی شکنیں بتا رہی تھیں کہ وہ یقیناً کچھ دیر پہلے وہاں موجود تھی، پھر...... کیا میں نے اس تک پہنچنے میں دیر کی تھی؟ کیا یاور مرزا کے آدمی اسے لے گئے؟ کیا انکا نے مجھے غلط معلومات فراہم کی تھیں؟ میرا ذہن قلابازیاں کھانے لگا۔ میں نے دیوانگی کی حالت میں مکان کا ایک ایک کونا چھان مارا لیکن

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تزئین کا کہیں پتا نہ تھا۔

میں نے غصیلی نظروں سے انکا کی طرف دیکھا، اس کے چہرے پر بھی گہری الجھن اور پریشانی مسلط تھی۔ مجھے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

اس قدیم و جدید طرز کے مکان کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں میں نے تزئین کی تلاش نہ کی ہو۔ میں نے پلنگ الٹ دیئے، صندوق کھول دیئے، الماریاں کھنگال ڈالیں۔ مچان اور چھوٹے سے تہہ خانے کا کونا کونا دیکھ مارا۔ تزئین کو غائب پا کر جمیل احمد خاں کے اندر کا وحشی انسان جاگ اٹھا تھا۔ میں دیوانوں کی طرح مکان کی تلاشی لے کر باہر آیا تو ناظم علی ابھی تک صوفے پر بے سدھ پڑا تھا۔ اشرفی بیگم کی حالت عجیب تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ انکا کے چہرے پر بھی گہری الجھن اور پریشانی مسلط تھی۔ وہ کوئی بات نہیں بتا پا رہی تھی۔ یہ غیر متوقع صورت حال دیکھ کر میرا جی چاہا کہ اشرفی بیگم کو نوچ کھسوٹ کر لہولہان کر دوں۔ میں نے اس کے قریب جا کر سرد لہجے میں دریافت کیا۔ ’’دیکھو، مجھے تزئین کے بارے میں صحیح صحیح بتا دو۔‘‘

’’کیا مطلب؟‘‘ اشرفی بیگم کی آنکھوں میں خوف تھا مگر وہ تیوری پر بل ڈال کر گھومی۔ مگر جب اس نے میرے چہرے پر وحشت اور الجھن کے تاثرات دیکھے تو کچھ اور ہی نتیجہ اخذ کر بیٹھی۔ گردن جھٹک کر بڑے نخرے سے بولی۔ ’’خان صاحب، کسی فریب میں مبتلا نہ رہئے گا۔ تزئین اسی ماحول کی پروردہ ہے، وہ اس ماحول سے غداری نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ میرے حکم کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائے گی اور یہی ہوا۔ اس نے آپ کو مایوس کر دیا نا؟ اب کان کھول کر سنیئے کہ وہی ہو کر رہے گا جو میں چاہوں گا، جو میں سوچوں گی۔ تزئین میری زندگی کا سہارا ہے۔ آپ اتنی آسانی کے ساتھ اسے مجھ سے جدا نہیں کر سکتے۔‘‘

’’تم غلط سمجھ رہی ہو! اشرفی بیگم، میں......‘‘

’’بس کیجئے خان صاحب!‘‘ اشرفی بیگم نے چمک کر کہا۔ ’’اس بالا خانے پر وفا کی آس مت لگایئے۔ آپ نے لڑکی کو بہت ٹھگنی کا ناچ نچا لیا۔ میں خاموش دیکھتی رہی لیکن اب اس نے آپ کو جواب دے دیا ہے۔ اس لیے میں آپ سے کوئی دعا سلام رکھنا نہیں چاہتی۔ اپنے یہ شعبدے کسی اور کام کے لئے اٹھا رکھیے۔ بالا خانے پر بیٹھنے والے بڑے دل گردے کے لوگ ہوتے ہیں۔ سنیئے آئندہ اس دہلیز پر قدم نہ رکھیے گا۔ اس طرف بھٹکئے گا بھی نہیں۔‘‘

’’ہوش کی بات کرو اشرفی بیگم! اپنی زبان قابو میں رکھو۔ میں ایسی باتیں سننے کا عادی نہیں ہوں۔‘‘ میں نے نفرت سے کہا۔ ’’یہ محض تمہارا وہم ہے کہ تزئین نے مجھے مایوس کر دیا ہے۔ اگر وہ موجود ہوتی تو اسی وقت تم اس پر اپنی تربیت کا اثر دیکھ لیتیں۔ وہ یقیناً اس گندے ماحول کو خیر باد کہہ کر میرے ساتھ چلی

جاتی۔ خیر اس سے قبل کہ میں تم پر ہاتھ اٹھاؤں، تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ مجھے تزئین کے متعلق بتا دو کہ وہ کہاں ہے؟‘‘

’’کیا!‘‘ اشرفی بیگم نے چونکتے ہوئے کہا۔ ’’کیا تزئین کمرے میں نہیں ہے؟‘‘

’’مکار عورت! میرے ساتھ عیاری؟‘‘ میں نے تلملا کر اتنے زور کا طمانچہ مارا کہ اشرفی بیگم کراہ کر فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین پر الٹ گئی۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ اسے اس جارحانہ رویے کی بالکل توقع نہیں تھی۔ اس کے منہ سے خون کی ایک باریک لکیر بہہ نکلی۔ میں نے گرج کر پوچھا۔ ’’اشرفی بیگم! تیرا واسطہ مجھ سے پڑا ہے، جمیل احمد خاں سے۔ تجھے بتانا پڑے گا کہ تزئین کہاں ہے؟‘‘

انکا ابھی تک خاموش تھی۔ اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ میں اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اشرفی بیگم کے جواب کا منتظر تھا۔ ’’میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا اشرفی بیگم، جلدی بتا تزئین کہاں ہے؟‘‘

’’خان صاحب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا کی قسم آپ جس وقت آئے تھے اس وقت تزئین اپنی خواب گاہ میں تھی۔‘‘ اشرفی بیگم نے ہانپتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

’’یقین کیجئے، میں آپ سے جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ ہائے میری بچی، اسے کون لے گیا؟‘‘ اس نے سر پر ہاتھ رکھ کر رونا اور بین کرنا شروع کر دیا۔

’’اچھا؟ طوائفیں بھی اپنی اولاد سے محبت کرتی ہیں۔ ٹسوے نہ بہاؤ، مکاری کے آنسو پونچھ لو۔ میں نے ایک دنیا دیکھی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تو نے وقت سے پہلے اسے یاور مرزا کے حوالے کر دیا ہو؟‘‘ میں نے جھنجلا کر کہا۔

یاور مرزا کا نام سن کر اشرفی بیگم کا رنگ فق ہو گیا۔ کچھ جھجک کر بولی۔ ’’میں آپ سے انکار نہیں کروں گی۔ مجھ بدنصیب نے یاور مرزا سے بات طے کر لی تھی لیکن تزئین کہاں گئی؟ خدا کی قسم! اس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ میں آپ سے سچ کہہ رہی ہوں خان صاحب!‘‘

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں؟ اس عورت کو موت کے گھاٹ اتار دوں یا اس مکان کو آگ لگا دوں۔ اشرفی بیگم جیسی جہاندیدہ اور مکار عورت کی بات پر اعتبار کرنے کو دل آمادہ نہیں تھا۔ میری سخت کلامی اور اس کی فریاد، میری ضربیں اور اس کی سسکیاں اور چیخیں سن کر خوب صورت نوجوان رقاصائیں غزالہ، شمیم، گلبدن اور ناہید وغیرہ بھی اسی کمرے...... میں بھاگی ہوئیں آ گئیں۔ رفتہ رفتہ خادمائیں اور ملازمین بھی وہیں جمع ہو گئے۔ وہ سب حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں افراتفری مچ گئی۔ انہوں نے آتے ہی اشرفی بیگم کی زبوں حالی دیکھی۔ اس کے چہرے پر خون دیکھا۔ ناظم علی کو صوفے پر بے سدھ پڑا پایا اور میری دہاڑ سن کر تو لڑکیاں سراسیمہ ہو کر پیچھے ہٹ گئیں۔ طبلچی اور

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سازندے آگے بڑھ آئے۔ میں نے ان سب سے تزئین کے بارے میں پوچھا۔ انہیں ڈرایا دھمکایا۔ شمیم اور گلبدن جو نہایت حسین تھیں انہوں نے سسکیوں سے رونا شروع کر دیا۔ غزالہ ان سب میں تیز طرار تھی۔ اس نے قینچی کی طرح زبان چلانی شروع کر دی تو میں خطرناک ارادے سے اس کی طرف بڑھا تاکہ اس فتنے کی زبان گدی سے کھینچ لوں۔ انکا نے جلدی سے مجھے مخاطب کیا۔ "یہاں وقت ضائع نہ کرو جمیل۔ ان میں سے کوئی بھی تزئین کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اصل بات ہی کچھ اور ہے۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے تلخی سے پوچھا۔

"یہ تو میں بھی نہیں بتا سکتی۔" انکا نے مایوسی سے جواب دیا۔

میں نے انکا کو غصے کی نظروں سے دیکھا۔ غزالہ کی طرف بڑھتے ہوئے میر قدم رک گئے۔ مجھے اب یقین آ گیا کہ یہ سارا طائفہ تزئین کی اچانک گمشدگی سے خود حیرت زدہ ہے اور اصل حالات سے بے خبر ہے۔ جب انکا اس راز سے واقف نہیں ہے تو پھر انہیں کیا علم ہوگا؟ لیکن سوال یہ ہے کہ تزئین کے سلسلے میں مجھے کون بتائے؟ اسے کون لے گیا؟ یا اگر وہ خود چلی گئی ہے تو کہاں گئی ہے۔ انکا نے یہاں داخل ہونے کے بعد مجھ سے کہا تھا کہ میں تزئین کے کمرے میں فوراً پہنچوں۔ ایک ایک لحہ قیمتی ہے۔ انکا نے تشویشناک انداز میں یہ بھی کہا تھا کہ اس کی نظریں تزئین کے کمرے تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔ دھند اور کہر کی دبیز چادر نے اس کی غیر معمولی قوت بینائی معدوم کر دی تھی۔ انکا نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ یہاں کچھ پراسرار حالات کی بو سونگھ رہی ہے۔ وہ عجیب و غریب حالات کیا تھے؟ وہ کون سی قوت تھی جس نے انکا کے پراسرار وجود کو بھی تزئین کے سلسلے میں کچھ سوچنے اور جاننے سے روک دیا تھا؟

میرے دل و دماغ میں ہیجان برپا تھا۔ اسی لمحے مجھے اس طرح پریتم لال کا خیال آیا جیسے اندھیرے میں امید کی کرن چمکی ہو۔ میں نے پریتم لال کو دل کی گہرائیوں سے یاد کر کے تزئین کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کی خواہش کی لیکن میری اس شدید خواہش پر بھی کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں ہوا۔ میرا اضطراب دو چند ہو گیا۔ انکا افسردہ لہجے میں بولی۔

"جمیل، مجھے حیرت ہے کہ آج میں خود کو بے بس محسوس کر رہی ہوں۔ یقین کرو ابھی تک میں تزئین کے بارے میں اس حقیقت سے لاعلم ہوں کہ وہ اچانک کہاں غائب ہو گئی؟ مگر ایک بات ضرور ہے، تزئین کسی خطرے کا شکار نہیں ہوئی، وہ پوری طرح محفوظ ہے۔"

"خوب، تم بھی اب مجھے بہلانے لگیں۔" میں نے دل ہی دل میں انکا سے کہا جو میرے سر پر مضطرب انداز میں بیٹھی آنکھیں پٹ پٹا رہی تھی۔ "تمہاری وہ پراسرار قوت کہاں گئی جس پر تمہیں بڑا ناز تھا؟ سن لو انکا، تم میرے دل کے خال سے واقف ہو۔ جب تک میں تزئین کو اپنی آنکھوں سے دوبارہ نہیں دیکھ لوں گا، مجھے چین نہیں آئے گا۔ اب مجھے کسی پر اعتبار نہیں رہا۔"

"کیا مجھ پر بھی نہیں جمیل!" انکا نے تعجب سے دریافت کیا۔ "ابھی چار دن تزئین کی ملاقات کو ہوئے ہیں، اس مختصر مدت میں تم اتنے سنجیدہ ہو گئے کہ اپنوں اور غیروں کی تمیز سے بے بہرہ ہو گئے۔"

اسے میرے جواب سے دکھ پہنچا تھا لیکن میں نے اس کی بات نظر انداز کر دی۔ یہ انکا سے تلخی پیدا کرنے کا موقع نہیں تھا۔ میرے سامنے اشرفی بیگم دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔ غزالہ اور گلبدن اسے سنبھالے ہوئے تھیں۔ ان سب کی نظروں میں میرے لیے خشونت تھی۔ میں نے حقارت سے اشرفی بیگم کو مخاطب کیا۔

"سنو اشرفی بیگم، مگر مچھ کے آنسو بند کرو۔ تمہیں اگر تزئین سے ہمدردی ہوتی تو تم اس طرح اس کا سودا نہ کرتیں۔ اصل میں تمہیں تزئین کا غم نہیں ہے بلکہ اس رقم کا افسوس ہے جو تمہیں اس کے جسم کے عوض ملنے والی تھی۔ فی الحال میں یہاں سے جا رہا ہوں مگر اتنا یاد رکھنا کہ اگر تم نے غلط بیانی سے کام لیا تو تمہارا حشر بڑا خراب ہوگا۔ میرے بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھنا۔ اور ان تتلیوں کو بھی تاکید کر دینا ورنہ تمہارے ساتھ ساتھ ان کا بھی کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ ان کی کوئی ادا، ان کا کوئی نخرا جمیل احمد خاں کے ارادوں میں رکاوٹ نہیں بن سکتا، خیال رکھنا۔"

"ارے جاؤ جاؤ، تم جیسے بہت سے دیکھے ہیں سکتر خان۔" غزالہ نے پھر زبان چلائی۔ اشرفی بیگم نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم بہت بولتی ہو، تم برا کر رہی ہو۔ میں تم سے ضرور نمٹوں گا۔" میں نے مشتعل ہو کر کہا۔

"میں تمہارے منہ پر تھوکتی ہوں۔ لکھنؤ میں تم جیسے وحشی نہ جانے کیسے آ جاتے ہیں۔" غزالہ نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔

اشرفی بیگم نے پھر اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ گستاخ لڑکی زبان درازی سے باز نہیں آئی۔ میں نے غصے میں ایک گلدان سے وہ قیمتی فانوس توڑ دیا جو کمرے کے وسط میں لگا ہوا تھا۔ چاروں طرف شیشے بکھر گئے۔ آگے بڑھ کر میں نے غزالہ کی چوٹی پکڑ لی۔ وہ چیخنے چلانے لگی۔ دوسری لڑکیوں نے مجھ سے منت کی کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ انکا نے بھی مجھے منع کیا کہ غزالہ سے کسی اور موقع پر نمٹ لیا جائے گا۔ غزالہ میری اس جسارت پر سہم سی گئی اور اشرفی بیگم میرے پیروں میں گر گئی۔ میں قہر آلود نظروں سے ان سب کو گھورتا ہوا بالا خانے سے اتر آیا۔

اس وقت میں عجیب کرب میں مبتلا تھا۔ اس وسیع و عریض شہر میں تزئین کو کہاں تلاش کروں؟ انکا اور پریتم لال کی بے پناہ پراسرار قوتیں بھی تزئین کے سلسلے میں میرے کسی کام نہیں آئی تھیں۔ میں خود کو بہت مجبور اور ناتواں محسوس کر رہا تھا۔ انکا میرے سر کی پشت پر ہاتھ باندھے خیالی انداز میں ٹہل رہی تھی۔ اس روز بہت دنوں بعد میں نے انکا کے چہرے پر مایوسی اور بے چارگی کے سائے منڈلاتے دیکھے۔ وہ بھی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سوچ رہی تھی، میں بھی فکروں میں گم تھا۔ خالی الذہن سا ہو کر فٹ پاتھ پر بے مقصد اِدھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔ اچانک ایک نئے خیال نے بڑی تیزی سے سر ابھارا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یاور مرزا نے اشرفی بیگم کے ساتھ دہری چال چلی ہو۔ ممکن ہے اس نے اشرفی بیگم کو ناظم علی کے ساتھ الجھا کر اپنے دوسرے گرگوں کے ذریعے تزئین کو غائب کرا دیا ہو۔ اس نئے خیال نے مجھے اور بے چین کر دیا لیکن یہ خیال زیادہ دیر تک میرے ذہن پر حاوی نہ رہ سکا کیونکہ میں جانتا تھا کہ یاور مرزا اتنی مافوق الفطرت قوتوں کا مالک نہیں ہو سکتا کہ انکا اور پریتم لال اس راز تک نہ پہنچ پائیں۔ پھر تزئین کہاں ہے؟ طرح طرح کے قیاس ذہن میں گھر کرنے لگے۔ عجیب عجیب خیالات نے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ کیا تزئین کے سلسلے میں میرے نیک عزائم دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ آج کی رات نہ جانے اس پر کیسی گزر رہی ہوگی، کون ظالم ہیں جو اسے اٹھا لے گئے ہیں۔ نہ جانے اس وقت وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے۔ خیال کی کوئی ایک رو نہیں تھی۔ ذہن بھٹک رہا تھا کہ انکا چونکی۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے مجھے مخاطب کیا۔ ”جمیل، اس قدر گھبرانے کی کیا ضرورت ہے جو چیز تمہیں عزیز ہے وہ مجھے بھی پیاری ہے۔ اب میں کچھ دیر کے لیے تم سے رخصت ہوتی ہوں اور اس کا پتا چلانے کی کوشش کرتی ہوں۔“

”جاؤ جہنم میں جاؤ۔“ میں نے الجھ کر جواب دیا۔

انکا کے چہرے پر درشتی آ گئی۔ ”مجھ سے ناراض ہو گئے کیا؟ تم اتنی جلدی کیسے بدل جاتے ہو۔ کیا سب کچھ بھول گئے؟ کیا انکا کو بھول گئے جمیل!“

”احسانات پھر کسی وقت گنوانا۔“ میں نے جذباتی ہو کر جواب دیا۔ ”اس وقت تمہیں معلوم ہے مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔“

انکا نے پھر مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ حسرت کی ایک نظر مجھ پر ڈالتی ہوئی مضمحل انداز میں میرے سر سے رینگ گئی۔ بے بسی کے احساس کی شدت نے میرے اعصاب منجمد کر دیئے۔ مجھے نہ گھر کی فکر تھی نہ مالا رانی کی، نہ یہ معلوم تھا کہ اشرفی بیگم کے اس واقعے سے کیسے کیسے ہنگامے سر اٹھائیں گے۔ میں تو تزئین کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میرا دل بے قابو تھا۔ اوسان خطا تھے۔ ذہن پراگندہ تھا۔ صرف ایک سوال ذہن میں بار بار گونجتا تھا کہ تزئین جس کے لئے میں نے بڑے خوب صورت خواب دیکھے تھے۔ میں اسے کھو بیٹھا ہوں۔ میں اپنے آپ سے الجھتا ہوا سڑکوں پر نہ جانے کہاں سے کہاں چلا جا رہا تھا کہ انکا میرے سر پر واپس آ گئی۔ میں نے عالم تصور میں اس کے چہرے پر نظر ڈالی تو میرا دل بجھ سا گیا۔ اس کا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ ناکام لوٹی ہے۔ انکا کی ناکامی پر نہ جانے کیوں قہقہے لگانے کو جی چاہا۔ میں نے زہرخند سے کہا۔ ”چہرہ کیوں ستا ہوا ہے انکا دیوی! اسے زمین کھا گئی یا آسمان لے اڑا؟“

”ہاں میں ناکام واپس آئی ہوں۔“ انکا نے الجھے الجھے انداز اور مدہم آواز میں کہا۔ ”میں نواب بن

علی، یاور مرزا اور اشرفی بیگم تینوں کے سر پر گئی مگر کسی کو تزئین کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔“

”تو تمہاری قوتیں بھی بیکار ہو گئیں۔ انکا بہت دنوں سے تم نے انسانی خون نہیں پیا ہے۔ ممکن ہے پیاس کی شدت نے تمہارے حواس معطل کر رکھے ہوں، شاید تمہیں اپنی غذا کی ضرورت ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم میرا خون پی لو اور میرا قصہ تمام کرو۔“

”جمیل!“ انکا میرے طنز پر بپھر گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شیطانی طاقتوں کا رقص شروع ہو گیا۔ اس کی آنکھیں دہکتے انگاروں کے مانند سرخ ہو گئیں مگر غیظ و غضب کی یہ کیفیت زیدہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ اگر آج بھی وہ زمانہ ہوتا تو وہ اپنے نکیلے پنجے میرے سر پر اتنے زور سے گاڑتی کہ میں ہوش و حواس گم کر بیٹھتا لیکن یہ زمانہ اور تھا۔ اب انکا کو میں نے اپنی ریاضت سے حاصل کیا تھا چنانچہ جلد ہی وہ موم کی طرح پگھل گئی اور رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ ”میں نے تمہیں ایک بار بتایا تھا کہ میں کیا کیا کر سکتی ہوں۔ میرے امکان میں کیا کیا ہے۔ تم میری طاقت سے بخوبی واقف ہو مگر معلوم ہوتا ہے کہ تزئین کے معاملے میں کسی نے یقیناً برتر و اعلیٰ ماورائی قوت سے مدد لی ہے۔ میری جان حوصلہ نہ ہارو، یہ دنیا جو تمہیں نظر آ رہی ہے، اس کے باہر بھی ایک دنیا ہے جو تمہیں نظر نہیں آتی۔ اس دنیا میں مختلف قوتیں موجود ہیں۔ وہ قوتیں ایک دوسرے کے معاملات میں حتی الامکان دخل انداز نہیں ہوتیں لیکن اس دنیا کا کوئی فرد ان سے کوئی مدد چاہتا ہے اور یہ چاہنے والے پر منحصر ہے کہ وہ کس درجے کا آدمی ہے، تو ان دیکھی قوتیں ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش کرتی ہیں۔ تم میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں اس طاقت کے سراغ میں ہوں جس نے اس معاملے میں میری نگاہوں تک یہ پردہ ڈال دیا ہے۔ ویسے اگر تم میری طاقت آزمانا چاہو تو ابھی آزما سکتے ہو۔ تم اشارہ کرو، میں لکھنؤ کے بڑے سے بڑے آدمی اور حسین سے حسین لڑکی کو تمہارے قدموں پر لا کے ڈال دوں گی۔“ پھر انکا مایوس لہجے میں کہنے لگی۔ ”بے جا طنز کے نشتروں سے میرا دل چھلنی نہ کیا کرو جمیل۔ تم میری محبت کو جانتے ہو پھر بھی ایسی باتیں کرتے ہو؟ یہ تمہیں بار بار کیا ہو جاتا ہے؟“

”انکا۔ تمہارے یہ تمام عذر، اظہار محبت، مجھے بے وقت کی راگنی معلوم ہو رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ خاموش رہو یا کام کی بات کرو۔“

انکا ایک سرد آہ بھر کر چپ ہو گئی۔ میں نے بھی اس سے مزید الجھنا مناسب نہیں سمجھا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ تھکن کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ گھر پہنچا تو چچا جان نے دروازہ کھولا۔ مالا سوئی ہوئی تھی۔ میں کسی آہٹ کے بغیر خاموشی سے بستر پر لیٹ گیا۔ سونے کی کوشش کی لیکن نیند آنکھوں سے دور تھی۔ کسی کروٹ چین نصیب نہیں ہو رہا تھا۔ تزئین بری طرح یاد آ رہی تھی۔ اس کا وہ معصوم چہرہ۔ اس کی ذہین آنکھیں، اس کی خوب صورت باتیں، اس کی محبتیں اس کی لگاوٹیں، انکا بھی جاگ رہی تھی۔ میری دل آزار باتوں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نے اسے کچھ اور رنجیدہ کر دیا تھا۔ رات کے آخری پہر جب محلے کے تمام مرغوں نے بانگ دینی شروع کی تو میری آنکھ لگ گئی اور پھر اس وقت کھلی جب انکا بڑی شدت سے میرے سر میں اپنے نکیلے پنجے چبھو رہی تھی۔ میں ہڑبڑا کر جھلاتا ہوا اٹھا۔ صبح کے آٹھ کا عمل ہوگا، مالا باورچی خانے میں میری بہنوں کے ساتھ ناشتے کی تیاری میں مصروف تھی۔ میں نے انکا سے سر میں پنجے چبھونے کی وجہ ذرا درشتی کے ساتھ دریافت کی۔ انکا نے تشویش سے جواب دیا۔ ''جمیل۔ اشرفی بیگم نے تمہاری رات والی دھمکی اور تنبیہہ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے راتوں رات یاور مرزا کو حالات سے باخبر کر دیا ہے۔ وہ تمہارے جانے کے بعد ساری رات سرگرم عمل رہی ہے اور اس نے اس معاملے میں یہاں کے بااثر افراد سے پوری طرح رابطہ قائم کر لیا ہے۔ سادہ لباس والے بس لمحوں میں یہاں پہنچ رہے ہوں گے۔''

''تو کیا وہ فاحشہ باز نہیں آئی۔ رات اس کو معاف کر دینے کا نتیجہ دیکھ لیا تم نے۔'' میں نے طیش میں کہا۔ ''بڑی حماقت ہوگئی مجھ سے مگر یہ سادہ لباس والے میرے گھر کیوں آ رہے ہیں۔''

''وہ تمہاری مزاج پرسی کے لئے آ رہے ہیں۔ آخر پولیس سے تمہارا پرانا یارانہ ہے میرے معصوم آقا! اشرفی بیگم نے یاور مرزا کے سامنے یہ اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ تزئین کو تمہی نے غائب کرا کے یہ ڈھونگ رچایا ہے۔ یاور مرزا نے تمہاری فوری گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے ہیں۔''

''یہ تو بہت برا ہوا۔ چچا جان تو اس خبر سے بوکھلا جائیں گے۔ اچھی خاصی نیک نامی پر بٹا لگ جائے گا۔ تم بتاؤ، تم نے کیا سوچا ہے۔''

''اس وقت تو تمہارا ان کے ساتھ جانا ہی مناسب رہے گا۔''

انکا کی اس اطلاع نے مجھے وحشت میں مبتلا کر دیا۔ میرے لیے اگر پولیس کی پوری فورس بھی تعینات ہوتی تو مجھے کوئی پرواہ نہ ہوتی۔ میں تنہا ان پر بھاری پڑ سکتا تھا لیکن چچا جان کے مکان میں مالا رانی اور بہنوں کے سامنے کوئی ہنگامہ کرنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں تھا۔ اس میں چچا جان کے گھر کی بدنامی کے علاوہ محلے میں میری نیک نامی بھی داغدار ہونے کا خدشہ تھا۔ اس سے میں بہرحال گریز کرنا چاہتا تھا۔ یہ لکھنؤ تھا جہاں میں اپنی عجیب و غریب زندگی سے تھک کر کچھ دن سکون سے گزارنے آیا تھا مگر یہاں بھی مجھے سکون نصیب نہیں ہوا۔ گردشوں کا سلسلہ کہیں نہ رکا۔

''کس سوچ میں گم ہو؟ مجھے کوئی حکم دو۔'' انکا نے بے چینی سے پوچھا۔

''میں اس محلے میں خون خرابا پسند نہیں کروں گا۔'' میں نے بے دلی سے کہا۔ ''اشرفی بیگم نے اپنے اور یاور مرزا کے حق میں کانٹے بوئے ہیں۔ اب یہ معاملہ اور طول پکڑے گا اور اتنی آسانی سے ختم نہیں ہوگا۔ میں ان دونوں کو کہیں کا نہ رکھوں گا مگر انکا کیا تم سادہ لباس والوں کو روک نہیں سکتیں؟''

''اگر روک بھی لوں تو آج نہ سہی، وہ کل آئیں گے۔ پرسوں آئیں گے پھر زیادہ تعداد میں آئیں گے اور اگر تم یہاں سے فرار بھی ہو گئے تو وہ تمہارے چچا جان کو تنگ کریں گے اور تمہاری تلاش میں دور دور تک جائیں گے۔ اس سے تو معاملہ مشکوک ہو جائے گا جمیل صاحب۔''

میں کچھ دیر سوچتا اور خود کو تیار کرتا رہا۔ انکا بولی۔ ''دیر مت کرو جمیل، وہ بس آنے ہی والے ہیں، مجھے حکم دو۔''

انکا کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اور میں کسی فیصلے پر پہنچنے کے لئے ذہن پر زور دے رہا تھا، اتنے میں چچا جان بوکھلائے بوکھلائے کمرے میں داخل ہوئے۔ دبی ہوئی آواز اور گھبرائے ہوئے لہجے میں بولے۔ ''جمیل میاں، دروازے پر چند لوگ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے پولیس کے لوگ ہیں، سادہ لباس میں آئے ہیں، تمہیں پوچھ رہے تھے۔ میں نے انہیں بڑی مشکل سے روکا ہے ورنہ وہ تو اندر گھس آتے۔ آخر قصہ کیا ہے؟ خدانخواستہ کہیں تم نے......''

''آپ نے ان لوگوں کو میرے بارے میں کیا بتایا ہے؟'' میں نے چچا جان کا جملہ کاٹتے ہوئے بڑے اعتماد سے پوچھا۔

''میں انہیں بتا چکا ہوں کہ تم گھر میں موجود ہو لیکن کیا، کیا میں نے غلطی کی؟'' چچا جان نے سہم کر پوچھا۔ وہ اس افتاد پر بری طرح خوف زدہ نظر آ رہے تھے۔ میں نے فوراً ایک فیصلہ کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ چچا جان کی تشفی کے لئے میں ان سے یہ بہانہ کیا کہ ایک بڑا پولیس افسر مجھ سے ایک کام لینا چاہتا تھا مگر میرے انکار پر برہم ہو گیا۔ انتقامی کارروائی پر اتر آیا ہے۔ میں نے احتیاطاً چچا جان سے یہ بھی کہہ دیا کہ ممکن ہے میری واپسی میں کچھ وقت لگ جائے اس لیے آپ پریشان نہ ہوں اور مالا اور دوسرے گھر والوں سے کچھ نہ کہیں ورنہ وہ مفت میں پریشان ہوں گے۔ چچا جان نے گھبرائے ہوئے انداز میں ہامی بھر لی۔ وہ کچھ اور بھی دریافت کرنا چاہتے تھے لیکن میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مالا کو سمجھانے میں دیر لگتی اس لیے میں اس سے ملے بغیر جس لباس میں تھا، اسی میں باہر چلا آیا۔

باہر سادہ لباس والے موجود تھے۔ میں نے بمشکل غصے پر قابو پایا اور تلخ کلامی کی نوبت سے بچنے کے لئے میں نے ازخود اپنا تعارف کرا دیا۔ میں نے ان سے کوئی بات نہیں پوچھی۔ بس خاموشی سے ان کے ساتھ ہو لیا۔ ان لوگوں کو بھی میرے رویے پر حیرت ہوئی لیکن ابھی ہم دوسری گلی کے نکڑ پر پہنچے ہی تھے کہ پارٹی کے بڑے افسر نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔ ''جمیل احمد، کیا تزئین نامی لڑکی کو تم نے کہیں اور رکھا ہے یا وہ اسی مکان میں ہے جہاں سے تم برآمد ہوئے تھے؟''

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ ''میں کسی تزئین کو نہیں جانتا۔'' میں نے رکھائی سے جواب دیا۔

افسر نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا اور بھویں سکیڑ کر سرد لہجے میں کہنے لگا۔ ''جمیل احمد خان بہتر ہے کھل جاؤ ورنہ تم نے پولیس کے دوسرے طریقوں کے بارے میں ضرور کچھ سنا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ہو گا۔شاید تمہیں حالات کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔"

"غلط فہمی کا میرے پاس کیا علاج ہے۔" میں نے بے پروائی سے شانے اچکا کر کہا۔"تم لوگ تو حکم کے غلام ہو،دوسرے طریقے بھی آزما دیکھو،شاید کچھ مایوسیوں کے بعد تمہاری تسلی ہو جائے۔"

"عقل سے کام لو خاں صاحب!" ڈپٹی نے سختی سے کہا۔"پولیس والوں سے شاید تمہاری کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔منٹوں میں بنی بنائی عزت خاک میں مل جائے گی۔"

میرے خون میں ابال آیا۔میں ڈپٹی کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ کس شخص سے دشمنی مول لے رہے ہیں لیکن اس سے پہلے کہ میں کوئی جارحانہ قدم اٹھاتا،انکا نے مجھے ٹوکا۔"جمیل اس وقت جلد بازی سے کام نہ لینا۔تم ابھی نہ کسی طرح ڈپٹی کو یہاں سے لے کر چلے جاؤ۔مجھے ایک گھنٹے کی مہلت درکار ہو گی۔میں آ کر سب ٹھیک کر لوں گی۔"

میں نے انکا کی بات مان لی۔خود پر قابو پا کر سپاٹ لہجے میں ڈپٹی سے کہا۔"میں تمہیں اصل حقیقت سے آگاہ کر دوں گا لیکن تمہارے دفتر پہنچنے کے بعد۔"

"تزئین کے بارے میں تمہارا کیا جواب ہے؟" ڈپٹی نے اپنی مونچھوں کو بل دیتے ہوئے کہا۔

"وہ یہاں نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پھر؟"

"اس کا جواب میں تمہارے دفتر چل کر دوں گا۔" میں نے بہت برداشت کرتے ہوئے جواب دیا۔مجھے امید نہیں تھی کہ وہ میری بات آسانی سے مان لے گا۔مگر با دل ناخواستہ وہ آمادہ ہو گیا۔وہ اپنے کچھ دوسرے ماتحتوں کو چچا کے مکان کی نگرانی پر تعینات کر کے میرے ساتھ ہو لیا۔دفتر تک ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔

اب میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ڈپٹی بار بار کن انکھیوں سے مجھے گھور رہا تھا جیسے وہ میرے چہرے پر کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔بہر حال میری بے نیازی اور بے پروائی سے وہ متاثر ضرور نظر آتا تھا۔دفتر پہنچ کر ڈپٹی نے مجھے ٹٹولنے کی کوشش کی۔"خان صاحب۔بات ابھی ار...بس میں ہے۔اگر تم تزئین کو ہمارے حوالے کر دو تو معاملہ آگے نہیں بڑھے گا اور ہم بھی زحمت سے بچ جائیں گے۔"

میں نے کرسی پر بیٹھ کر پہلو بدلا اور نہایت اطمینان سے پوچھا۔

"...یا گمشدگی کی اطلاع تم تک کس طرح پہنچی؟ میں اس محترم شخص کا نام جاننا ضرور چاہوں گا جس نے مجھ پر شبہ ظاہر کیا ہے۔"

"کیا تم یہی معلومات حاصل کرنے یہاں آئے ہو؟" ڈپٹی کے تیور بدلنے لگے۔انکا اس وقت

میرے سر پر موجود نہیں تھی۔مجھے اس کی واپسی تک ڈپٹی کو الجھائے رکھنا تھا۔مجھے خود اس بات کا علم نہیں تھا کہ انکا کسی ارادے سے اور کہاں گئی ہے۔میں نے کچھ تامل کے بعد کہا۔"یقین کرو تزئین کے بارے میں مجھے خود تشویش ہے کہ وہ اچانک کہاں غائب ہو گئی۔"

"تشویش کے بچے......" ڈپٹی غرا کر بولا۔"کیا تم سیدھی طرح نہیں مانو گے؟"

"مجھے تمہارا یہ اندازِ گفتگو کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔لکھنو کی شائستگی اور شیرینی کی تو شہر شہر دھوم ہے۔یہاں میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔"

"میرا اندازہ غلط تھا۔تم تو خاصے مشتاق مجرم ہو۔" ڈپٹی نے طنزاً کہا۔

"تمہارے اور اندازے بھی غلط ثابت ہوں گے۔مشکل یہ ہے کہ لوگ میرے بارے میں ہمیشہ غلط اندازے لگاتے ہیں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"شاید تم نے میرا نام نہیں سنا؟ میں خاصا مشہور آدمی ہوں۔"

"اور شاید میرے بارے میں رپورٹ کرنے والے نے بھی تفصیل سے میرا تعارف نہیں کرایا۔" میں نے ڈپٹی کو حقارت سے جواب دیا۔

"جس جگہ تم بیٹھے ہو یہ تھانہ ہے اور میں ڈی ایس پی ہوں۔یہاں بکواس کرنے والوں کی چمڑی ادھیڑ دی جاتی ہے۔اچھے اچھوں کے کس بل نکال دیے جاتے ہیں۔تم ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہو جو میرے ایک اشارے کے منتظر ہیں؟" ڈپٹی نے زچ ہو کر ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔وہ لوگ آستینیں اوپر چڑھا رہے تھے۔

"میں بھی آخر بار...... جواب دے رہا ہوں۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

میرے اس اطمینان اور پُرسکون لہجے سے ڈپٹی کشمکش میں پڑ گیا۔ایک بار پھر اس نے پیار محبت کے انداز میں مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہ میں یہ راز چھپا کر بڑی سنگین غلطی کر رہا ہوں اور اپنی موت کو دعوت دے رہا ہوں۔میں مسکرا کر اس کی باتیں سنتا رہا۔اس رویے کی وجہ سے وہ چڑ گیا اور اس نے چار مشٹنڈوں کو اشارہ کیا۔

وہ ڈپٹی سے زیادہ برافروختہ نظر آ رہے تھے۔میرے نہ چاہنے کے باوجود گفتگو ایک ایسے مرحلے پر پہنچ گئی جہاں مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔انکا ابھی تک غائب تھی۔ایسے چھوٹے سے معاملے میں پریتم لال کی شکتی سے کام لینا اچھا نہیں لگتا تھا۔رات تزئین کے معاملے میں پریتم لال کی شکتی نے بھی مجھے مایوس کیا تھا چنانچہ میں نے اسے پکارنا مناسب نہ سمجھا۔مجھے یقین تھا کہ انکا آئے گی لیکن اس کے آنے میں دیر ہو گئی اور جو میں نہیں چاہتا تھا وہ ہوا۔ڈپٹی کے چاروں سپاہی میرے پاس آ گئے اور ان میں سے ایک نے میرے گال پر ایک زوردار طمانچہ رسید کر دیا۔ابھی میں سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ دوسرے شخص نے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میرے دوسرے گال پر بھرپور ضرب لگائی۔ مجھے طیش تو بہت آیا لیکن میں کسی آنے والے وقت کا خیال کر کے مسکراتا رہا۔ میری مسکراہٹ پر وہ اور مشتعل ہو گئے۔ پھر شدید قسم کے چار پانچ تھپڑ میرے گال پر پڑے اور میرا چہرہ خون کی حدت اور غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا۔ ڈپٹی نے انہیں اشارے سے روک دیا اور مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''کیا خیال ہے خان صاحب؟ یہ مطلع اور حسن مطلع تھا۔''

''مگر مقطع تک پہنچتے پہنچتے سخن گسترانہ بات آپڑے گی۔'' مجھے حیرت ہے کہ میں نے اپنے آپ کو کیسے قابو میں رکھا اور کس طرح مسکرا مسکرا کر جواب دیتا رہا۔

''تو گویا تم نہیں مانو گے؟'' ڈپٹی نے میری مسکراہٹ پر جل کے زہر خند سے کہا اور پھر ایک شخص کو اشارہ کیا۔ ''ذرا وہ گھوڑوں والا چابک تو خاں صاحب کو دکھاؤ، شاید کچھ عقل آجائے۔''

''کیوں اپنے برے دن بلا رہے ہو ڈپٹی!'' میں نے منہ بنا کر کہا۔

''اب تمہارا ریٹائرمنٹ کا وقت قریب ہے، کچھ تو اپنے بڑھاپے کا خیال کرو۔'' یہ کہہ کر میں اچانک کھڑا ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ڈپٹی کو اس گستاخی کی کوئی سزا دوں یا فی الحال سزا ملتوی رکھوں۔ یکا یک دو تین آدمیوں نے مجھے قابو میں کر لیا۔ جو شخص چابک لینے گیا تھا وہ ہاتھ میں ایک ہنٹر لہراتا ہوا واپس آیا مگر اسے دل کی حسرت نکالنے کا موقع نہیں ملا۔ باہر اچانک کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ ڈپٹی نے ایک شخص کو باہر بھیجا کہ وہ اس افراتفری کا سبب دریافت کرے لیکن دوسرے ہی لمحے وہ چونک کر اٹینشن پوزیشن میں آگیا۔ کمرے میں موجود دوسرے مسٹنڈوں کا بھی یہی حال ہوا۔ میں نے گھوم کر دروازے کی جانب دیکھا۔ سوٹ بوٹ میں ملبوس ایک خوب صورت اور ادھیڑ عمر شخص ڈپٹی کو قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''مسٹر مراد! تم اس شخص کو یہاں کس مقصد سے لائے ہو؟'' آنے والے نے میری جانب اشارہ کر کے ڈپٹی سے پوچھا۔

''حضور! ابھی تو ہمارا مقصد پورا نہیں ہوا۔ یہ بڑا ڈھیٹ اور ماہر مجرم معلوم ہوتا ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں جناب کہ شام تک لڑکی برآمد کر لی جائے گی۔'' ڈپٹی نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''ایڈیٹ!'' نووارد گرج کر بولا۔ ''میں نے تم سے کہا تھا کہ اشرفی بیگم کو گرفتار کرو۔ اس فاحشہ عورت نے اپنی لڑکی روپوش کر کے اس شریف آدمی کو پھنسوانے کی کوشش کی ہے۔''

''جی حضور!'' ڈپٹی نے چونکتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور حیرت نمایاں تھی۔ اس نے بولنا چاہا ''مگر......''

''آنکھیں کھول کر کام کرنا سیکھو مسٹر مراد!'' نووارد نے اسے کچھ بولنے نہیں دیا۔ ''مجھے تمہاری بہت شکایتیں موصول ہو رہی ہیں۔''

''معافی چاہتا ہوں حضور، یہ میری کوتاہی ہے۔ حکم سننے میں غلطی ہو گئی۔'' ڈپٹی کی آواز میں لرزش

تھی۔

''مجھ سے نہیں، جمیل احمد خان صاحب سے معافی مانگو اور میرے احکام کی تکمیل فوری طور پر کرو۔ میں اشرفی بیگم کو ایک گھنٹے کے اندر اندر حوالات میں دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''یس سر۔ ایسا ہی ہو گا۔''

پھر نووارد نے جیب سے کوئی کاغذ نکال کر ڈپٹی کی جانب اچھال کر کہا۔ ''یہ ہے وارنٹ، سنبھالو۔''

اس کے بعد وہ شخص جس تیزی اور طنطنے سے آیا تھا، اسی تیزی اور شان سے واپس چلا گیا۔ ڈپٹی حیرت سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ شاید اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اس کی بوکھلاہٹ دیکھنے کے قابل تھی۔ نووارد کے جاتے ہی اس نے اپنے آدمیوں کو باہر جانے کا حکم دے دیا پھر میرے قریب آکر بڑی لجاجت سے بولا۔ ''جمیل صاحب، میری عقل گم ہو گئی ہے۔ بہر حال میں آپ سے معافی چاہتا ہوں، جو کچھ آپ کے ساتھ ہوا اس کے لئے میں بے حد شرمندہ ہوں۔''

''مسٹر مراد! تم میرے گالوں پر انگلیوں کے یہ نشانات دیکھ رہے ہو؟ انہیں مقطع نہ سمجھنا، یہ نشانات مجھے اس تھانے کے افراد کی ہمیشہ یاد دلاتے رہیں گے۔ جو باتیں میں بھول جاتا ہوں انہی سے لوگ امان میں رہتے ہیں۔''

ڈپٹی کے انداز میں ندامت تھی۔ صورت حال لمحوں میں بدل گئی تھی۔ ''میں معذرت خواہ ہوں جناب، مجھے امید ہے آپ وسیع القلبی کا ثبوت دیں گے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ آپ کے اور یاور مرزا صاحب کے درمیان اتنے گہرے تعلقات ہیں اور آپ ان پر اس حد تک اثر ڈال سکتے ہیں کہ وہ بنفس نفیس یہاں تشریف لائیں۔ یقین کیجئے میرے کان دھوکا کھا گئے۔ میں فرض کی ادائیگی میں مصروف تھا۔'' ڈپٹی نے رحم طلب لہجے میں کہا۔

''یاور مرزا نے تمہیں کیا احکام دیئے تھے؟'' میں نے یاور مرزا کا نام سن کر چونکتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ سمجھ میں نہیں آتا، بس جناب غلطی میری ہے، اب اسے جانے دیجئے۔'' ڈپٹی بہت سراسیمہ اور متفکر نظر آرہا تھا۔

''مجھے اجازت ہے؟'' میں نے طنزاً پوچھا۔

''ارے رے خان صاحب! اب اس قدر شرمندہ نہ کیجئے۔ آپ بصد شوق تشریف لے جاسکتے ہیں۔'' ڈپٹی نے عجز سے کہا۔

''مگر جانے سے پہلے میں ان چار مسٹنڈوں کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں جنہوں نے تمہارے اشارے پر گستاخی کی تھی۔''

''جناب، وہ حکم کے غلام ہیں، انہیں بھی معاف کر دیجئے۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''نہیں، انہیں اندر بلاؤ۔'' میں نے حکیمہ لہجے میں کہا۔

ڈپٹی نے مجبوراً گھنٹی بجائی اور ان چاروں کو بلایا۔ وہ چاروں جب ایک ساتھ برابر برابر کھڑے ہوگئے تو میں نے زہریلی نگاہوں سے انہیں گھورا اور جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ ڈپٹی کو ریشہ خطمی دیکھ کر انہوں نے مجرموں کی طرح گردن جھکالی۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کا نام پوچھا جیسے میں ان کا کوئی افسر ہوں۔ انہوں نے نیازمندانہ اپنا اپنا نام بتایا۔ پھر میں یہ دلچسپ اور لذت انگیز کام انجام دے کر فوراً وہاں سے چلا آیا۔ ڈپٹی مجھے چھوڑنے باہر تک آیا۔ اس نے اپنے ماتحت کو میرے ہمراہ گھر تک روانہ کیا تاکہ وہ چچا جان کے گھر پر نگرانی کرنے والے آدمیوں کو ہٹا دے۔

☆============☆============☆

انکا نے بڑی ذہانت اور خوب صورتی سے حالات قابو میں کر کے ایک ہی وقت میں میری ساری مشکلیں حل کر دی تھیں۔ چچا جان سے باہر گلی ہی میں ملاقات ہوگئی۔ وہ میرے انتظار میں بہت بے تاب تھے۔ انہیں مطمئن کرنے کے لئے ایک بار پھر میں نے دروغ گوئی سے کام لیا۔ ڈپٹی کے ماتحت نے جاتے وقت ادب سے سلام کیا تو چچا جان پورے طور پر مطمئن ہوگئے۔ اس روز میں دن بھر گھر میں رہا۔ یہ سب کچھ تو ہوگیا تھا مگر تزئین کہاں تھی۔ یہ اب تک معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ رخسانہ اور مالا دن بھر میری پریشانی کا سبب پوچھتی رہیں اور میں ٹالتا رہا۔ رخسانہ تو کسی طور مان گئی لیکن مالا کا اصرار بڑھتا گیا۔ میں اسے کچھ بتا کر پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بہانے جوڑتا، عذر تراشتا اور پہلو بچاتا رہا۔ انکا کے مشورے کے بغیر تزئین کے سلسلے میں کوئی اقدام اٹھانے سے میں نے جبراً وقہراً احتراز کیا اور یہ کرب ناک دن گزار دیا۔ مجھے کسی پہلو چین نہیں تھا۔ چہرے سے لاکھ چھپاتا تھا۔ لیکن دل کا حال چھپتا نہیں تھا۔ مالا کچھ سمجھی، کچھ نہیں سمجھی۔ میں اسے گدگداتا اور بہلاتا رہا اور وہ میری آغوش میں روٹھتی منتی رہی۔

دوسری صبح ایک اخبار نے تزئین کی گمشدگی، اشرفی بیگم کی گرفتاری اور یاور مرزا کی طرف سے جاری کیے جانے والے وارنٹ کی تفصیل شائع کر دی۔ تزئین کی گمشدگی کی خبر نے لکھنؤ کے منچلے نوابین میں کھلبلی مچا دی۔ نہ جانے کون کون اس درِ نایاب کو سینے سے لگانے کی آس لگائے بیٹھا تھا۔ میرے اضطراب کا جو حال تھا وہ میں کیا بیان کروں۔ اخبار کے مطالعے نے میری حالت دگرگوں کر دی۔ مالا کل سے مجھے پریشان کر رہی تھی اور میرے چہرے کی ویرانی دیکھ دیکھ کر کڑھ رہی تھی۔ اس نے مجھے سوچوں میں غرق پایا تو میرے قریب آ کر بولی۔ ''کیا آپ مجھے بھی نہیں بتائیں گے؟''

''کل سے یوں ہی طبیعت پر ذرا گرانی ہے، کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم فکر مت کرو۔'' میں یہ جملہ کئی بار کہہ چکا تھا۔

''نہیں۔ آپ ضرور مجھ سے کوئی بات چھپا رہے ہیں۔'' مالا روہانسی ہوگئی۔

''نہیں میری رانی ایسی کوئی بات نہیں ہے'' میں نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''آپ میری قسم کھایئے۔''

یہ مجھ سے ممکن نہیں تھا کہ مالا کے سامنے، اس کی جھوٹی قسم کھاؤں۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ مجھے قسم وغیرہ پر اعتبار تھا یا نہیں تھا بلکہ اس لیے کہ مالا مجھے بہت عزیز تھی۔ کچھ سوچ کر میں نے اسے سینے سے لگا لیا۔ انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری موجودگی میں بھی میں پریشان رہ سکتا ہوں بھلا، پگلی!''

''آپ مجھے بہلا رہے ہیں۔ جب تک آپ کچھ بتائیں گے نہیں، میرا من شانت نہیں ہوگا۔'' مالا نے روٹھتے ہوئے کہا۔

میں نے ہر چند مالا کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن اس کا اصرار بڑھتا گیا۔ مالا مجھ سے انکا کے بارے میں پوچھنے لگی کہ وہ کہاں ہے؟ میں نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اس کی توجہ منعطف کرنا چاہی لیکن میری صبح کی غیر حاضری اور میرے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ کر وہ خاصی مشکوک ہوگئی تھی۔ میری ٹال مٹول پر وہ دل گرفتہ لہجے میں کہنے لگی کہ اس نے رات ایک بھیانک خواب دیکھا ہے۔ خواب کی تفصیل سن کر میں دنگ رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سارے واقعات مالا رانی کے سامنے ہوئے ہوں۔ تزئین سے میری ہمدردی، اشرفی بیگم سے چپقلش، تھانے میں معرکہ آرائی اور میری پریشانیوں کا سارا احوال اس نے من و عن سنا دیا۔ یہ خواب اتنی تفصیل اور جزئیات کے ساتھ اس نے سنایا کہ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کا منہ تکنے لگا۔ یہ سب اس کی پریشان خیالی یقیناً نہیں تھیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ پریتم لال کی آتما یا اس کے دوست جگدیو نے مالا کو میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اب کچھ چھپانا بیکار تھا۔ پریتم لال کی غیر معمولی قوت مالا پر سایہ کیے ہوئے تھی۔ میں نے تزئین کے سلسلے میں شروع سے آخر تک کے کوائف اسے سنا دیے۔ میں تزئین کو غلاظت کے گڑھے سے نکال کو ایک عمدہ اور پاکباز زندگی کی طرف لے جانا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ مالا کو اس نیک کام میں کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ تزئین کی گمشدگی کا پتا چلانے میں پریتم لال کی شکتی نے بھی میری مدد نہیں کی تو اس کی آنکھوں میں سرخی آ گئی۔ میں نے سوچا کہ اگر مالا پریتم لال سے کچھ طلب کرنے کی آرزو کرے تو پریتم لال کی آتما اسے مایوس نہیں کرے گی اس لیے میں نے مالا سے اصرار کیا۔ ''تم اپنے طور پر پریتم لال کو یاد کرو شاید مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے جس کی بنا پر میں تمہارے بابا کی توجہ سے محروم ہوں لیکن تمہاری بات پریتم لال کی شکتی کسی طرح نہیں ٹال سکتی۔'' مالا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح پریتم لال سے مدد لے سکتی ہے۔ میں نے کہا ''صرف خواہش کرو، صرف آرزو کرو کہ تمہارے شوہر کی مراد بر آئے۔''

وہ بڑے پیار اور گداز سے کہنے لگی۔ ''میری تو ہمیشہ سے یہ آرزو رہی ہے کہ آپ ہر دکھ سے بچے رہیں۔ آپ پر کوئی آنچ نہ آئے!''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ہم دونوں گفتگو کر رہے تھے۔ مالا مجھ سے اپنی شدید محبت کے اظہار میں پیش پیش تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ چچا جان گھر میں موجود نہیں تھے۔ اس سے قبل کہ رخسانہ یا کوئی اور شخص دروازے پر جاتا، میں خود ہی مالا کو اپنی آغوش سے علیحدہ کر کے دروازے کی طرف لپکا۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو حیرت سے اچھل پڑے۔ میرے سامنے وہی لمبی داڑھی والا سادھو جگد یو موجود تھا جس نے کلکتے سے میرے فرار اور چچا جان کی بازیابی میں پراسرار طور پر میری مدد کی تھی۔ اسے دیکھ کر میرا سانس رک گیا۔ انکا نے مجھے بتایا تھا کہ جگد یو ایک بڑا گیانی دھیانی سادھو ہے۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے جگد یو سادھو کو دیکھنے لگا۔ میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن الفاظ میرے حلق میں اٹک گئے۔ جگد یو مجھے خوف زدہ دیکھ کر کہنے لگا۔ ”کیا دیکھ رہا ہے مورکھ؟ کیا تجھے کم دکھائی دیتا ہے؟ ہاں تیرے نین بھٹکتے ہیں؟“

”مہاراج! تم؟“ میں وفورِ مسرت سے بولا۔ ”پدھاریئے۔“

”زیادہ بات نہ کر۔“ جگد یو رکھائی سے بولا۔ ”دیکھ رے میرے متر پریتم لال کی بیٹی کا دل مت دکھانا۔“

”مہاراج! میں...... میں تو اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔“ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا کیونکہ جگد یو آج کچھ ناراض معلوم ہوتا تھا۔

”باتیں مت بنا۔“ جگد یو ڈپٹ کر بولا۔ ”اپنے گھر کی فکر کر۔ ناری کا چکر برا ہوتا ہے۔ تو گھن چکر بن گیا ہے پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ مالا کو تجھے پریتم لال نے دان کیا تھا۔“

”مالا میری جان ہے مہاراج!“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”کیا مہاراج اندر نہیں پدھاریں گے؟ کیا مالا سے نہیں ملیں گے؟“

مگر جگد یو سادھو نے میری بات پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ اسے اپنے دروازے پر دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ بہت کچھ کہنے کو جی چاہتا تھا لیکن میں کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ نرگس کا قاتل بدری نرائن کالی کے مندر میں پناہ گزین ہو کر کسی جاپ میں مگن تھا۔ میں اس کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا۔ تزئین کے متعلق جاننے کا خواہش مند تھا جو انکا کی دسترس سے بھی دور ہو گئی تھی۔ میں جگد یو سے بہت سے سوال کرنے اور دستِ طلب بڑھانے کے لئے مضطرب تھا لیکن ہمت نہیں پڑ رہی تھی اس لیے میں خاموش رہا۔ سادھو نے کہا۔ ”تجھے ویشیا کی پتری ستا رہی ہے؟“

”ہاں مہاراج۔“ میں بے اختیار ہو گیا پھر فوراً سنبھل کر بولا۔ ”تزئین سے میرا پیار گنگا جل کی طرح پوتر ہے مہاراج۔ میرے من میں کوئی پاپ نہیں ہے۔“

”مجھے اپنے من کا حال بتاتا ہے پاگل؟“ سادھو جگد یو نے نفرت سے کہا۔ ”تو جس چھوکری کے

لئے بیاکل ہے اسے ایک مہان شکتی نے اس نگر سے ہٹا دیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کا جیون نشٹ ہو جاتا۔ وہ برباد ہو جاتی اور پھر تو بھی خون کے دریا میں نہانے سے باز نہ آتا۔“

”اب وہ کہاں ہے مہاراج؟ اس کی سہائتا کس نے کی تھی؟“ میں نے بے قراری سے پوچھا۔

”جلدی نہ کر۔ شانت رہ، سمے کا انتظار کر۔“ سادھو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ”جس مہان شکتی نے لڑکی کی سہائتا کی ہے اس کا گیان دھیان اپرم پار ہے۔ تو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جان سکتا۔“

جگد یو۔ سادھو کی زبانی تزئین کی خیریت سن کر مجھے قدرے سکون آ گیا لیکن میں تو اس سے کچھ اور بھی معلوم کرنا چاہتا تھا بڑی مشکل اور انتظار کے بعد اس نے درشن دیے تھے۔ میں یہ موقع بھی ہاتھ سے کھو بیٹھتا تو پھر نہ جانے کب اس سے ملاقات ہوتی مگر جگد یو سادھو میرے مزید استفسار سے قبل ہی ایک پل میں میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں اندر پہنچا تو مالا بے تابانہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے جاتے ہی اسے وارفتگی سے گلے لگا لیا اور جگد یو سادھو سے ملاقات کا پورا قصہ اسے سنا دیا۔

کوئی دو دن بعد ذرا سکون محسوس ہوا تھا جیسے سر سے کوئی بوجھ اتر گیا ہو۔ جیسے شدید حبس کے بعد لطیف ہوائیں چلنے لگی ہوں۔

تقریباً چار دن تک لکھنؤ کے ان نوابوں کے ہاں ہلچل مچی رہی جو تزئین کی نتھ اتارنے کے نیلام میں بڑھ چڑھ کر بولی لگانے کے لئے کمربستہ تھے۔ یوں تو لکھنؤ کے بازارِ حسن میں ایک سے ایک حسین لڑکی موجود تھی۔ نوابین کی دلبستگی کے لئے سارے ہندوستان سے پری چہرہ دوشیزائیں لکھنؤ لائی جاتی تھیں لیکن تزئین جیسی لڑکیاں بازارِ نشاط میں شاذ و نادر ہی آتی ہیں اور جب آتی ہیں تو قیامت مچا دیتی ہیں۔ میں جگد یو سادھو کی آمد اور اس کی یقین دہانی کے بعد پوری طرح مطمئن ہو گیا تھا لیکن بااثر، باذوق اور زندہ دل نوابین نے انتظامیہ کو ایک پل چین نہیں لینے دیا۔ پولیس نے کئی مرتبہ بازارِ حسن پر چھاپے مارے، جہاں جہاں ممکن تھا۔ انہوں نے تلاشی لی۔ جیسے جیسے دن گزر رہے تھے، تزئین کی پراسرار گمشدگی کا سراغ ملنا دشوار ہو رہا تھا۔ معاملہ پیچیدہ اور نازک ہوتا جا رہا تھا۔ اب اس کیس میں اغوا کے بجائے قتل کے شبہے نے جڑ پکڑ لی تھی، قیاس آرائیوں کا ایک سلسلہ تھا جو ختم نہیں ہو رہا تھا۔ انکا چار روز سے غائب تھی۔ دوسری طرف اشرفی بیگم یہ سن کر ششدر رہ گئی کہ یاور مرزا نے اس کی گرفتاری کے پروانے پر دستخط کیے ہیں اور خود اپنے زبان سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مراد کو اس کی گرفتاری کا حکم بھی صادر فرمایا ہے۔ کوچہ حسن کی اس زمانہ ساز عورت نے پولیس کو بیان دیتے وقت کمال ہوشیاری سے تزئین کے غائب ہونے کا ذمے دار یاور مرزا کو ٹھہرایا۔ اس نے اپنے بیان میں ایک ایسی من گھڑت کہانی سنائی کہ عالی جناب یاور مرزا بھی چکرا گئے۔ بات جب تحقیق و تفتیش تک پہنچی تو یاور مرزا کی اور بہت سی بدعنوانیوں سے پردہ اٹھا اور عجیب عجیب شرمناک انکشافات ہوئے اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے کوئی قدم

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اٹھاتا یا صفائی پیش کرتا، اسے اوپر سے آنے والے ایک ہنگامی حکم کے تحت فوری طور پر معطل کر دیا گیا۔ تزئین کے اغوا کے سلسلے میں اس سے باز پرس ہوئی۔ یاور مرزا کو اپنا ہوش کہاں تھا، اس کے دل و دماغ پر تو کسی اور کا قبضہ تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی حقیقت حال کا علم نہیں تھا۔ اگرچہ وہ اس معاملے میں بے قصور تھا مگر اشرفی بیگم کے پرانے شناساؤں اور نمک خواروں نے یاور مرزا کے خلاف ایسی ایسی شہادتیں پیش کیں کہ وہ گلے گلے تک پھنس گیا۔ لکھنؤ میں بعض نوابین کے غنڈوں اور پالتو مسٹنڈوں کا ایک جال بچھا ہوا تھا۔ انہوں نے یاور مرزا کے خلاف محاذ بنا لیا۔ ہر شخص ایک دوسرے پر الزام دھر رہا تھا۔ یہ مسئلہ سب کے لیے خاصا تشویشناک ہو گیا تھا کہ اس پری وش کو آخر کون صاحب نظر اٹھا لے گیا ہے۔ میرے لیے اب اس واقعے نے بڑی دلچسپ صورت اختیار کر لی تھی۔ میں قیاس آرائیوں کی سن گن لینے کے لئے گھر سے باہر نکلتا اور لطف اٹھا کر گھر چلا آتا، عموماً میرا زیادہ وقت گھر پر ہی گزرتا اس عرصے میں محلے کے کئی مصیبت زدہ لوگ مجھ سے اپنے دکھوں کا مداوا چاہنے آئے مگر میرے پاس انکا نہیں تھی۔ میں نے کسی نہ کسی طرح انہیں ایک ہفتے بعد آنے کی تلقین کر کے جان چھڑائی۔ غرض ایک عجب تماشا ہو رہا تھا۔ روزانہ نئی نئی چونکا دینے والی خبریں سننے کو ملتی تھیں۔ یاور مرزا تو معطل ہو ہی چکا تھا۔ کچھ اور افسران لکھنؤ سے تبادلہ کر کے دور دراز شہروں میں بھیج دیے گئے تھے۔ انہی میں ناظم علی بھی شامل تھا۔

پانچویں روز انکا میرے سر پر واپس آ گئی۔ یاور مرزا کی معطلی کے بعد انکا کا کام بڑی حد تک ختم ہو چکا تھا۔ چار پانچ روز کی جدائی نے مجھے بھی خالی خالی سا کر دیا تھا۔ جب وہ آئی تو اس کے چہرے پر تھکن اور اضمحلال کے آثار تھے۔ آنکھیں خوابیدہ سی تھیں، وہ کچھ ناراض سی تھی، میں نے اسے منانے کے لئے اس کی ذہانت اور بروقت اقدام کی تعریف کی اور اپنے سابقہ رویے پر ندامت کا اظہار کیا۔ انکا خاموشی سے سب کچھ سنتی رہی کچھ بولی نہیں۔ غرضیکہ میں نے شدت اختیار کی اور اسے اپنی محبت کا ہر طرح یقین دلایا اور کہا کہ مجھ پر اس کی جدائی بڑی شاق گزر رہی تھی، اسے کچھ یقین آیا اور وہ راضی ہوئی، سنجیدگی سے کہنے لگی۔ ”جمیل، تم بہت دکھ پہنچاتے ہو، جانتے ہو میں مسلسل پانچ روز اس بد دماغ یاور مرزا کے سر پر رہی ہوں اور اس دوران میں ایک پل سکون نہیں ملا۔ اب میں اس کا ذہن اس قدر مفلوج کر آئی ہوں کہ وہ ہفتے ڈیڑھ ہفتے تک اس معاملے کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہیں سکتا۔“

”تمہاری انہی اداؤں پر تو ہم نثار ہیں؟“ میں نے اسے چھیڑا۔

”مگر دیکھ لینا۔ وہ وقت قریب آ رہا ہے جب یہ ادائیں بھی کام نہیں آئیں گی۔ تمہاری جذباتی پن اور تمہارے اندر بیٹھا ہوا شریر بچہ کسی دن ضرور کوئی بڑا ستم ڈھائے گا۔“

”اس شریر بچے کی ساری شرارتیں تمہارے دم سے ہیں۔ جب تک تم موجود ہو، یہ شریر بچہ اور شرارتیں کرتا رہے گا۔“ میں نے اس کی طرف ناز سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں ایک آنی جانی چیز ہوں، ایک چھلاوا ہوں۔“

”مگر تمہارا اور میرا ساتھ عمر بھر کا ہے۔ میں تمہارے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“ میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

”بہتر ہے کہ ابھی سے میرے بغیر زندگی گزارنے کی عادت ڈالو۔ کل کا کوئی بھروسا نہیں۔ کسے پتا ہے کل کیا ہو جائے؟“ انکا اداسی سے بولی۔

”انکا اداس باتیں نہ کرو، بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ تمہارے بغیر میں کیا ہوں؟ تمہیں مجھ سے علیحدہ کر دیا جائے تو میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ تم میرے وجود اور میری شخصیت کا ایک حصہ بن گئی ہو۔ تم سے وابستگی برقرار نہ رہے تو جمیل احمد خاں کی اپنی حیثیت کیا رہ جائے گی؟ تمہارے بغیر یہ صاحب کس کھیت کی مولی ہیں؟“

”تمہیں قسمت بار بار سکھ کے دن گزارنے کا موقع دیتی ہے مگر تمہاری ہنگامہ ساز طبیعت باز ہی نہیں آتی۔“

”اب مجھ سے عام آدمیوں کی طرح زندگی نہیں گزاری جاتی۔“

”تو پھر زندگی بھر یہی ہوتا رہے گا۔ تم زندگی بھر مجھے پریشان کرتے رہو گے اور خود بھی پریشان ہوتے رہو گے۔“

”یہ سب کچھ تمہارے ہی دم سے ہے انکا، تم جو میرے وجود کا ایک حصہ ہو۔“

”مجھ پر اتنا تکیہ نہ کرو جمیل۔ تم پہلے ہی بہت دکھ اٹھا چکے ہو۔“

میرے اس شدید جذباتی رویے اور گرم جوش باتوں نے انکا کی ناراضی دور کر دی۔ وہ چہکنے لگی اور اس کے چہرے پر شادابی آ گئی۔ پھر وہ مجھے اپنی کارکردگی کی تفصیل بتاتی رہی۔ اس نے صورت حال کچھ اس طرح قابو میں کی تھی کہ میں کس طرح زد پر نہیں آتا تھا۔ اس کا تھکا ہوا چہرہ دیکھ کر میں نے اسے تاکید کی کہ وہ اب باتیں کرنا بند کرے، ایک عمر پڑی ہے باتیں کرنے کیلئے۔ ”جان! اب تم سکون سے کچھ دیر آرام کر لو۔“ میں نے بڑے پیار سے کہا۔

جلد ہی وہ میرے سر پر خراٹے لینے لگی اور مجھے احساس ہوا کہ وہ کتنی تھکی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر جیسے انکا کو پیار سے تھپکیاں دیں۔ کاش میری پیاسی اور مرتعش انگلیاں اس کا لمس چکھ سکتیں، میں سینہ چیر کر اسے دل میں بٹھا لیتا۔

چھٹے دن گھر میں پڑے پڑے طبیعت اکتا گئی۔ میں نے مالا سے اجازت لی۔ اس عرصے میں اس نے مجھے تنہا بہت کم گھر سے باہر نکلنے دیا تھا۔ جب انکا آ گئی تو وہ میری طرف سے مطمئن ہو گئی۔ اس شام طبیعت بہت گھبرا رہی تھی۔ جی چاہا کہ ذرا بازار حسن چلنا چاہیے اور اشرفی بیگم کے بالا خانے پر رنگ جمانا چاہیے۔ انکا نے بتایا کہ اشرفی بیگم نواب محسن علی خاں کے ایک ملازم کی ضمانت پر رہا کر دی گئی ہے۔ چنا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

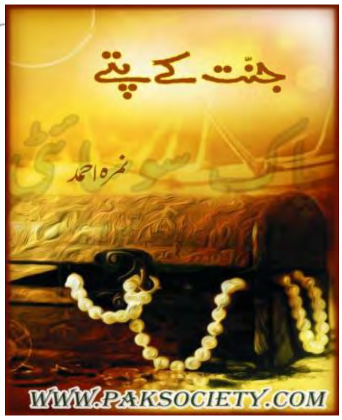

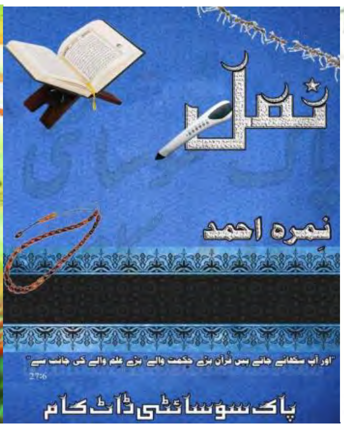

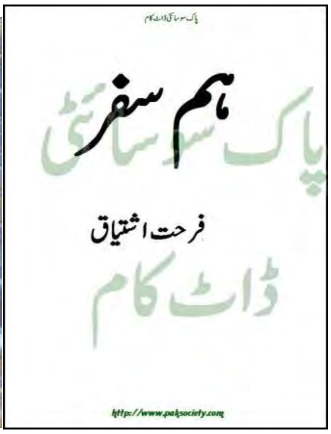

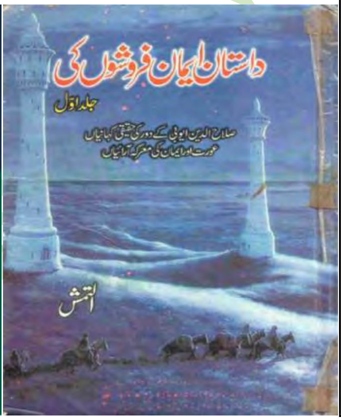

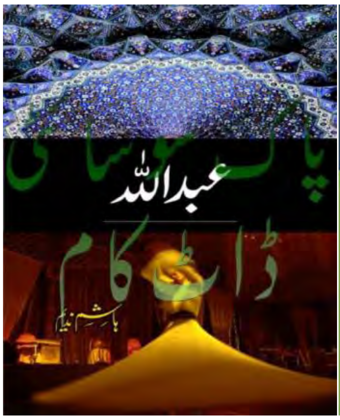

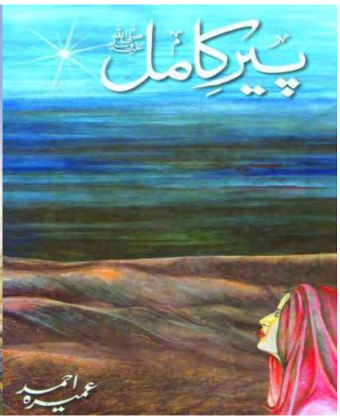

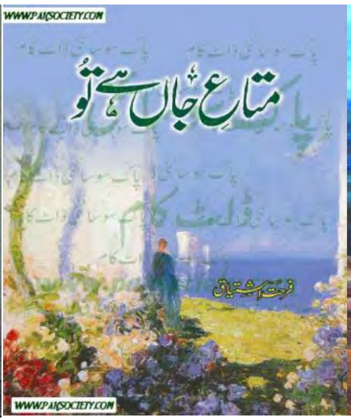

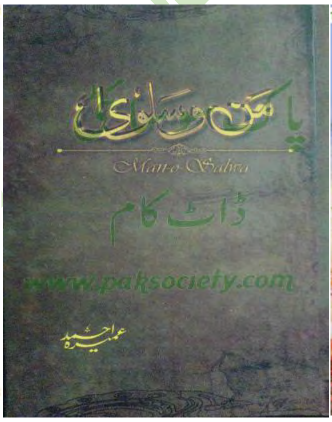

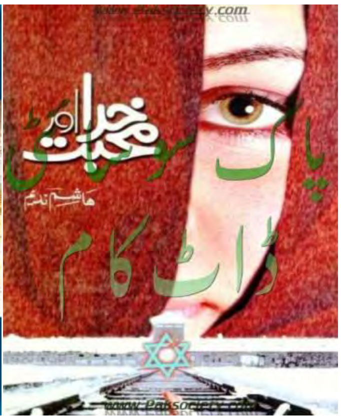

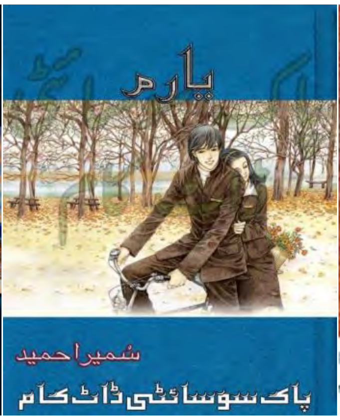

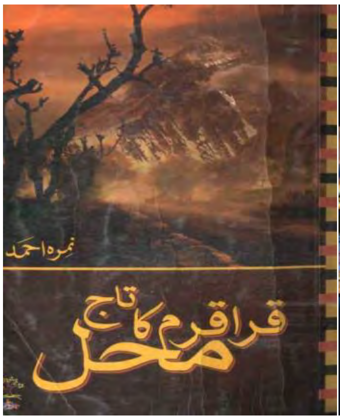

® Scanned PDF By HAMEEDI

نچہ مجھے اس سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ عام حالات میں اشرفی بیگم کے بالا خانے پر جانے کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن یہ میرا معاملہ تھا۔ اشرفی بیگم کے بالا خانے پر جانے سے پہلے میں تفریح طبع کے لئے یونہی ایک اور طوائف ناز کے ہاں گیا۔ میں نے اس کے بڑے چرچے سنے تھے۔ معلوم ہوا تھا کہ تزئین کی گمشدگی کے بعد اس کا کاروبار چمک گیا ہے۔ میں جب وہاں پہنچا تو شروع شروع میں تو میری آمد پر کسی نے کوئی خاص توجہ نہیں دی لیکن جب میرے ٹوٹے ہوئے ہاتھ پر سازندوں کی نظر پڑی تو ان کے چہروں کا رنگ بدل گیا۔ انہوں نے اشاروں میں رقاصہ ناز کی سب سے قیمتی لڑکی ماہ پارہ کو بتایا کہ ان کے ہاں کون آیا ہے؟ مجھے دیکھ کر مہ پارہ کے گھنگھرو اور کنگن بڑی تیزی سے چھن چھنانے لگے اور اس کے رقص میں گرمی آ گئی۔ مجھے وہ بہت اچھی لگی اور میں نے اس کا نام اپنے دل کی اس ڈائری میں لکھ لیا جس میں میری منتخب لڑکیوں کے نام مندرج تھے۔ ماہ پارہ نے ناز و ادا سے مجھے رجھانے کی کوشش کی۔ میں روپے لٹاتا رہا۔ دوسرے تماش بین متاثر ہوتے رہے۔ کوئی ایک دو غزلیں سننے کے بعد میں نے وہاں سے اٹھنے کا ارادہ کیا تو نازک ادا مہ پارہ نے بجلی کی طرح میری طرف لپک کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا آپ ابھی سے جا رہے ہیں؟" اس نے کمال عشوے سے کہا۔ "ابھی تو رات بھیگی بھی نہیں۔"

"مجھے افسوس ہے ماہ پارہ، مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ جلد ہی پھر آؤں گا۔ تمہارے جمال افروز نظارے تو راحت جاں ہیں۔" میں نے ایک ماہر اور تجربہ کار شکاری کی طرح کہا۔

"ابھی اور ٹھہر جایئے۔" ماہ پارہ نے اس طرح کہا جیسے برسوں سے میری شناسا ہو۔

میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر کھولی۔ جب گڈی کے نوٹ بھربھرائے تو میں نے وہ اس کے سر پر نچھاور کر دیے۔ وہ شرما گئی اور بہت خوب صورت معلوم ہوئی۔ اسے آغوش میں لینے کو جی تڑپا مگر یہاں یہ بات زیب نہیں دیتی تھی۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ آپ اس کے بغیر بھی تشریف لا سکتے ہیں۔" ماہ پارہ نے خالص گھریلو لڑکیوں کے انداز میں کہا۔

"یہ میرے جذبات کا اظہار ہے۔" میں نے شوخی سے کہا۔

"دوبارہ آنے کا وعدہ کیجئے۔" اس نے اصرار کیا۔

"وعدہ!" میں نے مسکرا کر کہا اور اس کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا۔

"میں منتظر رہوں گی۔" وہ اشتیاق سے بولی۔

"مجھے یقین ہے۔" یہ کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔ مہ پارہ کے دلنشین انداز سے طبیعت خوش گوار ہو گئی تھی۔ انکا بھی موڈ میں نظر آ رہی تھی۔ وہ مجھے مہ پارہ کے متعلق بتانے لگی کہ تمام اونچے درجے کی طوائفوں میں تزئین کی گمشدگی اور اشرفی بیگم کی گرفتاری کی خبر عام ہو گئی ہے۔ ساتھ ہی تزئین سے

تمہارے گہرے تعلق کا بھی سب کو علم ہے۔ تمہاری دلیری اور شجاعت کے بھی خوب چرچے ہوتے ہیں۔ مہ پارہ اسی وجہ سے تم پر سب سے زیادہ ملتفت ہوئی۔" ویسے ان غیر معمولی واقعات اور زمانے کے سرد و گرم میں ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد بھی میری ظاہری شخصیت کے شکوہ وجاہت اور وقار میں کوئی خاص فرق نہیں آیا تھا۔ ہاں مجھے اپنے ایک ہاتھ کی کمی کا شدت سے احساس ہوتا تھا۔ میں سمجھتا تھا، اس ہاتھ کے بدلے میرے پاس انکا، مالا اور پریتم لال کی شکتی موجود ہے۔ میرا خیال تھا یہ سودا مہنگا نہیں۔ اشرفی بیگم کا بالا خانہ قریب آ گیا۔ دروازے پر بیٹھے ہوئے ایک کرتہ پوش شخص نے مجھے گھور کر دیکھا لیکن روکنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اشرفی بیگم کے ہاں حسن کی دکان گزشتہ روز سے دوبارہ لگنا شروع ہوئی تھی۔ نہ جانے اس نے تزئین کا صدمہ کس طرح برداشت کیا ہوگا؟ اس نے بالا خانے کی رونق قائم رکھنے اور اپنے نام پر حرف نہ آنے دینے کے لئے کاروبار ساز و آہنگ پھر سے شروع کر دیا تھا۔ اوپر پہنچتے پہنچتے مست و لطیف خوشبوؤں نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اندر غزالہ بڑی دلکش لے میں کوئی غزل گا رہی تھی۔ جب میں پہنچا تو طبلچی کے ہاتھ اچانک ٹھہر گئے۔ ہارمونیم سرد پڑ گیا اور گھنگھرو خاموش ہو گئے۔ اس اچانک سکوت پر سب نے دروازے کی طرف دیکھا، جہاں میں کھڑا تھا۔ گھنگھروؤں کے وقفے دار چھناکے سے مجھے غزالہ کے پاؤں میں لرزش کا احساس ہوا۔

اشرفی بیگم وہاں موجود نہیں تھی۔ میں ایک گاؤ تکیے کا سہارا لے کر اطمینان سے بیٹھ گیا اور اس بات کے انتظار میں رہا کہ رقص شروع ہو۔ یکایک غزالہ کچھ سوچ کر متحرک ہوئی اور اس کے پیر چھنچھنائے اور غزل دوبارہ چھڑ گئی۔ مگر اب اس کی آواز میں وہ بات نہیں تھی جو پہلے تھی۔ وہ نغمگی نہ جانے کہاں رخصت ہو گئی تھی۔ وہ رقص کے دوران کبھی کبھی مجھ پر نفرت کی ایک نظر ڈال لیتی تھی اور میں مسکرا دیتا تھا۔ جب وہ کافی دیر تک میرے قریب نہ پھٹکی تو میں نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکالا اور اپنے ہاتھ میں پکڑے رہا اور یہ سوچا کہ غزالہ کو چار و ناچار اس طرف آنا ہوگا لیکن وہ میری جانب آنے سے جھجکتی رہی۔ میں نوٹ تھامے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے نظریں پھیر لیں، اس کی یہ گستاخی دوسرے لوگوں نے بھی محسوس کی۔ سازندے نے اسے اشارہ کیا اور دور بیٹھی ہوئی گلبدن نے بھی مجبور کیا کہ وہ میرے پاس آئے۔ نتیجتاً وہ میرے پاس آ گئی۔ مگر اس طرح کہ اس کی آنکھیں خون برسا رہی تھیں۔ میرے قریب آ کر اس نے میر کی غزل کا یہ شعر پڑھا..

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

جیسے ہی وہ اٹھنے لگی، میں نے دوسرا نوٹ نکال لیا۔ وہ بپھر اٹھی۔ میں نے بھی اپنا عمل دہرایا۔ آخر وہ چڑ سی گئی۔ اس کے تیکھے اور نفرت زدہ انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ میں دس منٹ میں کوئی ایک ہزار

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

روپے لٹا چکا تھا اور مزید پیسے لٹانے پر بھی آمادہ تھا لیکن وہ بیزاری سے اٹھ گئی۔ اس نے میرا نوٹ اپنی نازک دودھیا ہتھیلی پر مسل کر میرے منہ پر مار دیا۔ اس کی اس حرکت پر برہم ہو کر میں نے انکا کو اشارہ کیا۔ ادھر انکا میرے سر سے رینگی اور ادھر غزالہ کی حالت میں فرق آ گیا۔ اس کی آواز بھرا گئی۔ اس نے اپنے بال نوچنا شروع کر دیے اور دیوانی عورتوں کی طرح اودھم مچانے لگی۔ گلبدن نے اسے پکڑا اور سازندوں کی مدد سے اسے اندر بھجوا دیا۔ کسی نے اندر جا کر اشرفی بیگم کو خبر کر دی تھی کہ میں آیا ہوا ہوں۔ غزالہ کی جگہ شمیم نے سنبھال لی تھی اور غزل سرا تھی۔ میں اس طرح بے نیاز اور پُرسکون بیٹھا ہوا تھا جیسے کچھ جانتا ہی نہیں ہوں، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ شمیم ان سب سے زیادہ دلکش تھی۔ اس نے آتے ہی میرے طرف توجہ دی۔ اس کافر ادا دوشیزہ سے میں پہلے ہی متاثر تھا۔ تھوڑی دیر بعد اشرفی بیگم ویران ویران سی کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ مجھے دیکھ کر سیدھی میرے پاس آئی اور سرگوشی میں کہنے لگی۔

”خان صاحب! اب آپ یہاں کیا لینے آئے ہیں؟ یہ محفل تو اجڑ چکی۔“

میں نے افسوس بھرے لہجے میں پوچھا۔ ”تزئین کا کچھ پتا چلا؟“

”خدا ہی بہتر جانتا ہے۔“ اشرفی بیگم نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ”مگر اس کے اغوا کے مجرم بہت جلد کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے۔ میری رسائی بھی دور دور تک ہے۔“ اس نے معنی خیز انداز میں میری طرف دیکھا۔

”بلاشبہ اس میں کیا شک ہے۔“ میں نے اس کے لہجے کی گرمی محسوس کر کے کہا۔

”اگر تزئین نہیں ملی تو کشت و خون تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ میں ایک طوائف ضرور ہوں لیکن میرے بھی کچھ سماجی حقوق ہیں۔“ اس نے دھمکی کے انداز میں کہا۔

”اشرفی بیگم تمہیں بھی شہری حقوق حاصل ہیں۔ مگر تم پہلے ہی اپنی غلط سوچوں اور غلط فیصلوں سے کافی زک اٹھا چکی ہو۔ اس بار ذرا احتیاط سے کام لینا۔“ میں نے طنزاً کہا۔

”احتیاط......“ وہ زہرخند سے بولی۔ ”احتیاط سے آپ کی کیا مراد ہے خان صاحب!“

ہمارے درمیان تلخ و ترش جملوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ تزئین کے اغوا کا ذمے دار مجھے سمجھتی ہے اور میرے خلاف شدید انتقام کا جذبہ رکھتی ہے۔ اس نے بڑی بڑی باتیں کیں۔ بالواسطہ طور پر دھمکیاں دیں۔ میں بھی اسے چھیڑتا رہا لیکن شمیم پر برابر نظر کیے رہا۔ اس بات سے وہ اور بھی برا فروختہ ہو گئی۔ میرے بے تحاشا روپے لٹانے کو اس نے اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور اشاروں کنایوں میں مجھے بتا دیا کہ وہ میرا یہاں آنا پسند نہیں کرتی۔ میں نے اسے مزید چھیڑنے کے لئے کہا۔ ”تزئین کے بعد یہاں آنے کو جی تو نہیں چاہتا تھا مگر شمیم کی یاد کھینچ لائی۔ اس دن کی تلخی مجھے اچھی طرح یاد ہے مگر کیا کروں، جی نہ مانا۔ ویسے بھی یہ ایک شارع عام ہے، ایک بازار ہے۔ یہاں کے دروازے ہر خاص و عام کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔“

”مگر اس بازار میں کچھ ایسے لوگ بھی رہتے ہیں، جن کے کچھ محسوسات ہیں، جن کا کوئی معیار ہے، کوئی سطح ہے۔“ اس نے تنک کر کہا۔ ”یہاں گوشت پوست کے انسان رہتے ہیں۔“

”میں مانتا ہوں مگر اشرفی بیگم! اس حقیقت سے تمہیں بھی تو انکار نہ ہوگا کہ یہاں کے باسی عام شہریوں سے کچھ مختلف نہ ہوتے تو جسموں کا یہ تماشا نہ کرتے۔ یہاں احساس ہی کی تو کمی ہے۔“ میں نے لقمہ دیا۔

”آپ کو شاید معلوم نہیں کہ ہمارے اندر بڑا زہر ہوتا ہے، ہمارے کاٹے کا علاج ممکن نہیں۔ جب ہم بپھر جاتے ہیں تو بھونچال آ جاتا ہے۔“

”اور کمزور لوگ اس بھونچال میں خس و خاشاک کے مانند تہ و بالا ہو جاتے ہیں لیکن وہ لوگ...... فرض کیجئے وہ لوگ جو میری طرح مضبوط اعصاب رکھتے ہیں......“ میں نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

”دیکھئے خان صاحب! بات یہ ہے کہ مجھے یہ لگی لپٹی باتیں پسند نہیں ہیں۔ براہ کرم آپ یہاں تشریف لانے کی زحمت نہ کریں۔“ اس بار اشرفی بیگم نے ذرا کھل کر کہا۔

”اشرفی بیگم!“ میں نے ایک لمبا سانس لے کر کہا۔ ”سوچ لو، تم کس سے یہ بات کہہ رہی ہو۔“

”بات نہ بڑھائیے خان صاحب، بس کہہ دیا کہ یہاں نہ آیا کیجئے۔“ وہ غصے میں آ گئی۔

میں اطمینان سے بیٹھا رہا۔ شمیم کے بعد گلبدن رقص و سرور کا جادو جگانے لگی۔ شمیم میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے تمام احتیاط بالا طاق رکھ کر اس کا نرم و مرمریں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ خوف زدہ انداز میں شرمانے لگی۔ جب میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھ سے دن کے وقت کہیں ملے تو وہ دلہنوں کی طرح شرما کر بھاگ گئی اور میں اس سے یہ کہہ کر چلا آیا کہ تزئین کی طرح تم بھی غائب نہ ہو جانا۔ ہماری نظر بڑی کاری ہے۔

”کل آیئے گا؟“ اس نے اٹھتے اٹھتے پوچھا۔ ”ضرور، ضرور۔“ چلتے چلتے میں نے وعدہ کیا۔

☆==========☆==========☆

شمیم نے یہ بات کچھ اس انداز سے کہی تھی کہ میں نہ چاہنے کے باوجود بھی دوسرے دن اشرفی بیگم کے بالاخانے پر پہنچ گیا۔ آج میرا ارادہ تھا کہ میں انکا کے ذریعے شمیم کو لے کر کسی سنسان تفریحی مقام پر چلا جاؤں گا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اشرفی بیگم موجود نہیں تھیں۔ میں نے شمیم کو اپنے پاس بلا لیا اور پوچھا۔ ”چلتی ہو؟“

اس نے بڑی جان لیوا مسکراہٹ سے دریافت کیا۔ ”کہاں؟“

”جہاں میں کہوں۔“

”نہیں نہیں۔ مجھے بھی یہاں گانا ہے، یہ کس طرح ممکن ہے؟“

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

”گانا تو تم روز گاتی ہو، آج ہم تمہیں ضرور لے جائیں گے۔“

”میں ابھی نہیں جاسکتی۔“

”کیوں؟ کیا ہم برے لگتے ہیں؟“

”نہیں نہیں، ابھی ہم گانے کے سوا اور کچھ نہیں کرتے۔“ وہ اٹھلائی۔

”اچھا اچھا، میں سمجھا۔“ میں نے اس کی ناک کی طرف اشارہ کیا۔ ”میں یہ نتھ تو بھول ہی گیا تھا۔“

وہ شرمائی۔ اس کے گالوں میں گڑھے پڑ گئے۔ میں وہیں بیٹھا رہا۔ جب شمیم کی ہوش ربا ادائیں مجھ سے برداشت نہ ہوئیں اور جذبات مجھ پر غلبہ پانے لگے تو میں نے انکا سے حال دل کہا اور بچوں کی طرح مچلنے لگا۔ انکا کسی طرح تیار نہیں تھی مگر میری ضد سے مجبور ہوگئی۔ جب چراغ بجھے تو میں انکا کو اشارہ کر کے چلا آیا اور بازار کے اختتامی سرے پر کھڑا ہو گیا۔ کوئی ایک گھنٹے کے زبردست اضطراب اور سخت انتظار کے بعد مجھے شمیم نظر آئی۔ وہ میری ہی طرف آ رہی تھی۔ میں نے جلدی سے تانگا لیا اور دریائے گومتی کے ایک سنسان اور پرفضا ساحل پر جا پہنچا۔ یہاں انکا، شمیم کے سر سے اتر کر میرے سر پر آ گئی۔ شمیم خود کو اس مقام پر دیکھ کر وحشت زدہ ہونے لگی لیکن میرے اس دلاسے پر کچھ خاموش ہوئی کہ وہ جلد ہی صبح ہونے سے پہلے واپس پہنچا دی جائے گی۔ دریا کے کنارے دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ شمیم سراسیمہ تھی اور واپس جانے کے لئے مسلسل اصرار کر رہی تھی، میں اسے سمجھا رہا تھا، بہلا رہا تھا اور محظوظ ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی گھبراہٹ، مزاحمت اور گریز دیکھ کر اسے یقین دلایا کہ میں صرف باتیں کرنا چاہتا ہوں، کچھ اور نہیں چاہتا۔ جب وہ میرے شریفانہ رویے اور حسن سلوک سے مطمئن ہوگئی تو ڈرتے ڈرتے مجھ سے باتیں کرنے لگی۔ وہ اپنی زندگی کے قصے سناتی رہی۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ اشرفی بیگم کے ہتھے کیسے چڑھی تھی، اعتماد بحال ہو جانے کے بعد اس نے مجھے اشرفی بیگم کے متعلق بہت کچھ بتایا۔ اس کی باتیں اتنی دلچسپ تھیں کہ رات گزرنے کا احساس تک نہیں ہوا۔ ہم دونوں ریت پر لیٹ گئے اور میں نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ اس سرد فضا میں اس کی گرم آغوش کی لپک نے مجھے بدمست تو خوب کیا لیکن میں نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ وہ بھی بہت محتاط تھی۔ میں نے اس قربت اور تخلیے کے باوجود اسے پریشان نہیں کیا۔ اس کی یہ دلنشین صحبت ہی بہت تھی۔ باتیں تھیں کہ ختم ہی نہیں ہونے پاتی تھیں۔ پھر انکا نے مجھے ٹوکا کہ اب اٹھ جانا چاہئے۔ میں بادل ناخواستہ اٹھا۔ رات گئے تانگے والے کی تلاش کرنا مشکل تھا مگر انکا کے ذریعے یہ کام بھی آسان ہو گیا۔ میں بازار حسن کے ایک کونے پر ٹھہر گیا۔ انکا، شمیم کے سر پر چلی گئی اور اسے بالا خانے پر پہنچا دیا۔ اشرفی بیگم جاگ رہی تھی۔ اس نے شمیم کی واپسی پر سخت حیرت کا اظہار کیا۔ وہ بڑی جز بز ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا مگر اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ یہ بات مجھے انکا نے بتائی۔

Downloaded from Paksociety.com

سورج طلوع ہونے کا وقت قریب تھا۔ مالا نے دروازے کھولا۔ وہ اس قدر ناراض تھی کہ مجھ سے مخاطب تک نہیں ہوئی۔ اس نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں اسے مناتا ہوا بستر پر آ گیا اور جلد ہی سو گیا۔ لیکن چچا جان کی غیر متوقع چیخ پکار سے مجھے علی الصباح جاگنا پڑا۔ چچا جان کمرے کا دروازہ بری طرح پیٹ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ میں لباس درست کر کے باہر آیا تو انہوں نے سسکیوں بھرے لہجے میں کہا۔ ”جمیل، غضب ہو گیا بیٹے، رخسانہ گھر میں نہیں ہے۔“

یہ خبر بم کی طرح مجھ پر گری۔ ایک لمحے کے لئے میں سن ہو گیا۔ میری بہن، میری ناموس، میری عزت کو کون گھر سے لے گیا؟ میں نے اپنے سر پر نظر ڈالی۔ انکا کی آنکھیں سرخ تھیں۔ وہ کسی سوچ میں مستغرق تھی۔ میں نے چچا جان کو سنبھالا دیا۔ وہ میرے سینے سے لگ کر ہچکیوں سے رونے لگے۔ مجھ سے یہ آہ و بکا نہ دیکھی گئی، میں نے انہیں مطمئن کرنا چاہا لیکن میں تو خود پریشان تھا۔ چند لمحے سکوت میں گزر گئے۔ پھر انکا نے مجھ سے کہا۔ ”جمیل، تم چچا جان کو سنبھالو، میں ابھی آتی ہوں۔“

میں نے چچا جان کی ڈھارس بندھائی کہ وہ اپنے اوسان نہ کھوئیں، میں نے کہا۔ ”میرے ہوتے ہوئے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بہر حال ..... شہر میں اس کا چرچا نہ کریں۔ بچوں کو رخسانہ کی بابت کس طرح سمجھا بجھا دیں۔ ابھی کچھ دیر میں پتا چل جائے گا کہ وہ کہاں ہے۔“

چچا جان کو مطمئن کرنا آسان کام نہیں تھا، وہ چلے گئے تو میں نے اندر آ کر مالا کی صورت حال سمجھائی اور کپڑے تبدیل کر کے انکا کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ انکا جلد ہی واپس آ جائے گی اور مجھے اس کے ساتھ کہیں جانا پڑے گا۔ میرے سینے میں آگ لگی ہوئی تھی۔ مٹھیاں غصے سے بار بار بھینچ جاتی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ آج میرے ہاتھوں نہ جانے کس کا خون ہونا ہے۔ نہ معلوم کون بدنصیب ہے جس نے اپنی موت کو پکارا ہے۔ جس نے جمیل احمد خان کی غیرت و حمیت کو للکارا ہے۔ وہ کون نامراد ہے جس نے اتنی جرات کی۔ کہیں رخسانہ خود تو نہیں بھاگ گئی؟ ہو سکتا ہے پگلی کہیں دل لگا بیٹھی ہو، آس پاس کے کسی نوجوان سے محبت کرنے لگی ہو۔ پھر اچانک مجھے ایک اور خیال آیا کہ یہ حرکت کہیں اس مصنوعی پیر نے نہ کی ہو جسے میں نے ذلیل کیا تھا یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یاور مرزا اور اشرفی بیگم نے انتقاماً مجھ پر حملہ کیا ہو۔ یہ سانحہ رات کو میرے گھر سے غائب رہنے کی وجہ سے ہوا۔ اگر میں شمیم سے ملاقات کسی اور دن کے لئے اٹھا رکھتا تو یہ نوبت نہ آتی۔ یہ سوچ کر میں خود اپنی نظر میں مجرم بن گیا۔

☆============☆============☆

انکا تقریباً دس منٹ کی الجھن اور بے تابی کے بعد آ گئی۔ اس کے آتے ہی میں نے دھڑکتے دل سے سوال کیا۔ ”رخسانہ کا پتا چل گیا؟“

”وہ تڑ ئین نہیں ہے جمیل جس کے سراغ میں میری تمام قوتیں زنگ آلود معلوم ہوں۔ میں نے

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

رخسانہ کا پتا چلا لیا ہے۔" انکا کے لہجے میں استغال تھا۔

"پھر جلدی سے بتاؤ کون بد بخت اسے لے گیا ہے؟ مجھے کس کا خون کرنا ہے؟ میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ میں آج کا ناشتا اس کے خون ہی سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"جمیل۔ خود کو قابو میں رکھو۔ رخسانہ نواب بن علی کی محل نما حویلی کے تہ خانے میں ہے۔ اشرفی بیگم نے بن علی سے ساز باز کر کے اسے اغوا کروایا ہے۔ بن علی کے بارے میں تم جانتے ہو، وہ بڑا ہی کمینہ اور شورہ پشت شخص ہے۔ اس نے کچھ رشوت خور پولیس والوں کی مٹھیاں گرم کر کے انہیں اعتماد میں لے لیا ہے۔ بن علی کے گرگے اس موقع کی تاک میں تھے کہ تم کسی رات گھر سے باہر رہو تو وہ رخسانہ یا مالا پر ہاتھ ڈال دیں۔ رات انہیں اس کا موقع مل گیا۔ تم شمیم کے ساتھ خوش فعلیوں میں معروف تھے اور ادھر انہوں نے تمہارے گھر کی راہ لی۔ مالا کی طرف وہ آ ہی نہیں سکتے تھے۔ سامنے رخسانہ موجود تھی۔ وہ اسے اٹھا کر لے گئے۔ نواب بن علی نے اشرفی بیگم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح رخسانہ کو اغوا کر کے تم سے تزئین کی گمشدگی اور اپنی توہین کا انتقام لے گا اور اسے اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھا کر اشرفی بیگم کے حوالے کر دے گا تاکہ اس کے طائفے میں ایک اور خوب صورت نوجوان لڑکی کا اضافہ ہو جائے۔"

"بس کرو انکا! بس کرو۔" میں نے اپنے ہاتھ کانوں پر رکھ لیے۔ "مجھ میں اور کچھ سننے کی تاب نہیں ہے۔ مجھے ہر طرف خون ہی خون نظر آ رہا ہے۔" میں نے سامنے رکھی ہوئی سلفچی کو بے اختیار ٹھوکر ماری۔

"آؤ چلیں، مجھے یہ بتاؤ کہ رخسانہ کا حال کیا ہے؟"

"وہ بے ہوش ہے اور ابھی تک پوری طرح محفوظ ہے۔"

"آؤ چلیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے پوری طرح منصوبہ بناؤ۔ کسی بڑے خطرے میں پڑنے سے پہلے بہتر ہے کہ ہم ہر پہلو پر غور کر لیں۔" انکا نے مشورہ دیا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟" اسی لمحے مالا نے پوچھا۔

میں اسے جواب دینے والا تھا کہ چچا جان بھی کمرے میں آ گئے، میں نے ان دونوں کو سمجھایا کہ وہ بچوں سے کہہ دیں کہ رخسانہ میرے ساتھ کسی بزرگ کے ہاں گئی ہوئی ہے۔ میں جلد ہی اسے واپس لے آؤں گا۔ جب تک رخسانہ مجھے نہیں مل جائے گی، میں واپس نہیں آؤں گا۔ چچا جان بہت بوکھلائے ہوئے اور پریشان تھے اور مجھے تنہا جانے سے منع کر رہے تھے۔ مالا الگ بضد تھی۔ ان لوگوں کو تسلیاں دینے میں خاصا وقت لگ گیا۔ بہر حال اترے ہوئے چہروں اور دھڑکتے دلوں کے ساتھ انہوں نے مجھے رخصت کیا۔ چچا جان نے کچھ پڑھ کر پھونکا۔ میں جتنی دیر رکتا، اتنا ہی انہیں سمجھانے بجھانے میں وقت لگتا۔ اس لیے فوراً باہر آ گیا۔ گلی خاموش تھی، سڑکیں ابھی آباد نہیں ہوئی تھیں۔ راستے میں انکا مجھے ساری

روداد بتاتی رہی کہ بن علی نے میرے خلاف ایک خطرناک سازش مرتب کی ہے۔ میں مشتعل ہوتا رہا۔ انکا مجھے قابو میں رکھنے کے لئے کبھی کبھی کوئی شگوفہ چھوڑ دیتی لیکن مجھے اس کی ہر بات بری لگ رہی تھی۔ بن علی کی حویلی کے قریب انکا نے مجھے روکا اور کہنے لگی۔

"دیکھو جمیل۔ میں یہ معاملہ خود بھی نمٹا سکتی تھی مگر تمہاری ضد کے آگے مجبور ہو گئی ہوں۔ اب تم میرے اشاروں پر چلو۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔" میں نے اسے ٹالتے ہوئے کہا۔

"بن علی اس وقت خواب گاہ میں ہے۔ دروازے پر اس کے شہدے موجود ہیں تاکہ تمہاری جوابی کارروائی کا مقابلہ کر سکیں لیکن میں تمہیں لے جاؤں گی۔ اندر جا کر گردو پیش سونگھ کر بن علی سے ذرا دلچسپ باتیں کرنا۔ تم نے بہت دنوں سے میرے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔ مجھے وہ لڑکی پسند ہے جو ایک بار تمہیں ورغلا کر بن علی کے پاس لے گئی تھی۔ اس کا نام زمرد ہے جمیل، اس کا خون خاصا قوت بخش ہوگا۔"

"یہ بتاؤ کہ بن علی کی بہنیں کتنی ہیں؟"

"اوہ جمیل۔ تم تو بہت دور کی بات سوچ رہے ہو۔ بن علی کی دو بہنیں ہیں۔ درخشاں اور زرفشاں۔ دونوں میں سارے اودھ کا حسن سمٹ آیا ہے۔ درخشاہ بیوہ ہے۔ اس کی شادی کے ایک سال بعد اس کے شوہر نواب مظہر علی نے خودکشی کر لی تھی۔ اس کے بعد سے وہ اپنے بھائی بن علی کے ساتھ ہے۔ زرافشاں کی ایک جگہ بات چل رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے، بتاتی چلو۔"

"مگر تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"تم جانتی ہو۔"

بن علی کی خواب گاہ تک پہنچنا ایک دشوار گزار مرحلہ تھا۔ راستے میں پاسبان، دربانوں اور ملازموں کی ایک معقول تعداد موجود تھی۔ ہر چند کہ میرے ساتھ انکا بھی تھی لیکن یہاں اپنی آمد کا کوئی نشان چھوڑنا میرے لیے ٹھیک نہیں تھا۔ حویلی کے عقبی حصے سے ایک تنگ راستہ ملازموں کے کوارٹر کی طرف جاتا تھا۔ انکا مجھے وہیں لے گئی۔ میں دیواروں اور گوشوں کی آڑ لیتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

انکا مجھے ایک ایسے زینے کی طرف لے گئی، جہاں سے بن علی کی خواہ گاہ کا راستہ آسان تھا، میں زینے سے چھت پر پہنچا اور پھر ایک دوسرے زینے سے حویلی کے اندر داخل ہو گیا۔ بن علی دیر سے اٹھنے کا عادی تھا۔ اس کی خواب گاہ کا دروازہ بند تھا۔ میں نے دھکا دیا تو کھل گیا۔ سامنے ایک شاندار مسہری پر وہ نواب کا بچہ، سور کا بچہ، خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تا۔ دروازہ بند کر کے میں نے بن علی کو آواز دی۔ "اٹھو بن علی...... اٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اس نے کسمساتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور یہ دیکھ کر آنکھیں مسلنے لگا کہ اس کے سامنے میں کھڑا ہوں۔ پھر وہ ایک دم کسی شکاری کتے کی طرح اچھل کر مسہری سے نیچے آ گیا۔ اس کا چہرہ مجھے دیکھتے ہی زرد پڑ گیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کی آنکھوں میں آدم خور شیر جیسی خطرناک چمک موجود تھی۔

"تم یہاں؟ تم یہاں کیوں آئے ہو؟" اس نے گھبرا کر سوال کیا۔

"خوب۔ تو تم نے مجھے پہچان لیا۔ ایک بار پہلے بھی ملاقات ہو چکی ہے۔ تمہاری یادداشت خاصی اچھی ہے۔"

"تمہیں ہمارے خلوت کدے میں آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

"موت کے لئے سارے راستے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ میں تمہاری موت ہوں۔"

"تمیز سے بات کرو، کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارا خون۔"

"تم اس وقت ہماری حویلی میں ہو۔ شاید یہاں تمہارے سر پر تمہاری اپنی موت منڈلا رہی ہے۔ ہمارے ہاں گستاخی کی سزا بڑی سخت اور کڑی ہے۔ یہ پالتو جانور ہم نے یونہی نہیں پالے ہیں۔" ہبن علی نے اپنے گرگوں کے بارے میں اشارہ کیا۔

"سیدھی طرح وہ لڑکی میرے حوالے کر دو جو تمہارے غنڈے گزشتہ رات اٹھا لائے ہیں۔ ہبن علی، یاد رکھو اب تمہاری بہن کوٹھے کی زینت بنے گی۔ میرا نام جمیل احمد خاں ہے۔ تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے اب درخشاں اور زرافشاں کے پیروں میں جب تک گھنگھرو نہیں بندھیں گے، مجھے چین نہیں آئے گا۔ تم نے میری بہن پر ہاتھ ڈال کر آتش فشاں کو چھیڑا ہے۔ تم نے میرے گریبان پر ہاتھ ڈالا ہے۔ یہ کسی اور کا گریبان نہیں۔ میرا ہے۔ تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔" میں نے گرجتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کر ذلیل کتے۔ میں تجھے شوٹ کر دوں گا ناہنجار!" ہبن علی بھڑک اٹھا۔ اور بندوق اٹھانے کے لئے دوڑا۔

میں نے اسے آگے بڑھنے سے پہلے ہی دبوچ لیا۔ وہ ایک تنومند اور کسرتی جسم کا آدمی تھا۔ اس نے مجھے زور کا دھکا دیا لیکن میں جلد ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ہبن علی!" میں نے دانت پیس کر کہا۔ "تو نے دو ٹکے کی عورت اشرفی بیگم سے ساز باز کر کے میری بہن کو اغوا کیا ہے۔ میں تیری بہنوں کے ساتھ بھی یہی عمل دہراؤں گا۔ اطمینان رکھ۔"

"گستاخ، حرام زادے، چپ رہ۔" وہ آگ بگولا ہو گیا۔

"میری بہن میرے حوالے کر دے۔"

"تو تزئین میرے حوالے کر دے۔ یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔" ہبن علی نے اطمینان سے کہا۔

عین اسی وقت انکا نے میرے سر پر پنجے چبھو کر کہا کہ میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔ اس طرح ہبن علی سے تلخ کلامی کر کے مجھے کچھ حاصل نہ ہو گا لیکن میں اسے ذلیل کر کے اپنے دل کو سکون پہنچانا چاہتا تھا۔ میں خود اس سے نمٹنا چاہتا تھا۔ مگر سورج کی روشنی کمرے میں آنے لگی تھی۔ زیادہ دیر ٹھہرنے کا یہ مطلب تھا کہ میری آمد کے بارے میں اس بڑی حویلی کے لوگوں کو علم ہو جاتا۔ میں نے ہبن علی کو ایک غلیظ قسم کی گالی دی۔ جواباً اس نے بھی مجھے کوسا۔ پھر میں نے موقع پا کر اس کے گال پر ایک بھرپور طمانچہ رسید کیا۔ وہ دہاڑتا ہوا میرے جسم سے لپٹ گیا۔ ہم دونوں کے درمیان مغلظات کا آزادانہ تبادلہ ہونے لگا۔ انکا مجھے منع کرتی رہی اور آخر وہ میرے انکار کے باوجود میرے سر سے اتر گئی۔

اس کے سر سے اترتے ہی ہبن علی کے انداز اچانک بدل گئے۔ اس نے ایک معمول کی طرح میری انگلی پکڑی اور اپنی خواب گاہ ... ملحق ایک الماری کی طرف بڑھا۔ جب اس نے الماری کو گھمایا تو نیچے تہ خانے کا زینہ تھا۔ تہ خانے میں رخسانہ بے سدھ پڑی تھی۔ میں نے اسے آہستہ سے اٹھایا اور اپنے کاندھے پر ڈال کر واپس ہبن علی کے کمرے میں آ گیا۔ وہاں میں نے گلاب پاش سے عرق گلاب اس کے چہرے پر چھڑکا۔ ہبن علی خاموشی سے بالکل گم صم یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد رخسانہ ہوش میں آ گئی اور پریشان نظروں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگی۔ وہ فوراً اٹھی اور اس نے بستر پر پڑی ہوئی ایک چادر سے اپنا جسم ڈھانپ لیا۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن میں نے یہ کہہ کر اسے خاموش کر دیا کہ تم کوئی بات نہ کرو۔ چپ چاپ میرے ساتھ چلی آؤ۔ میرے اشارے پر ہبن علی...... نے مجھے حویلی کے خفیہ راستے سے باہر کر دیا اور میں نے رخسانہ کی موجودگی میں انکا سے کہا۔ "یاد رکھنا، تمہیں آج زمرد کا خون پینا ہے۔ اس لڑکی کو مت بھولنا جو ایک بار مجھے یہاں ورغلا کر لائی تھی اور یہ کام اس منحوس ہبن علی سے انجام دلوانا۔ کاش میں خود یہ منظر دیکھ سکتا۔ اب اندر جاؤ اور اس فاحشہ زمرد کا خون پیو۔ میں رخسانہ کو لے کر گھر پہنچتا ہوں۔"

ہبن علی نے مسکرا کر سر ہلایا اور مجھے ہاتھ ملا کر رخصت کر دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب کیا ہو گا۔ دوپہر تک اس محل میں پولیس ہو گی، مجھے دوپہر ہی کو پتا چل جائے گا کہ نواب ہبن علی اپنی ایک نوجوان داشتہ زمرد کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میری انکا اس کے سر پر موجود تھی۔

☆==========☆==========☆

کچھ دور جا کر مجھے ایک تانگا مل گیا۔ رخسانہ نے اپنا چہرہ چادر سے چھپا رکھا تھا۔ میں نے راستے میں اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ گھر جا کر یہی کہے کہ میں اسے ایک بزرگ کے ہاں لے گیا تھا۔ وہ چادر سے منہ ڈھانپے رو رہی تھی۔ اسے دلاسا دیتے ہوئے میرے آنسو نکل آئے۔ میں نے اس کا ہاتھ دبا کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے رخسانہ کہ تم بے قصور ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ تم محفوظ رہ گئیں۔ گھر میں کسی کو معلوم نہیں ہے کہ رات تمہارے ساتھ یہ المناک حادثہ پیش آیا ہے۔ اب ہم وہ مکان ہی چھوڑ دیں گے اور کسی اچھی جگہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

چل کر رہیں گے۔"

دروازے پر چچا جان مضطرب کھڑے تھے، مجھے رخسانہ کے ساتھ دیکھ کر ان پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ انہوں نے اندر لے جا کر اسے خوب زور سے چمٹا لیا۔ ویران گھر میں پھر سے بہار آ گئی۔ اس سارے عمل میں مجھے کوئی دو گھنٹے لگے ہوں گے، دونوں بچوں کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا گیا تھا کہ رخسانہ ایک بزرگ کے ہاں گئی تھی۔ محلے میں رسوائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ مالا نے مجھے فوراً چائے کی پیالی پیش کی اور ہم سب نے خوب سیر ہو کر ناشتا کیا۔ رخسانہ کی حالت غیر تھی۔ ظاہر ہے، اس حادثے کا اسے جس قدر بھی صدمہ ہوتا وہ کم تھا۔

سہ پہر کو میں نے ہبن علی کو حویلی کا رخ کیا۔ وہاں سادے لباس والے ٹہل رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی کہ نواب ہبن علی نے اپنی ایک کنیز کی پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ میں یہ خبر سن کر سیدھا گھر آ گیا۔ باقی تفصیلات کے لئے مجھے انکا کا انتظار تھا۔

اس وقت تک ہبن علی اقبال جرم کر چکا تھا اور عینی شاہدوں کے بیانات قلمبند ہو چکے تھے۔ ہبن علی نے یہ قتل اپنے کئی ملازموں کے سامنے کیا تھا۔ ایک ملازم کا بیان تھا۔ "ہبن علی نے بے دردی اور دیوانگی سے چھرا زمرد کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ جس سے اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں اور اس کے بعد وہ اسکے جسم پر وار کرتا ہی چلا گیا۔ بڑی مشکل سے ملازموں نے اسے پکڑا اور اس کے ہاتھ سے چھرا چھین لیا۔" یہ قتل چھپانے کی بہت کوشش کی گئی مگر بات چھپی نہ رہ سکی۔ دو روز بعد رات کو جب میں سویا ہوا تھا۔ انکا میرے سر پر آ گئی۔ اس نے اپنے نکیلے پنجے گاڑ کر مجھے جگا دیا۔ اس کے چہرے پر شادابی کے بجائے زردی تھی۔ میں نے مسکراہٹ کے ساتھ اس کی پذیرائی کی۔ "کیوں، اداس کیوں ہو؟ کیا زمرد کا خون تمہارے لیے لذت بخش ثابت نہیں ہوا؟"

"جمیل۔ مجھے ابھی ہبن علی کے سر پر ہی رہنا چاہیے۔ میں اسے سوتا چھوڑ کر آئی ہوں اور تمہارے لیے ایک پریشان کن خبر لائی ہوں۔" انکا نے وحشت زدہ لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے فوری طور پر اس پر توجہ نہ دی تو......"

"تو کیا ہوگا؟" میں نے اطمینان سے کہا۔

"جمیل۔ اب بات بالکل دوسری ہے۔ میری محبوب! میرے آقا! اب شاید ایک بار پھر ہمارا ساتھ چھوٹنے والا ہے۔ بدری نرائن نے کالی کے مندر سے باہر آنے کے بجائے وہیں منڈل میں بیٹھ کر مجھے حاصل کرنے کا جاپ شروع کر دیا ہے۔ کالی کے مندروں کے تمام پجاریوں نے اسے اس بات پر مجبور کیا ہے۔ اس طرح وہ مندر میں ہونے والے خون خرابے کا تم سے انتقام لیں گے۔"

"نہیں انکا، میں بے چین ہو کر بولا۔ "اب تمہاری جدائی کا تصور بھی میرے لیے ناممکن ہے۔ ایسا

نہیں ہو سکتا۔ میں بدری نرائن سے بھیانک انتقام لوں گا۔"

"اس نے یہ جاپ کل ہی شروع کیا ہے۔ ہمارے پاس ابھی کافی مہلت ہے۔ کالی کے مندر میں بدری نرائن کو چھیڑنے کا نتیجہ تم خود دیکھ چکے ہو۔" انکا نے اپنا ہونٹ چباتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

"اگر سادھو جگد یو تمہاری مدد کو تیار ہو جائے تو شاید کچھ ہو سکتا ہے لیکن تم اسے کہاں تلاش کرو گے؟"

اور قبل اس کے کہ میں اسے کوئی جواب دیتا، مالا نے سوتے میں بڑبڑانا شروع کر دیا۔ "دور رہو۔ دور رہو۔ خبردار میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا۔ بابا کی آتما میری رکھشا کرے گی۔ تم بھسم ہو جاؤ گے۔ سورکھ میرا کہا مان لے۔ دور ہٹ، دور ہٹ۔ بابا مہاراج!"

مالا کے چہرے پر خوف و دہشت کے اثرات گہرے ہونے لگے۔ اس نے سوتے میں بابا، بابا اور مہاراج کے الفاظ کئی بار چیخ کر ادا کیے۔ دوسرے ہی لمحے عین اس کے سر پر کسی غیر مرئی طاقت کے سبب فضا میں لال پیلے اور نیلے شعلوں کا ٹکراؤ ہوا اور گوشت جلنے کی چراند ابھر کر دور ہوتی گئی۔ شعلوں کے غائب ہوتے ہی مالا رانی ایک بھیانک چیخ مار کر بیدار ہوگئی۔ اس کی گہری سرخ آنکھیں اسی مقام پر کچھ دیکھ رہی تھیں جہاں شعلے لپکے تھے۔ انکا حیران نظروں سے مالا کو دیکھنے لگی۔

میری کیفیت بھی انکا سے مختلف نہیں تھی۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز ہونے لگیں۔ انکا کے جملے میرے ذہن میں بازگشت کر رہے تھے۔

اِدھر انکا کا غمزدہ چہرہ، اُدھر مالا کی دل دہلا دینے والی چیخیں، مالا ایک بھیانک چیخ مار کر بیدار ہوگئی تھی۔ اس کی سرخ تپیدہ آنکھیں اسی مقام پر کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں جہاں شعلوں کا تصادم ہوا تھا۔ مالا کے چہرے پر خوف کا تسلط تھا۔ وہ چند لمحے سکتے کی حالت میں چھت کی طرف دیکھتی رہی جیسے وہاں اسے کچھ نظر آ رہا ہو۔ پھر دوڑ کر میرے کشادہ سینے سے یوں چمٹ گئی جیسے میرا سینہ اس کے بچاؤ کے لئے کوئی بہتر پناہ گاہ ہو۔ میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تمہیں کیا ہو گیا مالا؟ ذرا آنکھیں کھولو۔ دیکھو یہ تمہارے سامنے میں ہوں۔ تمہارا جمیل!"

"آ......آپ؟" وہ میرے سینے میں سماتی ہوئی گہرا سانس لے کر بولی۔ "بھگوان نے مجھے آپ سے دور نہیں کیا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ تم اس وقت بہت ہراساں اور خوف زدہ معلوم ہوتی ہو۔ سوتے میں تمہاری چیخوں کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ نہ جانے تم کیا کہہ رہی تھیں۔ غالباً تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے؟"

"خواب......نہیں وہ خواب نہیں تھا۔ حقیقت تھی۔"

"کیسی حقیقت؟ بھول جاؤ کہ تم نے کیا دیکھا ہے۔" میں نے اپنا تجسس دباتے ہوئے مالا کو تسلی دی۔ "سوتے میں اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

”نہیں نہیں۔“ مالا نے اپنی بڑی آنکھیں اوپر اٹھا کر کہا۔ ”اگر بابا اور مہاراج نے میری سہائتا نہ کی ہوتی تو آج مالا رانی آپ سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دی جاتی۔“

”پھر وہی باتیں؟“ میں نے بے اختیار اس کا چہرہ اٹھا کر اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ”جب تک میں زندہ ہو، کوئی تمہاری طرف نگاہ کرنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔ تم میری زندگی ہو تمہارے بغیر زندگی کی کیا وقعت ہے۔“

میری تسلی آمیز گفتگو اور محبت انگیز رویے کی بنا پر مالا کے حسین چہرے سے خوف کے اثرات کسی حد تک دور ہو گئے۔ اس کی آنکھوں کی وہ سرخی بھی چھٹ گئی جو بیدار ہوتے وقت موجود تھی۔ وہ خود پر قابو پا چکی تھی۔ لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ کوئی بات ایسی ضرورت ہے جو اب بھی اسے ذہنی طور پر الجھائے ہوئے ہے۔ میری طرح انکا بھی مالا رانی کو اداسی اور مایوسی سے دیکھ رہی تھی۔ مالا کو میں نے خاموش کر دیا تو انکا کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ پہلے ہی تھکی ہوئی اور مضمحل بیٹھی تھی، میرے استفسار پر اس نے مہر سکوت توڑی اور دل پر نشتر چلانے والے لہجے میں بولی۔ ”بہت برداشت سے سننا جمیل۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ اس موقع پر تمہیں اپنے صدموں سے آگاہ کر دوں مگر اب تمہارے لیے تمام باتوں کا جاننا ضروری ہو گیا ہے۔“

”کہو، کہو، تمہاری کمان میں کون سا تیر رہ گیا ہے۔ پھینک دو میری طرف۔ مجھے سناؤ کہ میں ایک بے سہارا آدمی غصے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں۔“

”یہ سب کچھ بدری نرائن نے کیا تھا۔“ انکا نے دھیمے لہجے میں کہا۔

بدری نرائن کا نام سن کر میرے جسم میں آگ سی لگ گئی۔ ”کیا وہ کمینہ نرگس کی طرح مالا کو بھی......؟“ اس سے آگے میں کچھ نہ کہہ سکا۔

”ہاں جمیل! وہ اب تم دونوں کے لئے خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔ وہ اب باہر آنے کے لئے بے تاب ہے۔ اسے ختم کرنا ضروری ہے۔“

”مجھے تفصیل سے بتاؤ انکا۔ کیا مالا نے کوئی خواب دیکھا تھا؟ وہ شعلے کیسے تھے جن کا تصادم میں نے اور تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس کمینے کا کیا سوجھی؟ آخر بدری نرائن مالا کے پیچھے کیوں پڑ گیا؟“ میں نے ایک ہی سانس میں بہت سے سوالات کر ڈالے۔

”وہ خواب نہیں حقیقت تھی۔ مالا کو بھی اس کا علم ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اس پر کس نے وار کیا تھا۔ بدری نرائن مالا کو ختم کر کے تمہارے ہوش و حواس معطل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا خیال ہے جس دن مالا ختم ہو گئی اس دن تمہارے اندر پریتم لال کی دان کی ہوئی شکتی بھی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ مجھے حاصل کرنے کے لئے اس نے جاپ شروع کر دیا ہے۔ جب میں چلی جاؤں گی اور تم سے پریتم لال کی شکتی بھی چھن

جائے گی تو تم پر قابو پانے میں اسے کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ اس اپرادھی نے تمہیں کشٹ دینے کے لئے سوتے میں اپنے بیروں سے خطرناک حملہ کرانے کی کوشش کی تھی۔ اگر پریتم لال اور جگ دیو نے بروقت مداخلت نہ کی ہوتی اور میں اس وقت موجود نہ ہوتی تو بدری نرائن کے بیر مالا کو مار ڈالنے میں ضرور کامیاب ہو جاتے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ پریتم لال اور جگدیو کے بیر مالا کی مدد کو آ چکے ہیں تو میں خاموشی سے یہ لڑائی دیکھتی رہی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انہیں ختم کرنا میرے لیے بھی کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ لیکن میرا وقت پر موجود رہنا شرط تھا۔“ انکا مجھے تفصیل بتا رہی تھی اور میرا جسم اشتعال و انتقام سے لرزنے لگا تھا۔ مالا نے جب میرے اعصاب میں تناؤ محسوس کیا تو میرے سینے سے ہٹ گئی اور کہنے لگی۔ ”کیا انکا، آپ کے سر پر موجود ہے؟“

”ہاں...“ میں نے مختصر جواب دیا۔

”آپ اس سے کچھ باتیں کر رہے ہیں تھے کیا؟“

”ہاں۔ وہ مجھے واقعے کی تفصیل بتا رہی تھی۔“

”تو میرے سامنے باتیں کیجئے۔ مجھے سب معلوم ہو چکا ہے۔“

”انکا بدری نرائن کے متعلق بتا رہی تھی کہ اس نیچ ذات پنڈت نے اس بار تمہیں نشانہ بنایا ہے۔ وہ مردود کالی کے مندر میں چھپا بیٹھا ہے اور وہیں سے مجھ پر اوچھے وار کر رہا ہے۔ میں ابھی تک اس عیار پنڈت کو پیوند زمین کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ جب تک وہ کالی کے مندر میں پناہ گزیں ہے۔ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“ میں نے تلملا کر کہا۔ ”کاش وہ کچھ دیر کے لئے مندر سے باہر آ سکتا۔“

”آپ پریشان نہ ہوں۔ میں جگدیو مہاراج سے بنتی کروں گی کہ وہ آپ کی سہائتا کریں۔ مجھے وشواش ہے کہ وہ میری بات نہیں ٹالیں گے۔“ مالا نے مجھے دلاسا دینے کی کوشش کی۔

”اور یہ ناممکن ہے۔ ایسا نہ ہوا مالا تو میں برباد ہو جاؤں گا انکا کی جدائی کے بعد میرا دوسرا بازو بھی کٹ جائے گا۔ میں ایک بار دیکھ چکا ہوں کہ انکا کے جانے کے بعد مجھ پر کیا آفتیں نازل ہوئی تھیں۔ یقین کرو مالا، میں بالکل اپاہج ہو جاؤں گا۔ انکا کو حاصل کرنے کے بعد بدری نرائن مجھ سے زبردست انتقام لے گا اور وہ میری حالت اتنی بدتر کر سکتا ہے کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ انکا کو کس طرح بدری نرائن کے قبضے میں نہیں جانا چاہیے۔ اگر ہم بابا پریتم لال کی شکتی اور جگدیو مہاراج کی مدد کے باوجود انکا کو نہیں روک سکتے تو پھر ہم بدری نرائن کے قبضے میں انکا کے جانے کے بعد اس کے قہر و غضب کا کس طرح دفاع کریں گے؟ پھر تو وہ اور زیادہ شیطان اور ظالم ہو جائے گا۔ مالا، انکا میرا اور تمہارا سہارا ہے۔ میں اسے بچانے کے لئے جان پر کھیل جاؤں گا۔“

”آپ میرا خیال کیے بغیر ہر بات آسانی سے کہہ دیتے ہیں۔ میرا جیون آپ کے دم سے ہے۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

آپ میں ہیں تو میں آپ ہوں۔ ہم دونوں ساتھ ہی مریں گے۔" مالا نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"مگر ہمیں مرنا نہیں چاہیے۔ ہمیں زندہ رہنے کے لئے اپنی تمام کوششیں کرنی چاہئیں۔"

"ہم زندہ رہیں گے۔ میں بابا اور جگد یو مہاراج سے بنتی کروں گی۔"

"تم کر کے دیکھ لو اگر تم انہیں کسی طور آمادہ کر لو تو وہ بدری نرائن کے جاپ میں رخنہ پیدا کر سکتے ہیں۔ بدری نرائن کالی کے مندر میں ہے جہاں کے تقدس کا خیال یقیناً ان کے ارادے میں مانع ہوگا اور یہی سب سے بڑی مشکل ہے۔ مالا، ہم الجھنوں میں چاروں طرف سے گھر گئے ہیں۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

وہ لمحے بڑے کربناک تھے۔ انکا خاموشی سے میرے سر پر بیٹھی میری اور مالا کی باتیں سن رہی تھی۔ مالا بار بار میرے سینے سے لگ کر اشکبار ہو جاتی تھی۔ ہم تینوں بہت دل شکستہ باتیں کر رہے تھے۔ ذہن گنگ تھا۔ جمیل احمد خاں کو پھر خطروں نے گھیر لیا تھا۔ اشرفی بیگم اور لکھنؤ کے نوابین اس کے خلاف سازشوں کا جال بُن رہے تھے۔ بہن علی خاں سے انتقام لینے کے بعد بھی حالات اس کے حق میں نہیں تھے۔ تزئین کا کوئی پتا نہ تھا۔ پریتم لال کی شکتی خاص خاص مواقع پر کام آ رہی تھی۔ جگد یو ایک ہٹیلا سادھو تھا جو تمام فیصلے اپنے اختیار میں رکھتا تھا۔ یہ جمیل احمد خان بھی خوب شخص تھا۔ اس کو کب کا مر کھپ جانا چاہئے تھا مگر اس کی قسمت میں نہ جانے کتنی گردشیں لکھی تھیں۔ شاید اس لیے لکھی تھیں کہ اسے اپنی طویل سرگزشت سنانے کا موقع ملے گا اور دنیا اس سے عبرت حاصل کرے گی۔ میں اپنے متعلق جتنا سوچتا اتنا ہی دماغ پریشان ہو جاتا۔ کل تک لکھنؤ کی سڑکوں پر سینہ تانے گھومتا تھا۔ لکھنؤ کے بازار حسن میں جہاں بڑے لوگ بھی من مانی نہیں کر سکتے تھے، وہاں میری دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ آج میں خود سے نظریں چرا رہا تھا۔ "کیا یہ میں ہوں؟" میرے اندر سے کسی شخص نے پوچھا اور میری آنکھیں نم ہو گئیں۔ ہاں یہ میں تھا۔ ایک سیاہ بخت اور قسمت زدہ شخص جمیل احمد خاں۔"

مجھے اپنے آپ پر ہنسی آ گئی۔ انکا نے میری کیفیت بھانپ لی اور مجھے برگشتہ خیالوں سے نکالا۔

"جمیل! میں اب چلتی ہوں بہن علی کے سر پر رہنا ضروری ہے۔ جب تک اسے باقاعدہ سزا نہیں ہو جاتی۔ مجھے اس کا ذہن اپنے قبضے میں رکھنا ہوگا۔ مجبوری ہے۔ ایسے وقت تمہیں چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"جاؤ انکا۔" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس قدر پریشان نہ ہو۔ ابھی بدری نرائن کا جاپ پورا ہونے میں انتالیس دن باقی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس عرصے میں کوئی بہتر صورت نکل آئے۔ مردوں کی طرح حالات کا مقابلہ کرو۔ مالا جیسی بیوی تمہارے ساتھ ہے۔ تمہیں اتنا فکر مند ہونے میں کیا ضرورت ہے؟"

"جاؤ انکا۔ تمہیں دیر ہو رہی ہے۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ "مجھ پر جو گزر رہی ہے، تم اسے کیا محسوس کر سکو گی؟ احساسات کی بات تمہاری سمجھ میں کہاں آئے گی؟ دل ٹوٹنے کی آواز وہی سن سکتا ہے

جس کا اپنا دل بھی کبھی ٹوٹا ہو۔ تم ایک عظیم طاقت ہو مگر تم تو ایک مشین کی طرح ہو۔ مشین جس کے بھی تصرف میں چلی جائے، اسی کے اشاروں پر چلتی ہے۔ تمہیں ایک نیا آقا مل جائے گا اور تم اس کے اشاروں پر ناچنا شروع کر دو گی۔ جمیل احمد خان نہ سہی، بدری نرائن سہی، تمہاری صحت پر کیا فرق پڑے گا؟"

"جمیل۔ میرے پاس تمہارے طنز کے جواب میں کچھ نہیں ہے۔ صرف ایک خاموشی ہے اور سرد آہیں ہیں۔" انکا کی آنکھیں لبریز ہو گئیں۔ اس کی نظروں میں شکایت، محبت اور اپنائیت تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ اس کے جذبات کے یہ مظاہرے وقتی ہیں۔ مجھے گزرا ہوا زمانہ یاد آ رہا تھا۔ انکا کا میری مرضی سے سر پر آنا پھر تزئین کے قبضے میں چلے جانے کے بعد اس کے حکم کا غلام ہو جانا۔ کل وہ بدری نرائن کے حکم پر میرا خون بھی پی سکتی ہے۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں انکا۔ قسمت نے ہم دونوں کو حالات کا غلام بننے پر مجبور کر دیا ہے۔ کل کیا ہوگا؟ کون جانے تم میری باتوں کا اثر نہ لو۔ میں تو انسان ہوں، اتنے طوفانوں کی یلغار ہو تو آہنی چٹانیں بھی لرز جاتی ہیں۔"

"جب تم جانتے ہو کہ میری طاقت کیا ہے۔ میں کس حد تک تمہارے ساتھ چل سکتی ہوں تو پھر تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو؟ اپنی انکا سے ایسی باتیں کرتے ہو؟ تمہیں کچھ خیال نہیں آتا؟" انکا نے بھیگی پلکیں اٹھا کر مجھ سے نظریں چار کرتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے بے وفا سمجھتے ہو، کیا تمہارے سر پر رہنے کے بعد میں نے تم سے کوئی بے وفائی کی؟"

"چھوڑو انکا۔ جاؤ تمہارا دیر تک یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ "اگر بہن علی کو ہوش آ گیا تو عرصہ حیات مجھ پر تنگ ہو جائے گا۔"

انکا کے ہونٹ کپکپا کر رہ گئے۔ وہ ڈبڈبائی نظروں سے مجھے دیکھتی ہوئی سر سے رخصت ہو گئی۔ میں نے مالا کے معصوم سراپا پر نظر ڈالی۔ بادِ مخالف کے ایک ہی جھونکے نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ وہ مجھ سے چمٹی ہوئی تھی جیسے اسے ایک لمحے کے لئے بھی میری جدائی منظور نہ ہو۔ میں اسے بازوؤں میں سمیٹ لیتا لیکن بدری نرائن کے منحوس تصور نے مجھے اپنے آپ میں کہاں رکھا تھا؟ میں نے فوری طور پر ایک اہم فیصلہ کر ڈالا۔ میں نے اس سے کہا۔ "میں کل ہی کلکتے جانا چاہتا ہوں۔ اس بات کا اب فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ جیت کس کی ہو گی، میری یا بدری نرائن کی۔ اس کی مجھے پروا نہیں ہے۔ سمجھ لینا کہ میں محاذ پر جا رہا ہوں۔ اب ہم دونوں میں سے صرف ایک زندہ رہے گا۔ مجھے اپنی زندگی کا بہت کم یقین ہے لیکن اس خوف اور ذلت کی زندگی سے مر جانا بہتر ہے۔"

مالا میرے اس جذباتی فیصلے پر ششدر رہ گئی اور ہچکیوں سے رونے لگی۔ کالی کے مندر میں بیٹھے ہوئے کسی پجاری کو زیر کرنا مجھ جیسے شخص کے لئے قطعاً ناممکن تھا۔ مالا نے مجھے سمجھایا کہ یہ ایک بچکانا ارادہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ہے لیکن میں اپنی ضد پر اڑا رہا۔ میں نے کہا۔ ”میں انکا کو کسی حالت میں اس کے قبضے میں نہیں جانے دوں گا۔“ آخر میری ضد سے مجبور ہو کر مالا نے اصرار کیا کہ وہ بھی میرے ساتھ چلے گی۔ اگر موت ہی لکھی ہے تو دونوں ساتھ مریں گے۔ چچا جان کو ایسے حالات میں تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا تھا چنانچہ میں نے مالا سے کہا۔

”تمہارا چچا جان کے پاس رہنا ضروری ہے۔ میری غیر موجودگی میں کسی بھی وقت تمہاری ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے ان بے چاروں پر کوئی بھی مصیبت آئے۔“

مالا مجھے تنہا جانے سے روکتی رہی۔ میں اسے سمجھاتا رہا کہ وہ ضد چھوڑ دے۔ میری ذہنی حالت تو پہلے ہی دگرگوں تھی۔ مالا سے بھی تلخی ہو گئی۔ وہ میرے رویے پر روتے ہوئے بولی۔ ”اگر آپ کی یہی ضد ہے تو میں اپنے دل پر جبر کر کے آپ کے فیصلے کا احترام کروں گی لیکن میری ایک بات مان لیجئے۔“ مالا نے حسرت بھرے لہجے میں درخواست کی۔ ”آپ صرف ایک ہفتے کے لئے اپنی روانگی ملتوی کر دیجئے۔ اس کے بعد میں آپ سے کسی بات کے لئے نہیں کہوں گی۔“

”مالا۔ تم ایک ہفتے کے لئے کہہ رہی ہو؟ مجھے ایک ایک لحہ بھاری معلوم ہو رہا ہے۔ میں بدری نرائن کو ایک پل کی بھی مہلت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جب تک میں اسے ختم نہیں کر لوں گا۔ یہاں واپس نہیں آؤں گا۔ نرگس کی بے قرار روح مجھے مضطرب کیے ہوئے ہے۔ تم میرے راستے میں رکاوٹ پیدا نہ کرو۔“

”میری خاطر صرف ایک ہفتے کے لیے۔“

مالا نے سسکتے ہوئے ملتجی نظروں سے منت کی تو میں اس کی درخواست رد نہ کر سکا۔ وہ میری زندگی، میری روشنی تھی۔ مجھے اس کی حسرت بھری نظروں پر رحم آ گیا اور میں نے تڑپ کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

☆============☆============☆

ایک طرح سے یہ بہت اچھا ہوا۔ مجھے موقع مل گیا کہ میں سکون سے بدری نرائن کو زچ کرنے کے لئے کوئی عمدہ منصوبہ ترتیب دے سکوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ جب میں مندر میں داخل ہوں گا تو وہاں اسی طرح میری پذیرائی ہو گی جس طرح پہلے ہوئی تھی۔ میں پھر کوڑے کرکٹ کے کسی ڈھیر پر غلاظت میں لتھڑا ہوا ہوش میں آؤں گا۔ اتنے مہان پجاریوں کی موجودگی اور کالی کے پراسرار مندر میں میری حیثیت ہی کیا ہو گی؟ انکا میرے ساتھ حسب سابق نہیں جا سکتی۔ پریتم لال کی شکتی سے مجھے پہلے بھی کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میں آگ کے دریا میں جا رہا ہوں؟ اپنے دیوانے پن میں خود اپنی ہلاکت کا سبب بن رہا ہوں؟ مگر میں یہاں غیر معمولی واقعات کا منتظر رہا تو دن گزرتے چلے جائیں گے اور بدری نرائن کو ختم کرنا میرے لیے اور بھی ناممکن ہو جائے گا۔ مجھے بہر صورت کلکتے جانا ہو گا اور

ایک بار اپنی جیسی کوشش کرنی ہو گی۔ ارادے، اندیشے اور مستقبل کا خوف، عجب عجب خیالات ذہن پر طاری تھے۔ ایک لمحے ایک فیصلہ کرتا تھا تو دوسرے لمحے دوسرا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں پریتم لال کی شکتی کے زیر سایہ ہوں اور جگدیو کی بھی مجھ پر خصوصی نگاہ ہے۔ مجھے کوئی خطرہ پیش آیا تو مالا کی وجہ سے وہ میری مدد ضرور کریں گے۔ یہ سوچ کر ذرا ہمت بندھی اور میں نے طے کر لیا کہ میں تمام رکاوٹوں کے باوجود وہاں جاؤں گا اور بدری نرائن کو اس کے ارادوں سے باز رکھوں گا۔ مجھے پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہو گا۔ مجھے پامردی سے ان مصائب کا مقابلہ کرنا چاہیے ورنہ بدری نرائن سر پر چڑھ آئے گا۔ اسی لمحے مجھے برکاتی شاہ یاد آئے جنہوں نے ایک بار انکا کے حصول میں میری مدد کی تھی۔ نہ جانے وہ مجذوب کہاں ہوں؟ کیا میں انہیں تلاش کروں؟ ہاں مگر کہاں تلاش کروں اور تلاش بھی کر لوں تو ان کا مدد کے لیے آمادہ ہونا آسان کام نہیں ہے۔

☆============☆============☆

لکھنؤ میں دو روز میرے لیے دو سال کے برابر ثابت ہوئے، مالا ان دو دنوں میں بڑی کھوئی کھوئی سی رہی۔ انکا ابھی تک واپس نہیں آئی تھی میں اپنے کمرے میں پڑا منصوبے بنا رہا تھا۔ ہبن علی نے پولیس اور مجسٹریٹ کے سامنے اقبال جرم کر لیا تھا۔ لیکن ابھی تک اس کی قسمت کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ میں نے عہد کیا تھا کہ ہبن علی کی دونوں بہنوں درخشاں اور زرافشاں کو اپنی بہن رخسانہ کے اغوا کی پاداش میں کوٹھے کی زینت بناؤں گا لیکن حالات نے اتنی تیزی سے رخ بدلا کہ مجھے مجبوراً یہ عہد کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھنا پڑا۔ ادھر اشرفی بیگم سے بھی مجھے نمٹنا تھا۔ دو دن میں کئی بار ارادہ کیا کہ اس فتنہ طراز عورت کا مزاج درست کر آؤں لیکن شاید ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا اور لکھنؤ کے ان بگڑے دل نوابین کا بھی قرض چکانے کو جی چاہتا تھا جو اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے مجھے لکھنؤ بدر کرنے کی فکر میں تھے۔ مگر فی الحال میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ میں انکا میں الجھا ہوا تھا۔ دو روز اسی ادھیڑ بن میں گزر گئے۔ کوئی موثر تدبیر ذہن میں نہیں آتی تھی، بس خون کھول رہا تھا۔

☆============☆============☆

تیسری رات میں جاگ رہا تھا کہ انکا میرے سر پر آئی اور اس نے بتایا کہ ہبن علی خاں کے اقبال جرم کے باوجود پولیس کا رویہ اس کے ساتھ ہمدردانہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہبن علی کے تمام اعزا اور اس کے واقف کار امراء نے اس کا مقدمہ پیچیدہ بنانے اور کمزور کرنے کے لئے دوڑ دھوپ شروع کر دی ہے۔ انہوں نے اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیا ہے اور بے تحاشا دولت لٹا رہے ہیں۔ ہبن علی کے گرگوں اور درباری غنڈوں نے اشارتاً تمام واقعہ امرا کے گوش گزار کر دیا تھا کہ انہوں نے کس طرح ہبن علی کے ایما پر رخسانہ کو اغوا کیا تھا۔ انکا نے بتایا۔ ”یقیناً چند آدمیوں نے اس گھر کی نشان دہی بھی کی ہو گی حالانکہ تم

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

یہاں موجود نہیں تھے مگر جب انہیں اس حادثے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ رخسانہ غائب ہے اور بن علی ایک سنگین جرم کا مرتکب ہو چکا ہے تو انہیں تم تک پہنچنے کے لئے کڑیاں ملانے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ اب تک وہ تمہیں گرفتار کرا چکے ہوتے لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ بن علی نے اپنی محبوب داشتہ زمرد کو کیسے قتل کر دیا؟ اور وہ بار بار اقبال جرم کیوں کر رہا ہے؟ بن علی کے چند عزیزوں نے حوالات میں اس سے ملاقات بھی کی۔

وہ اسے کچھ سمجھانا اور اس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھے لیکن وہ اس سے کچھ پوچھ نہیں سکے، وہ بے چارہ اپنے ہوش میں کہاں تھا؟ انکا اس کی زبانی اپنے مطلب کے جوابات دلوا رہی تھی، کئی بار وہ مایوس ہو کر چلے گئے۔ پولیس خواہ مخواہ حوالات میں بن علی کو روکے ہوئے ہے لیکن کب تک۔ انہیں ایک نہ ایک دن یہ معاملہ عدالت کے سپرد کرنا ہی ہوگا اور اس وقت تک مجھے بن علی کے سر پر رہنا ہوگا۔ انکا نے آتے ہی مجھے گزشتہ دو دنوں کا ماجرا سنایا۔

"کیا پولیس میرے پاس بھی آ سکتی ہے؟ مگر کیوں؟ اس زمانے میں پولیس وغیرہ کے چکر سے دور رہنا ہی میرے لیے بہتر ہے۔" میں نے وحشت سے کہا۔

"پولیس تمہارے پاس کیوں نہیں آ سکتی۔ وہ کسی وقت بھی تمہیں پکڑ سکتے ہیں تا کہ بن علی کا جرم مشتبہ اور مشکوک بنا دیں۔"

"تو پھر مجھے فوراً لکھنؤ سے چلا جانا چاہئے۔ میں کسی تاخیر کے بغیر کلکتے جانے والا تھا لیکن مالا نے ایک ہفتے کے لئے مجھے روک لیا۔"

"خوب۔ اگر تم اس زمانے میں لکھنؤ سے چلے گئے تو گویا تم اپنے شبے کو اور تقویت پہنچاؤ گے اور اپنے خلاف خود ہی شہادت مہیا کرو گے جان انکا......"

"کیا تم مذاق کر رہی ہو انکا؟ یہ تو بڑی سنگ دلی کی بات ہے۔ خصوصاً ایسے وقت......" میں نے ناراضگی سے کہا۔ "کمال ہے بھئی۔ تم بھی خوب ہو۔ جب بھی آتی ہو کوئی چرکا لگا کے جاتی ہو۔"

"تو میں تمہیں سچی باتیں نہ بتایا کروں؟ ٹھیک ہے۔"

"ٹھیک ہے کیا، اب بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

"تم سننا ہی نہیں چاہتے، مجھ پر شک کرتے ہو۔"

"تم تو ایسے لہجے میں باتیں کر رہی ہو جیسے تمہیں کوئی فکر ہی نہیں۔ اب صرف ۲۷ دن رہ گئے ہیں، کچھ خبر ہے؟"

"ہاں جمیل!" انکا نے ایک لمبی سانس کھینچی۔ "تم سچ کہتے ہو۔ مگر تم کلکتے کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"پھر میرے پاس کیا تدارک ہے۔ میں بدری نرائن کو من مانی کرنے کے لئے اسی طرح چھوڑ

دوں؟ یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہوں؟"

"مگر جمیل تم وہاں کیا کر سکتے ہو، جانے کو تو تم پہلے بھی وہاں جا چکے ہو۔"

"دیکھو انکا۔ جب تک میں خطروں میں کود نہیں پڑوں گا۔ اس وقت تک مالا کی خاطر مجبوراً جگدیو میری مدد کو نہیں آئے گا۔"

"یہ تمہارا خیال ہے...... فرض کرو اگر وہ تمہاری مدد نہ کر سکا۔"

"تو میں مر ہی تو جاؤں گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا۔"

"تم بار بار نادیدہ طاقتوں کے کرشمے دیکھ چکے ہو اور بار بار غلطیاں کرتے ہو۔"

"میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ہاں، تمہارے پاس کوئی ترکیب ہو تو بتاؤ۔" میں نے طنزاً کہا۔

"میرے پاس تمہیں بتانے کے لئے دکھ ہی دکھ ہیں۔ تم اس کا فیصلہ بعد میں کرنا۔ پہلے تمہیں لکھنؤ کے سر پھرے رؤسا کو روکنا ہے جو ممکن ہے کلکتے کے لئے تمہاری روانگی ناممکن بنا دیں۔ اشرفی بیگم تزئین کی بازیابی اور تمہیں زک پہنچانے کے لئے لکھنؤ کے تمام جادوگروں کے گھر گئی ہے۔ اس کے کوٹھے کے ایک کمرے میں پنڈت دھونی رمائے بیٹھا ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں وہیں بلا کر ایسا سبق دے گا کہ تم عمر بھر اسے یاد رکھو گے۔"

"اچھا۔ اس حرافہ کے اتنے پر نکل آئے؟ کیا تم اس وقت بن علی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتیں؟"

"میں اس نواب کے بچے کو سلا کر آ سکتی ہوں۔ اس سے پہلے نہیں۔ تمہیں کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔"

"تو پھر ابھی میرے ساتھ اشرفی بیگم کے ہاں چلو۔ میں اس پنڈت سے ملتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"چھوٹا موٹا آدمی ہے۔ تھوڑا بہت جانتا ہے۔ ہاتھ پاؤں چلا لیتا ہے مگر اس کے علاوہ تمہیں ان دو چار دنوں میں کھل کر لکھنؤ کی سڑکوں پر آنا ہوگا اور اپنی کچھ دھاک بٹھانی ہوگی تا کہ وہ تمہیں اس معاملے میں ملوث نہ کر سکیں۔ باز رہیں۔ گھر بیٹھے رہنے سے کچھ نہ ہوگا۔"

انکا کی بات سچ تھی۔ اگر مجھے کسی طور پر پولیس کے نرغے سے بچے رہنا تھا تو یہ تمام احتیاطیں لازم تھیں۔ انکا تھوڑی دیر میں آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ میں نے دو دن سے گھر کے معاملات میں بھی کوئی دلچسپی نہیں لی تھی۔ اب کمرے سے باہر گیا اور بباطن بے دلی سے اور بظاہر خوش دلی سے بہنوں، چچا جان اور مالا سے گفتگو میں مصروف رہا پھر لباس تبدیل کر کے میں انکا کا منتظر تھا کہ مالا نے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ میں نے اسے بہلایا، پھسلایا اور جب بہت دیر ہو گئی اور انکا نہیں آئی تو میں خود ہی گھر سے باہر نکل گیا۔ راستے میں انکا میرے سر پر جلوہ گر ہو گئی۔ میں عمدہ لباس میں تھا اور خوب بچ رہا تھا۔ انکا نے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

آتے ہی چھیڑ خانی شروع کر دی۔ اشرفی بیگم کی جلوہ گاہ میں جانے سے پہلے میں اپنی شناخت کرانے کے لئے پہلے دو چار مشہور طوائفوں کے ہاں گیا لیکن یہ وقت لطف لینے کا نہیں تھا۔ جہاں جہاں میں جاتا رہا۔ گھنگھرو میرے رعب سے تھرتھراتے رہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ سب لوگ تزئین کے اغوا میں صد فی صد مجھے مجرم سمجھتے ہیں۔ میں بے دریغ دولت لٹاتا اور ایک آدھ مصرع سن کر ان کی طرف بے نیازی سے ایک نظر دیکھتا، سیڑھیاں چڑھتا اترتا رہا۔ یہاں یہ ذکر کچھ دلچسپی کا باعث نہ ہو گا کہ اس وقت بالا خانوں پر کس بلا کی رونق ہوا کرتی تھی۔ کس غضب کی ناچنے گانے والیاں تھیں وہاں۔ شباب کا ذکر کیا کیجئے۔ شباب تو وہاں بہتا تھا۔ خوش گفتاری اور شائستگی کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر انہی دل کش لطیف باتوں میں گزارنے کو جی مچلتا تھا، جہاں جہاں جائیے۔ خدا کی اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی صورتیں، اہل دل پر ستم ڈھاتی گزر جاتی تھیں۔ کس کس چہرے کا ذکر کیجئے، کس کس بدن کا نقشہ کھینچے، کس کس کی آنکھوں کا احوال لکھیے، کیا کہیے کیا نہ کہیے۔ بس جو اس کوچہ ستم گراں میں نہیں گیا، وہ امان میں رہا۔ جو ایک بار بہک گیا اس کے قدم پھر خود بخود اسی مرکز جاناں کی طرف اٹھ جاتے ہیں۔ یہ طوفان روکے نہیں رکتا۔

میرا حال یہ تھا کہ نظر ٹھہرتی نہ تھی لیکن میرا مقصد ہی کچھ اور تھا۔ میں نے دیکھا کہ خواتین کی آنکھوں میں میرے لیے جستجو، طنز اور قہر تھا۔ میں ہر جگہ نازنینوں کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کرتا اور جب وہ سراسیمگی کے عالم میں میرے پاس آتیں تو میں کسی ماہر اور مشاق شورہ پشت غنڈے کی طرح روپے لٹاتا۔ ایک جگہ میں نے بھری محفل میں رقاصہ کو غزل سرائی کے دوران روک کر اپنی پسند کی غزل سنانے کو کہا۔ یہ بدتہذیبی کی بات تھی کہ کسی کی فرمائش پر شروع کی ہوئی غزل ابھی اس نے ختم نہیں کی تھی کہ میں نے اسے نیا حکم دے دیا۔ نتیجتاً اسے میرے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور میں دو شعر سن کر اکتاہٹ کے انداز میں وہاں سے اٹھ گیا۔ مجھے روکنے کی کوشش کی گئی مگر میں نے حقارت سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اس غل غپاڑے اور ہاؤ ہو کے بعد میں اشرفی بیگم کے کوٹھے پر پہنچا۔ اشرفی بیگم جیسے میری منتظر ہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر طنزاً میرا استقبال کیا۔ میں نے بھی دو چار چبھتے ہوئے جملے چھوڑ دیئے۔ انکا نے مجھے بتایا کہ دور ایک کمرے میں بند ہو کر پنڈت میرے خلاف کوئی جنتر منتر آزما رہا ہے۔ اس نے اشرفی بیگم کو یقین دلایا تھا کہ وہ مجھے ہر حالت میں یہاں کھینچ لائے گا۔ میری آمد سے اشرفی بیگم یہی سمجھی کہ یہ اس کے خریدے ہوئے پنڈت کے جادو کا اثر ہے کہ میں کشاں کشاں یہاں چلا آیا ہوں۔ میں مسکرا کر بیٹھ گیا۔

شمیم میرے پاس آئی۔ اس کی نظروں میں ایک بے چینی تھی۔ وہ میرے پہلو سے الگ کر بیٹھ گئی اور مجھ سے تنہائی میں رازدارانہ باتیں کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ انکا نے اس کی بے چینی کی وجہ بتائی تو مجھے اس پر بڑا پیار آیا۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ میں فوراً یہاں سے چلا جاؤں۔ یہ بات اس نے اٹکتے اٹکتے کہہ دی اور گھبرا کر اشرفی بیگم کی طرف دیکھا۔ اشرفی بیگم نے اسے مجھ سے اتنے قریب دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور وہ

سہمی سہمی میرے پاس سے اٹھ کر اس طرح چلی گئی جیسے اس کی کوئی چوری پکڑ لی گئی ہو۔ اشرفی بیگم نے اس کے کان میں کچھ کہا، اس نے ہامی بھری اور دوبارہ میرے پاس چلی آئی۔ آتے ہی خوش باش انداز میں وہ مجھ سے باتیں کرنے لگی۔ اس نے باتوں باتوں میں اشارتاً ایک بار پھر بتایا کہ اشرفی بیگم نے اسے ہدایت کی ہے کہ وہ مجھے رجھا کر اندر ایک کمرے میں لے چلے جہاں ایک پنڈت بیٹھا ہوا جادو کر رہا ہے۔ یہ سن کر میں مسکرا دیا۔ میرا اعتماد دیکھ کر وہ بہت حیران ہوئی اور مجھ سے دوبارہ وہاں سے بھاگ جانے کے لئے کہنے لگی۔ میں نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ ''تم نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا۔ تم یقیناً طوائف زادی نہیں ہو۔ تمہاری رگوں میں کوئی شریف خون دوڑ رہا ہے۔''

''مگر آپ یہاں سے چلے جائیے۔ وہ پنڈت سنا ہے بہت پہنچا ہوا آدمی ہے۔'' شمیم نے کہا۔

''چل کے دیکھتے ہیں، وہاں کیا تماشا ہوتا ہے۔''

''آپ شاید میری بات پر یقین نہیں کر رہے ہیں۔'' شمیم نے حسرت سے کہا۔

''میں تمہاری باتیں دل میں اتار رہا ہوں۔ تزئین کی طرح تم نے بھی مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ میں اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا کہ تم نے مجھے خطرے سے آگاہ کر دیا۔''

''اشرفی بیگم یہ سمجھ رہی ہیں کہ میں آپ سے الفت و رغبت کی باتیں کر رہی ہوں، آپ سمجھ گئے نا۔''

''ہاں۔ اور میں تمہاری محبت کے جواب میں اندر کمرے میں جانا بھی چاہتا ہوں۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ واقعی وہاں جانا چاہتے ہیں؟ وہ بہت ظالم ہے، صورت سے ہی کریہہ نظر آتا ہے۔''

''ارے چل کے تو دیکھو میری گڑیا، گھبراتی کیوں ہو؟''

شمیم مجھے منع کرتی رہی اور میں ہنس کر ٹالتا رہا۔ آخر میرے اشارے پر کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے مجھے اٹھایا اور راہداری میں لے گئی۔ اشرفی بیگم بھی وہیں چلی آئی اور بڑے ٹھسے سے کہنے لگی۔ ''اری شمیم، یہ خان صاحب کو کہاں لیے جا رہی ہے؟''

''خان صاحب تخلیے میں مجھ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔'' شمیم کی آواز میں لرزش تھی۔

''زہے نصیب۔ خدا خیر کرے۔'' اشرفی بیگم نے مکاری سے کہا۔

شمیم میرا ہاتھ پکڑے مکان کے آخری سرے پر لے گئی۔ پیچھے اشرفی بیگم بھی خراماں خراماں چلی آ رہی تھی۔ میں نہایت بے پروائی سے شمیم کی انگلی پکڑے اس سے کچھ شگفتہ کچھ دل نشیں باتیں کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

''اس کمرے میں چلی جاؤ نا۔'' عقب سے اشرفی بیگم کی آواز آئی۔

شمیم مجھے ایک بڑے کمرے میں لے گئی۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں میں نے ایک پنڈت کو

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

آلتی پالتی مارے بیٹھا دیکھا۔ مجھے دیکھ کر وہ چونکا اور میرا اشتیاق دو چند ہو گیا۔ پیچھے اشرفی بیگم تھی۔ اس نے پیچھے ہی سے غالباً کوئی اشارہ کیا، پنڈت جیسے سمجھ گیا اور اس نے اپنے دانت نکال دیئے۔ میں نے انجان بن کر پوچھا۔ ”تم مجھے کہاں لے آئیں شمیم! یہ کون شخص ہے؟“

شمیم کی زبان میں لکنت پیدا ہوئی۔ اس کے بجائے اشرفی بیگم نے جواب دیا۔ ”چلتے چلتے ان سے بھی ملاقات کر لیجیے خان صاحب۔ یہ پنڈت مرلی دھر ہیں۔ پنڈت جی نے کہا تھا کہ وہ آپ کو میرے غریب خانے پر اپنی طاقت سے کھینچ لائیں گے؟“

”میری ایسی کیا ضرورت پڑ گئی اشرفی بیگم!“ میں نے مصنوعی لہجے میں کہا۔ ”کیا آپ کے دماغ میں پھر کچھ سما گیا ہے؟“

”ضرورت تو مہاراج کو پڑی ہے۔ وہی آپ سے بات کریں گے۔“

شمیم سکڑی سمٹی کھڑی تھی۔ انکا میرے سر پر خاموش بیٹھی پنڈت کو گھورے جا رہی تھی۔ اشرفی بیگم کے انداز میں سرخروئی اور فتح جھلک رہی تھی۔ میں نے عمداً شمیم کا ہاتھ چھوڑا اور وہاں سے اس طرح کھسکنے لگا جیسے میں خوف زدہ ہو گیا ہوں۔

”کہاں جا رہا ہے مورکھ!“ اس بار مہاراج مرلی دھر کی آواز آئی۔ ”تجھے ہم نے بلایا ہے۔“

”آپ نے؟ آپ نے مہاراج اس سیوک کو کیوں یاد کیا ہے؟“ میں نے اس قدر عاجزی سے کہا کہ انکا کو ہنسی آ گئی۔

”تو بڑا پاپی ہے۔ تو نے جو ایک دو جنتر منتر سیکھ لیے ہیں ان سے ان بچوں کو ڈراتا ہے، دھمکاتا ہے۔“ مہاراج نے کٹھور لہجے میں کہا۔ ”بتا تو نے اس کی پتری کہاں چھپا رکھی ہے۔“

”مہاراج۔ میں تو کچھ نہیں جانتا۔ مجھے پتا نہیں کہ اس کی پتری کہاں ہے؟“ میں نے اشرفی بیگم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ شخص بہت کمینہ، سازشی اور بدمعاش ہے۔“ اشرفی بیگم نے ایک دم طیش میں آ کر کہا۔

”شانت۔ شانت۔“ پنڈت نے ہاتھ اٹھا کر اشرفی بیگم سے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ”بالک! بتا دے تزئین کہاں ہے؟“

”میں کچھ نہیں جانتا مہاراج ہے۔ میں نے سچ سچ کہہ دیا۔ آپ وشواش کیوں نہیں کرتے۔“

”تو ہمیں دوسرے طریقے بھی آتے ہیں، تو اس سمے اس شہر کے سب سے بڑے پنڈت کے سامنے کھڑا ہے۔“

میں نے عاجزی سے پھر منع کر دیا۔ شمیم کا برا حال تھا۔ اشرفی بیگم جز بز نظر آتی تھی۔ میرے مسلسل

انکار پر پنڈت کو غصہ آ گیا۔ اس نے پھر کر اپنا کشکول اٹھایا اور اس میں کچھ پڑھ کر پھونکا۔ کشکول دیکھتے ہی دیکھتے انگاروں سے بھر گیا۔ پنڈت نے غصے میں مجھ سے ایک بار پھر تزئین کا پتا دریافت کیا۔ میں اسی موقع کا منتظر تھا۔ میں نے حسب سابق انکار کر دیا۔ اس پر اس نے انگاروں سے بھرا ہوا کشکول میری طرف اچھال دیا۔ ادھر انکا میرا اشارہ پاتے ہی حرکت میں آ گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ کشکول میں جلتے ہوئے کوئلے ٹھنڈے ہو گئے۔ اپنے منتر کا یہ حشر دیکھ کر پنڈت کی تیوری پر بل آ گئے۔ اس نے پینترا بدل کر اپنا چمٹا اٹھا لیا اور زور زور سے وحشت زدہ انداز میں زمین پر مارنے لگا...... میں کسی تاثر کا اظہار کیے بغیر اسے گھور رہا تھا۔ چمٹے کی آواز جیسے جیسے تیز ہوئی، ایک سیاہ بلی مکروہ اور خوف ناک آنکھوں والی نہ جانے کس طرف سے نمودار ہوئی اور آناً فاناً میرے چہرے کی طرف جھپٹی۔ اس کے ایک ہی وار میں چہرے کی اوپری تہہ علیحدہ ہو سکتی تھی۔ انکا کے اشارے پر میں نے اپنی ایک انگلی کو جنبش دی۔ بلی بھیانک چیخ مارتی ہوئی پیچھے کی طرف بھاگی اور لمحوں میں زمین پر لوٹنے پوٹنے لگی۔ پنڈت نے اس کی یہ حالت دیکھ کر اسے اٹھایا اور تیزی سے تڑپتی ہوئی بلی کو اپنے جھولے میں ڈال لیا۔ اشرفی بیگم کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور شمیم کی نگاہوں میں طمانیت جھلکتی تھی۔ پنڈت نے اپنا یہ وار بھی ناکام دیکھ کر مجھ سے کہا۔

”تو بھی کچھ جانتا ہے۔“

”اور آزما لے اُلو کے پٹھے!“ میں نے ایک دم اپنا لہجہ بدل دیا۔

”تو مجھے نہیں جانتا۔ اپنی زبان سنبھال۔“ پنڈت گرجا۔

”تو بھی مجھے نہیں جانتا کمینے۔ جا یہاں سے دفع ہو جا۔“

”ٹھہر، میں تجھے دیکھتا ہوں۔“ پنڈت نے دانت پیس کر کہا اور اس کے بعد اس نے مختلف قسم کے شعبدے اور تماشے مجھے زک پہنچانے کے لئے کیے لیکن وہ میرے لیے بہت معمولی کھیل تھے، ان کا ذکر کیا کروں۔ تکرار ہو گی۔ میں ان سے زیادہ ہولناک مرحلوں سے گزر چکا تھا۔ القصہ مختصر مسلسل ناکامی دیکھ کر پنڈت کو پسینہ آ گیا۔ میں نے اس سے گرج کر کہا۔

”اب کچھ میرے ہاتھ بھی دیکھ لے، دیکھ لے کہ میں کیا ہوں؟“

میرا یہ کہنا تھا کہ پنڈت کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اس نے کچھ پڑھ کر اپنے اوپر پھونکا اور مجھے گھورنے لگا۔ دفعتاً وہ گھبرا کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ”میں سمجھ گیا۔ مجھے شما کر دو مہاراج۔ مجھ سے بھول ہو گئی۔ آپ کے پاس انکا دیوی ہے۔“ پنڈت نے گڑگڑا کر کہا۔

”انکا دیوی کے علاوہ تجھے اور کچھ نظر نہیں آتا سؤر کی اولاد؟ لے میں تیرے پاس انکا کو بھیجتا ہوں اور پھر بتاتا ہوں کہ میں کیا ہوں؟“

انکا میرا جملہ پورا ہوتے ہی اس کے سر پر چلی گئی اور وہ میرے پاؤں پڑ گیا۔ ”دھنیہ ہو مہاراج

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دھنیہ۔ آپ نے انکا دیوی کا درشن کرا کے مجھ پر بڑا احسان کیا۔" وہ میری خوشامد پر اتر آیا لیکن میں نے اسے معاف نہیں کیا اور دل ہی دل میں پریتم لال کی شکتی سے مدد لینے کا ارادہ کیا۔ اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرے سامنے پنڈت فرش پر لوٹنے اور چیخنے چلانے لگا۔ انکا اس کے سر سے فوراً چلی آئی۔ پنڈت مرلی دھر کا یہ حشر دیکھ کر اشرفی بیگم بھی میرے پاؤں پر گر گئی۔ شمیم آنکھیں پھاڑے ان دونوں کو میرے قدموں پر لوٹتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ اشرفی بیگم نے معاملے کی نزاکت سمجھ کر اپنا رویہ فوراً تبدیل کر لیا تھا۔ میں نے ان دونوں کو علیحدہ کیا اور شمیم کے ہاتھ کا بوسہ لے کر اشرفی بیگم سے کہا۔ "سنو اشرفی بیگم، اتنی نصیحت تمہارے لیے غالباً کافی ہوگی کہ آئندہ کبھی تم نے میرے خلاف کوئی سازش کی تو عبرت ناک انجام کے لئے تیار رہنا۔ اپنے عشاق نوابین کو سمجھا دو کہ وہ میرے آڑے نہ آئیں۔"

"میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں خاں صاحب۔" اشرفی بیگم نے گریہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے اب کوئی لغزش نہیں ہوگی۔"

یہ واقع بہت اہم تھا، اشرفی بیگم اور پنڈت ریشہ خطمی ہو گئے تھے۔ وہ لمحوں میں بدل کر میری بری طرح خوشامد کر رہے تھے۔ شمیم بھی حیرت اور خوف سے لیکن ایک اپنائیت کے ساتھ میرے پہلو میں دبکی ہوئی تھی، اتنا بہت تھا۔ میں وہاں اپنی شخصیت کے کچھ ایسے گہرے نقوش چھوڑے جا رہا تھا جنہیں اشرفی بیگم اور پنڈت کبھی بھول نہیں سکتے تھے۔ رخصت کے وقت اشرفی بیگم کی حالت عجیب تھی۔ وہ مجھ پر وارفتہ، فریفتہ ہوئی جا رہی تھی۔ اس کا سارا کس بل نکل گیا تھا۔ میں جلد ہی آنے کا وعدہ کر کے وہاں سے چلا آیا اور گھر آ کر بے سدھ پڑ گیا۔ انکا واپس بہن علی کے سر پر چلی گئی اور میں پانچ روز تک لکھنؤ کے خاص علاقوں میں گھومتا رہا، پولیس کی نظروں میں خود کو لاتا رہا اور یہ مشہور کرتا رہا کہ میں چند دنوں کے لیے شہر سے جا رہا ہوں، اس کے بعد اشرفی بیگم کے ہاں جانے کا موقع نہیں ملا اور نہ ہی کسی دوسری طوائف کے ہاں۔ البتہ اس بازار سے ضرور گزر رہا۔ ایک ہفتے میں میری خاصی دھوم مچ گئی تھی۔ اس عرصے میں جو مقصد میں حاصل کرنا چاہتا تھا، وہ میں نے کسی حد تک حاصل کر لیا تھا، ویسے ایک ایک پل وحشت میں گزر رہا تھا۔ اپنے دل کا حال تو خود مجھے معلوم تھا، کسے معلوم تھا کہ سڑکوں پر دندناتا ہوا یہ سرکش شخص اندر سے کتنا غم زدہ اور دکھی ہے۔ شب و روز مجھ پر کیا قیامت گزر رہی ہے۔ میرا سورج غروب ہو رہا تھا۔ میں غروب ہو رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

آخر وہ دن آ گیا جب مجھے کلکتے جانا تھا، سات روز بیت گئے تھے۔ ساتویں روز صبح جب میں سو کر اٹھا تو دیکھا کہ مالا ایک کونے میں مرگ چھالا پر بیٹھی منہ ہی منہ میں نہ جانے کیا پڑھ رہی ہے۔ مجھے اس کی معصومیت پر ترس آ گیا۔ وہ اتنی منہمک تھی کہ مجھے نہ دیکھ سکی اور وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ میں اسے

دیر تک دیکھا کیا۔ میں نے خود سے کہا۔ "جمیل احمد خاں۔ مالا رانی کو خوب جی بھر کے دیکھ لو۔ قسمت کا پانسا پھر تمہارے خلاف پڑا ہے۔ نہ جانے پھر اسے دوبارہ دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔" مالا نے اپنا جاپ ختم کر کے نظر اٹھائی تو مجھے محوِ نظارہ دیکھا۔ وہ مرگ چھالا سے اٹھ کر میرے قریب آئی اور اس نے بڑے والہانہ انداز میں میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ اس نے ایک بار پھر دبے دبے لفظوں میں مجھے روکنا چاہا لیکن اب شدید اصرار کی اسے ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ میں اس کی قلبی کیفیت سے واقف تھا۔ اس کا دل رو رہا تھا مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے اسے سمجھایا تو اس سے ضبط نہ ہوا، رو پڑی۔ میرے لیے دعائیں مانگنے لگی۔ مجھے کامیابی کا یقین دلاتی رہی...... میں اس سے جدا ہو کر چچا جان کے پاس گیا اور اپنی اچانک روانگی کے سلسلے میں بڑی مشکل سے ان کی حیرت دور کی۔ چچا جان سے اجازت لے کر میں باری باری تمام بہنوں سے ملا، ان کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر مالا کے پاس آیا جو سفری سامان تیار کر رہی تھی۔ مالا سے جدائی کے آخری لمحات بہت رقت انگیز تھے۔ ہم دونوں جذباتی باتیں کرتے، روتے اور مسکراتے رہے پھر میں نے مالا سے چچا جان اور بہنوں کا خیال رکھنے کی تاکید کی اور کہا اگر حالات میرے حق میں ناسازگار ہوئے تو وہ اسی چوکھٹ پر زندگی گزار دے۔ میری اس دل خراش وصیت سے مالا تڑپنے لگی اور رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں نے بابا اور جگدیو مہاراج سے پرارتھنا کی ہے، مجھے وشواش ہے کہ وہ آپ کی سہائتا کریں گے۔ بابا نے اپنے ہاتھوں سے میری مانگ میں سیندور بھرا تھا۔ آپ دل چھوٹا کیوں کرتے ہیں؟"

"نہیں، نہیں۔" میں نے آنسو پونچھ کر کہا۔ "مالا، مجھے وچن دو کہ جب تک میں واپس نہ آؤں، تم یہاں کا خیال رکھو گی؟"

"آپ کے چچا جان میرے پتا سمان ہیں۔ میں وچن دیتی ہوں کہ کوئی مصیبت آئے گی تو پہلے مجھ پر آئے گی۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر مالا سے اجازت لے کر سامان اٹھایا اور گھر والوں سے دوبارہ مل کر باہر آ گیا۔ مکان پر آخری نظر ڈالی اور قدم آگے بڑھا دیئے۔

میں جا رہا تھا لیکن ایسی منزل کی طرف جہاں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ چلتے وقت قدم ڈگمگائے۔ ان لوگوں کو، اپنے پیاروں کو میں کہیں آخری بار تو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ میں ٹھٹک کر رک گیا پھر کچھ سوچ کر آگے بڑھنے لگا۔ میرے پاس اور کیا تدبیر ہے...... کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں۔ مجھے تزئین، نرگس اور کلدیپ بے اختیار یاد آئیں۔ کیسے کیسے لوگ بچھڑ گئے اور کیسے کیسے لوگ اب بچھڑ رہے ہیں۔ مالا کی حسرت ناک نظریں ابھی تک میرے جسم میں چبھی جا رہی تھیں، دل ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ بدری نرائن کو اس طرح چھوڑ دیا جاتا تو زندگی کی کوئی ہلکی سی امید بھی باقی نہیں رہتی۔ یہ سفر تو زندگی برقرار رکھنے کے لئے تھا۔ میں اپنے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

خیالات میں اس قدر محو تھا کہ مجھے خبر نہ ہوسکی کہ کب اسٹیشن آ گیا۔ تانگے والے نے مجھے مخاطب کیا تو میں چونکا۔ اسے کرایہ دے کر میں اسٹیشن کی حدود میں داخل ہوا۔ گاڑی کی روانگی میں ابھی بیس منٹ باقی تھے۔ ڈبے میں میرے سوا کوئی دوسرا مسافر نہیں تھا۔ ڈبے میں جا کر میں سیٹ پر دھڑام سے گر گیا۔ اچانک کسی نے میرا نام لے کر آواز دی۔ میں نے چونک کر دیکھا تو آنکھیں چمک اٹھیں۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ سادھو جگدیو میرے قریب کھڑا گہری، سنجیدہ نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔ ''پرنام مہاراج!'' میں نے بڑی عقیدت سے کہا۔

''کہاں جا رہا ہے تو؟'' جگدیو نے روکھی آواز میں مجھ سے دریافت کیا۔

''کلکتہ۔'' میں نے اس کی الجھن اور بے رخی سے سہم کر کہا۔

''باز آ جا۔ اب بھی سمے ہے۔ اپنی ضد سے باز آ جا۔ کالی کے مندر میں تیرا کوئی جنتر منتر، کوئی داؤ سپھل نہیں ہوگا!'' جگدیو نے خشک لہجے میں کہا۔ ''تو مصیبتوں میں پھنس جائے گا۔''

''اب کوئی راستہ بھی نہیں ہے مہاراج۔ پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔'' میں نے کسی قدر جرات سے کہا۔ ''بدری نرائن نے بڑے زخم لگائے ہیں، پہلے اس نے نرگس کو چھینا پھر مالا رانی پر حملہ کیا اور اب...... اب وہ انکا کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہے۔''

''مجھے کیا بتاتا ہے۔ میں سب جانتا ہوں۔ پرنتو تیرا کالی کے مندر میں جانا ٹھیک نہیں۔ دیوی بدری نرائن کی رکشا اس سمے تک کرے گی جب تک بدری نرائن اس کے چرنوں میں ہے۔ تو اور تیری انکا مل کر بھی دیوی اور بدری نرائن کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔''

''پھر میں کیا کروں؟'' تمہارا کیا حکم ہے مہاراج؟''

''سمے کا انتظار کر بالک، اپنی ضد چھوڑ۔ لکھنؤ سے تیرا باہر جانا ٹھیک نہیں۔''

''پر سوچو مہاراج۔ اگر بدری نرائن انکا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میں تو برباد ہو جاؤں گا۔ میرے پاس کیا بچے گا؟''

''انکا پر تجھے بڑا گھمنڈ ہے؟'' جگدیو نے تیز آواز میں کہا۔ ''کیا وہ بتا سکتی ہے کہ اس ویشیا کی چھوکری (تزئین) پر کیا بیتی؟''

''نہ سہی مہاراج۔ پرنتو میں بدری نرائن کو اس کے جاپ میں سپھل نہیں ہونے دوں گا۔'' میں نے چڑ کر کہا۔

''مورکھ۔ اپرادھی، کیا تو کالی کے ساتھ یدھ لڑے گا؟'' جگدیو نے کانپتے ہوئے کہا۔ ''پاپی، تیری یہ مجال؟''

''مہاراج، یا تو میری مدد کرو یا...... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اگر میری قسمت میں موت ہی لکھی ہے تو تمہاری شکتی بھی اسے نہیں ٹال سکتی۔'' میں بیزاری سے بولا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ جگدیو میری مدد کے

لئے آیا ہے مگر اس کے رویے نے مجھے دل برداشتہ کر دیا تھا۔ وہ ہمیشہ اسی قسم کی گفتگو کرتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ مالا رانی کی وجہ سے وہ میری مدد کرے گا اور ہمت بڑھائے گا لیکن اس کے مایوس کن انداز گفتگو نے مجھے اور جھنجلا دیا۔

''بھاگ کا لکھا بھی ٹل سکتا ہے۔ پرنتو منش کو سمے کا دھیان ہونا چاہیے۔'' جگدیو غصے میں بولا۔ ''تیری آنکھوں پر پٹی پڑ چکی ہے۔ تو کالے اور سفید کی تمیز کھو چکا ہے۔ تو نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی ہے۔ تو نہیں جانتا کہ اگر مجھے مالا کے سورگ باشی بابا اور اپنے متر کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھے بتاتا۔''

میں جواب میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ گاڑی کی روانگی میں سات آٹھ منٹ باقی تھے۔ میں نے جگدیو سے نظریں چرالیں۔ میں بڑی مشکل سے خود پر قابو پا رہا تھا۔ جگدیو بزرگی کا خیال تھا۔ خواہ میرا انجام کچھ بھی ہوتا۔ ادھر مجھے ناز تھا کہ میری ضد سے مجبور ہو کر وہ میری مدد کو مجبوراً آمادہ ہو جائے گا۔

''کیا سوچ رہا ہے؟'' جگدیو نے مجھے خاموش دیکھ کر کرخت آواز میں کہا۔ ''مورکھ میں کہتا ہوں، میرا کہا مان لے۔ نہیں تو سر تھام کر روئے گا۔''

''مہاراج۔ کیا تم بھی مجھے بددعائیں دینے آئے ہو؟'' میں نے تلملا کر کہا۔ ''کیا تم بھی غیر ہو گئے؟''

''بکواس مت کر۔ میری بات کا جواب دے۔''

''میں نے کلکتے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' میں نے پُرعزم لہجے میں کہا۔ ''مجھے تمہارا لحاظ ہے اس لیے میں کھل کر بات نہیں کر رہا۔ تمہارے متر بابا پریتم لال نے مالا مجھے دان کرتے سمے کچھ شکتی بھی دان کی تھی، یہ کیسی شکتی ہے جو میرے برے وقت کام نہیں آ سکتی؟ بابا کی بیٹی مالا کا سہاگ اجڑنے کو ہے۔ میرا ایک دشمن کالی کے مندر میں چھپ کر گھات لگا رہا ہے اور تم کہتے ہو، میں خاموش بیٹھا رہوں۔ میں پہلے بھی ایک بار انکا کے جانے کے بعد مصیبتوں میں گھر چکا ہوں۔ اب اور کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ مجھے معلوم ہے کہ کالی کے مندر میں میرا جانا ٹھیک نہیں مگر مجھے وشواش ہے کہ تم اور بابا پریتم لال مالا کو ودھوا نہیں ہونے دو گے۔ تم آخر میں بہرحال میری مدد کرو گے۔ تمہیں آنا پڑے گا اور تم نہیں آئے تو میں مر جاؤں گا۔ میں ایسی موت کو گلے لگا لوں گا جو ذلت کی زندگی سے یقیناً بہتر ہوگی لیکن تمہاری بیٹی ودھوا ہو جائے گی۔'' میں پھٹ پڑا اور کھل کر سب کچھ کہہ دیا۔

''تو مورکھ ہے۔ تو کچھ نہیں جانتا۔ تیری مدد کو وہاں کوئی نہیں آ سکتا اور کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تو اپنے ارادے سے کلکتے چلا جائے گا؟'' جگدیو نے شدید غصے میں کہا۔ میری باتوں سے وہ بہت ناراض ہو گیا تھا۔

''میں کلکتے ضرور جاؤں گا۔ میں جا رہا ہوں۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''اچھا!'' جگدیو نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ''تیرا فیصلہ اٹل ہے؟''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"ہاں۔" میں نے کچھ بگڑ کر کہا۔ "میں تمہیں سب بتا چکا ہوں۔"

"سن، تو نہیں جا سکتا۔ تو ہر جگہ من مانی کرتا ہے۔ اپنی اوقات سے بڑھ کر باتیں کرتا ہے۔ تو نے میرے سامنے زبان کھولی ہے۔"

جگد یو کی آنکھیں خون برسا رہی تھیں اور زبان آگ اگل رہی تھی۔ "تو کلکتے کی بات کرتا ہے۔ لکھنؤ کا اسٹیشن ہی تجھ پر بھاری ہو جائے گا۔ تو نے میری بات نہیں مانی۔ جگد یو کی بات نہیں مانی۔ تجھے اس بھول کی اوش سزا ملے گی۔ سادھو کا کہا یاد رکھنا۔"

سادھو جگد یو نے ایک نہ سمجھ میں آنے والا خوفناک نعرہ بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میری کیفیت عجب گومگو کی تھی۔ شدید غصہ بھی تھا اور خوف بھی۔ جگد یو کے چلے جانے کے بعد مجھے اس پر اور طیش آیا اور پریتم لال پر بھی کہ میری مدد کرنے کے بجائے وہ مجھے بد دعائیں اور گالیاں دیتا چلا گیا۔ میں نے اسٹیشن کی گھڑی دیکھی۔ روانگی میں بمشکل تین منٹ تھے۔ میں نے اس شخص کو سرسری نظر سے دیکھا جو ڈبے میں داخل ہو رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ کوئی مسافر ہو گا لیکن وہ مجھے دیکھ کر چونک پڑا اور ٹکٹکی باندھ کر گھورنے لگا۔ اسی سے مجھے کچھ شبہ ہوا۔ میں نے توجہ ہٹانی چاہی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ زہر خند سے بولا۔ "لکھنؤ سے بڑی جلدی دل اچاٹ ہو گیا تمہارا؟"

"کون ہو تم؟" میں نے ڈپٹ کر پوچھا۔ "میں تمہیں نہیں جانتا۔"

"پرنتو میں تم کو خوب جانتا ہوں جمیل احمد خان۔ تمہاری تلاش میں یہاں تک آنا پڑا۔" نو وارد نے مردانگی سے جواب دیا پھر کڑک کر بولا۔ "اپنا سامان اٹھاؤ اور شرافت سے گاڑی سے نیچے اتر آؤ۔ تھانے چل کر تم سے تفصیلی گفتگو ہو گی۔"

"دیکھو مہاشے۔ اپنا راستہ لو، مجھے تنگ نہ کرو۔ اگر تمہیں میری تلاش تھی تو تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں کون ہوں اور تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ مکتی چاہتے ہو تو دُم دبا کر یہاں سے بھاگ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں اپنی غفلت پر پچھتانا پڑے۔" میں نے اسے جھڑک دیا۔

نو وارد کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ چھا گئی پھر جو کچھ ہوا وہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اچانک ڈبے میں مسلح سپاہیوں کا دستہ گھس آیا اور مجھے جکڑ لیا گیا۔ میں گھسیٹ کر نیچے اتارا گیا اور دھکے مار کر اسٹیشن سے باہر لایا گیا۔ پولیس کی بند گاڑی پہلے سے موجود تھی۔ کوئی احتجاج، کوئی فریاد کارگر نہ ہوئی۔ میں نے جرم کی نوعیت دریافت کی تو جواب میں میرے گالوں پر زوردار تھپڑ لگائے گئے پھر مجھے کسی جانور کی طرح گاڑی کے پچھلے حصے میں ٹھونس دیا گیا۔ چار مسلح سپاہی میرے ساتھ اندر آئے۔ دروازہ بند ہوتے ہی وہ حصہ اندھیرے میں ڈوب گیا۔

مجھے حیرت تھی کہ انہوں نے کس جرم کی پاداش میں مجھے گرفتار کیا ہے۔ میرا خیال تھا انکا میری تمام

مشکلات ختم کر چکی ہے۔ اشرفی بیگم کی جرأت نہیں تھی کہ وہ اب کوئی انتقامی کارروائی کرے، بہن علی کے سر پر انکا موجود تھی پھر یہ افتاد کیسے پڑی؟ خلاف توقع پکڑے جانے اور پکڑنے والوں کے جارحانہ سلوک نے مجھے بوکھلا دیا تھا۔ معاً مجھے جگد یو سادھو کا خیال آیا اور میرا خون کھول اٹھا۔ یقیناً جگد یو کی کارستانی تھی۔ اس کے آخری الفاظ مجھے یاد آئے کہ لکھنؤ اسٹیشن مجھ پر بھاری ہو جائے گا۔ مالا نے چلتے وقت کہا تھا کہ پریتم لال اور سادھو جگد یو میری مدد کریں گے لیکن حالات اس کے برعکس تھے۔ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں مالا نے جگد یو کو خبردار کر کے مجھے رکوانے کی تاکید نہ کی ہو۔ اب تو مجھے اپنے آپ پر بھی شبہ ہو رہا تھا۔ گاڑی کے اندھیرے میں گم، میں پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ جس انکا کے لئے میں موت کے منہ میں جا رہا تھا وہی اس وقت غائب ہے۔ وہ مجھ سے بے خبر تھی۔ نہ جانے کہاں مری ہوئی تھی۔

پولیس کی بند گاڑی مختلف راستوں پر گھومتی رہی، بیس پچیس منٹ بعد گاڑی رکی۔ پچھلا دروازہ کھولا گیا تو میں نے خود کو ایک تھانے کے احاطے میں پایا۔ قبل اس کے کہ میں اس تھانے کے محل وقوع کے بارے میں کچھ غور کر سکتا، دو مسلح سپاہیوں نے مجھے دھکا دے کر آگے چلنے کی ہدایت کی۔ جب میں تھانے کے دفتر میں داخل ہوا تو میری حیرت دوچند ہو گئی کہ وہاں ناظم علی کھڑا تھا۔ وہی، ناظم علی جسے میں نے اشرفی بیگم کے کوٹھے پر تزئین کو یاور مرزا کے تصرف میں جانے سے روکنے کے لئے سزا دی تھی۔ ناظم خونخوار نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا۔ "خان صاحب، پہچانا مجھے؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی کو مصلحت جان کر زبان بند رکھی، ناظم علی نے دوبارہ کہا۔ "میرا نام ناظم علی ہے۔ ہماری ملاقات اشرفی بیگم کے بالا خانے پر ہوئی تھی، کچھ یاد آیا تمہیں؟"

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"شکر ہے کچھ یاد تو آیا۔ اس روز مسلسل جاگتے رہنے کی وجہ سے میں غالباً بے ہوش ہو گیا تھا۔" ناظم علی نے نفرت سے کہا۔ "تمہاری قسمت نے یاوری کی مگر آج تم میرے سامنے ہو۔ آج تم سے بہت سی باتیں کرنا ہیں۔"

"مجھے کس جرم کی پاداش میں گرفتار کیا گیا ہے؟" میں نے ہمت کر کے دریافت کیا تو ناظم علی کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"کسی ایک جرم کی پاداش میں؟" ناظم علی مسکراتا ہوا میرے قریب آیا۔ "گھبراؤ نہیں خان صاحب۔ ہم تمہیں یہاں عزت سے لائے ہیں۔ تمہارے احترام کرنا میرے فرائض میں داخل ہے لیکن کیا بات ہے، آج تمہارے لہجے میں وہ گھن گرج نہیں ہے جو اشرفی بیگم کے بالا خانے پر محسوس ہوئی تھی۔ خدانخواستہ کہیں دشمنوں کی طبیعت تو ناساز نہیں۔"

مجھے ڈر تھا کہ اگر بات طول پکڑ گئی تو معاملات بگڑ جائیں گے اور بدری نرائن کا معاملہ کھٹائی میں پڑ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جائے گا لیکن جب ناظم علی نے مسلسل میری عزت پر وار کیے اور میری خاموشی کو میری بزدلی پر محمول کر کے بے ہودہ انداز میں میرا مذاق اڑایا تو میں ضبط نہ کر سکا۔ میں نے کہا "ناظم علی، میری زبان نہ کھلواؤ تو بہتر ہے۔"

"گویا تمہارے منہ میں زبان موجود ہے۔" ناظم علی نے مسکرا کر کہا پھر یکلخت اتنی زور کا تھپڑ مارا کہ میں چکرا گیا۔ "کمینے!" وہ غرایا۔ "پہلے تو نے تزئین کو اغوا کرایا پھر اشرفی بیگم کے بالا خانے کی دوسری لڑکی غزالہ کو بھی غائب کرا دیا؟"

"یہ غلط ہے۔" میں نے احتجاج کیا۔ "اشرفی بیگم نے میرے خلاف کوئی جال بُنا ہے۔"

"بکواس مت کر نٹنے......" ناظم علی نے میری مرحوم ماں کے ساتھ گستاخی کی۔ "میرے پاس ٹھوس ثبوت موجود ہیں اور عینی شاہد بھی۔ تجھے یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی جمیل احمد خان۔"

"قبل از وقت کوئی بات اتنے یقین سے نہ کہو ناظم علی۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔ "آنے والا وقت ہی اس بات کا فیصلہ کر سکتا ہے کہ کون خسارے میں رہا ہے اور کون فائدے میں؟"

ناظم علی نے اشارہ کیا تو مسلح سپاہی مجھ پر خون آشام درندوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ رائفل کے کندوں نے دس منٹ کے اندر اندر میرا جوڑ جوڑ ڈھیلا کر دیا۔ میں فرش پر پڑا کراہ رہا تھا اور ناظم علی نخوت اور حقارت سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس کے اشارے پر سپاہی دور ہو گئے۔ "عقل سے کام لو خان صاحب۔ پولیس کی مار کے آگے شیطان بھی نہیں ٹکتا تم تو انسان ہو۔ تزئین کے سلسلے میں اب بھی کھل جاؤ ورنہ ممکن ہے آٹھ دس روز تک تم اپنا بیان دینے کے قابل بھی نہ رہو۔"

بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ میرے خلاف گویا ایک محاذ بنا لیا گیا تھا۔ اشرفی بیگم سے ساز باز کر کے غزالہ کو غائب کرا کے انہوں نے انتقامایہ ڈھونگ رچایا تھا۔ انکا کی غیر موجودگی میں میرے پاس بچاؤ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے کچھ سوچ کر کراہتے ہوئے ناظم علی سے کہا۔ "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تزئین کا پتا بتا دینے کے بعد قانون کی گرفت مجھ پر سست پڑ جائے گی۔"

"تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا ہوگا۔" ناظم علی نے جواب دیا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ تزئین کی بازیابی کے بعد فوراً تمہیں رہا کر دیا جائے گا۔"

ناظم علی کے جواب سے میرے شبہات کی تصدیق ہو گئی۔ اس بات کا امکان نہیں تھا کہ اشرفی بیگم از خود اس قسم کی جرات کرتی۔ یقیناً نوابین اور پولیس کے افسروں نے اسے اس امر پر مجبور کیا ہوگا۔ ناظم علی بھی اپنے بے عزتی اور یاور مرزا کی معزولی کا بدلہ چکانا چاہتا تھا۔ گویا مجھے پھانسنے کے لئے جو جال بُنا گیا تھا وہ خاصا مضبوط تھا۔ ناظم علی کی نگاہوں میں عیارانہ چمک تھی۔ ظاہر ہے اگر میں تزئین کا کوئی فرضی پتا بتا بھی دیتا تو اپنا مطلب پورا ہو جانے کے بعد وہ کبھی اپنا وعدہ وفا نہ کرتا۔ ناظم علی نے میری خاموشی سے اکتا

کر کہا۔ "تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔

"میں مراد نہیں ہوں خان صاحب۔" ناظم علی غرا کر بولا۔ "کیا تم سیدھی طرح زبان نہیں کھولو گے؟"

"میں ذات کا پٹھان ہوں ناظم علی۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "تمہیں میری بات کا اعتبار کرنا چاہیے۔"

"اعتبار کے بچے۔ تیری ذات کیا ہے۔ یہ میں تجھے بتاؤں گا۔ میں تیری ہڈیوں کا سرمہ بنا سکتا ہوں۔"

ناظم علی کا غصہ شباب پر تھا۔ میرے پاس مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ بے بسی کا احساس شدت سے غالب تھا۔ انکا ابھی تک غائب تھی۔ سادھو جگدیو کی ناراضی کے بعد پریتم لال کی شکتی کو آواز دینا بھی فضول تھا۔ گھر والوں کو بھی اطلاع نہیں مل سکتی تھی کہ میں کس حال میں ہوں۔ میں نے خود کو سنبھالا اور کہا۔ "تیار ہو جاؤ جمیل احمد۔ گمنامی کی موت تمہارے مقدر میں لکھی ہے۔"

"میں تمہیں آخری موقع دیتا ہوں۔" ناظم علی نے بگڑے تیور سے کہا۔ "پھر سوچ لو جمیل احمد خان۔"

اچانک مجھے محسوس ہوا کہ انکا میرے سر پر واپس آ گئی ہے۔ وہ واقعی موجود تھی۔ ان کربناک لمحوں میں اس کی آمد سے ایسا معلوم ہوا جیسے تنِ مُردہ میں جان پڑ گئی ہو۔ میں ہمت کر کے دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اور ناظم علی سے کہا۔ "ناظم علی برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ تم اپنی من مانی کر چکے۔ اب میری باری ہے۔ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ جو برتاؤ تم نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اسے میں بھول جاؤں گا۔"

"مردود۔ تو نے ابھی تک صرف میرا نام سنا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ بڑے بڑے مجرم میرے سائے سے ڈرتے ہیں۔" ناظم علی دہاڑنے لگا۔

"اشرفی بیگم کے چکر میں مت پڑو میرے دوست۔ وہ آبرو باختہ لڑکیوں کے سوا تمہیں کیا دے سکتی ہے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

ناظم علی میرے بدلے ہوئے رویے سے کشمکش میں پڑ گیا۔ وہ مجھ سے کچھ اگلوا نہیں سکا۔ میرے پاس کچھ ہوتا تو وہ اگلواتا۔ اس کا جارحانہ انداز بڑھتا رہا اور میں پُرسکون ہو کر جواب دیتا رہا پھر اس نے جھلا کر مسلح سپاہیوں کو مجھے زدوکوب کرنے کا اشارہ کیا۔ ٹھیک اسی وقت انکار بیگ کر میرے سر سے اتر گئی۔ وہ سپاہی جو آدم خور بھیڑیوں کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔ انہیں ایک سپاہی نے روکا اور کان میں کچھ کہا۔ اچانک ان سب نے ناظم علی کی ہدایت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ ناظم علی کی جھلاہٹ قابل دید تھی۔ اس نے اس سب کو دوبارہ حکم دیا۔ "اس نٹنے کو اتنا مارو کہ یہ پھر اٹھ نہ سکے۔" مگر آگے بڑھنے والے سپاہی نے انکار کر دیا کہ وہ کوئی خلاف قانون قدم نہیں اٹھائے گا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ناظم علی کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اسے سپاہیوں سے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی۔ میں اپنی جگہ خاموش کھڑا اس کی بوکھلاہٹ پر مسکرا رہا تھا۔ مجھے امید تھی کہ کچھ دیر بعد چاروں سپاہی آپس میں دست وگریباں ہو جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ناظم علی کے چہرے کا تناؤ بتدریج کم ہوگیا۔ اس نے خلاف توقع سپاہیوں کا مشورہ قبول کرلیا اور اپنے ماتحت سب انسپکٹر کو بلا کر حکم جاری کیا کہ مجھے حوالات میں بند کردیا جائے اور اتنی کڑی نگرانی رکھی جائے کہ پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔ پھر مجھے حوالات میں بند کردیا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب رہائی ملنے میں بس کچھ دیر باقی ہے۔ میری غمگسار انکا، میری محبوب انکا میرے ساتھ تھی۔ کچھ دیر بعد جب ناظم علی آکر مجھے حوالات سے نکالنے کے لئے آئے گا تو تھانے والے انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔

حوالات کے اندر پہنچ کر میں نے انکا کو یاد کیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ میرے سر پر آگئی۔ اس وقت وہ بے حد سنجیدہ اور کھوئی کھوئی نظر آرہی تھی۔ میں نے اس کے چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ ’’میں تم سے سخت ناراض ہوں انکا مگر تم بروقت واپس آگئیں اس لیے میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ جاؤ تم ناظم علی کے سر پر جاؤ اور اسے حکم دو کہ مجھے باعزت طور پر نہ صرف رہا کرے بلکہ اسٹیشن تک لے جانے کا بندوبست بھی کرے۔‘‘

انکا سعادت مندی سے چلی گئی۔ میں پُرخیال انداز میں حوالات کے اندر ٹہلنے لگا اور پہلی گاڑی سے کلکتے پہنچنے کا پروگرام بنانے لگا۔ میرے ارادوں میں ناظم علی کی رخنہ اندازی اور جگدیو کی مداخلت کے باوجود کوئی لچک پیدا نہ ہوسکی۔ انکا تھوڑی دیر میں واپس آگئی۔ اس بار اس کے چہرے سے الجھن مترشح تھی۔ آنکھوں میں ویرانی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ذہنی خلفشار سے دوچار ہے۔ میں ایک لمحے تک اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ مجھ سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ مجھے اس کے رویے پر حیرت ہوئی۔ ’’کیا بات ہے انکا؟‘‘ میں نے دریافت کیا۔

’’جمیل!‘‘ انکا نے بے چین ہوکر کہا۔ ’’ناظم علی نے میری بات نہیں مانی۔ وہ تمہیں رہا کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔‘‘

’’انکا!‘‘ میں نے چونک کر کہا۔ ’’یہ تم کہہ رہی ہو...... تم؟‘‘

’’ہاں جمیل۔‘‘ انکا نے جھلا کر کہا۔ ’’ناظم علی کے سر پر جانا کچھ سودمند ثابت نہیں ہوا۔ وہ تمہیں سزا دلوانے کی خاطر قانونی دستاویز کو آخری شکل دے رہا ہے۔ میں کچھ نہیں کرسکی۔‘‘

’’مذاق بند کرو انکا۔ تمہیں ہر حال میں مجھے رہائی دلوانی ہوگی یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔‘‘

’’میں مذاق نہیں کررہی ہوں جمیل۔‘‘ انکا نے مایوسی سے کہا۔

’’مجھے خود حیرت ہے کہ ناظم علی نے میری بات کیوں نہیں مانی؟ میرا خیال ہے شاید پھر وہی شکتی

آڑے آرہی ہے جس نے تزئین والے معاملے میں میری نگاہوں کے سامنے پردہ حائل کردیا تھا۔‘‘

’’دفع ہو جاؤ انکا۔ تم بھی مجھ سے دور چلی جاؤ۔ جاؤ مجھے کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔‘‘ میں نے چیخ کر کہا۔ ’’مجھے مر جانے دو چلی جاؤ انکا دور ہٹو۔ میں اب مرنا چاہتا ہوں۔‘‘

مجھ پر جنونی کیفیت طاری تھی۔ میں دیوانگی کی حالت میں بال نوچنے لگا۔ میں دیوار سے ٹکرا کر اپنا سر پاش پاش کرلیتا مگر مجھے اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ انکا کے نکیلے پنجوں کی شدید چبھن نے میرا ذہن ماؤف کردیا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر غنودگی کا حملہ اتنا شدید تھا کہ سنبھل نہ سکا۔

☆==========☆==========☆

میری بدبختی کا وہ زمانہ اس قدر اثر انگیز تھا کہ ذکر کرتے ہوئے خوف آتا ہے۔ ان دنوں کا ایک ایک لمحہ میرے دل پر نقش ہے۔ حوالات میں مجھے خلاف قانون دس روز تک رکھا گیا۔ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ میں نے اس غیر قانونی نظر بندی کے خلاف احتجاج کیا تو مجھے یہ جان کر سخت حیرت ہوئی کہ کاغذات میں میری گرفتاری ایک روز قبل کی تاریخ میں درج تھی۔ جس مجسٹریٹ کے سامنے پیشی ہوئی وہ خریدا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اشرفی بیگم عدالت میں منہ چھپائے بیٹھی گواہ پر گواہ پیش کررہی تھی۔

انکا کی تمام تر قوتیں میری رہائی کے سلسلے میں بے کار گئیں۔ اس نے مجسٹریٹ کے سر پر جانے کی بھی کوشش کی لیکن معاملہ مایوس کن رہا۔ بارہ روز تک مجھے عدالتوں میں گھسیٹا گیا پھر دو ماہ قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ میں نے اپنی بے گناہی کے سلسلے میں بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن ایک نہ چلی۔ جس روز مجھے سزا سنائی گئی اور میں عدالت سے باہر نکلا اس روز اشرفی بیگم کے چہرے پر زردی تھی۔ وہ مجھ سے ابھی تک خوف کھا رہی تھی۔ اسے مجبوراً عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ اس نے اپنی مایوس نگاہوں سے مجھے یہ تاثر دیا جس وقت میں جیل والی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ اس وقت ناظم علی نے میرے قریب آکر مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ ’’گھبراؤ نہیں جمیل، میں جیل کے اندر بھی تمہارا پورا پورا خیال رکھوں گا۔‘‘

میں نے ناظم علی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دل مسوس کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ یہ کیسی بدنصیبی تھی کہ لکھنؤ میں میرا کیس چلا جہاں مالا اور میرے رشتے دار موجود تھے۔ مگر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ انکا میرے سر پر موجود تھی لیکن وہ بھی میری طرح بے بس ہوچکی تھی۔ اس کے چہرے کی تازگی اور گفتار کی شوخی اسی روز رخصت ہوگئی تھی جس روز اس نے ناظم علی کے معاملے میں مایوسی کا سامنا کیا تھا۔ اس کا رنگ اڑ گیا تھا، ہر وقت نڈھال سر پر پڑی کسی گہری سوچ میں مستغرق رہتی۔ میں نے متعدد بار اسے نفرت سے دھتکارا مگر اس نے کوئی اثر نہیں لیا۔ البتہ میری لعن طعن سن کر وہ میری سمت دیکھتی تو مجھے اس کی بے نور آنکھوں میں حسرت و یاس کے ہزاروں افسانے تڑپتے محسوس ہوتے۔ نہ جانے اس کی پُراسرار قوتوں کا اثر کیوں زائل ہوگیا تھا۔ میں اسے سادھو جگدیو کا کرشمہ سمجھ رہا تھا۔ جیل میں بدترین

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

Downloaded from Paksociety.com

صعوبتوں کے سبب مجھے اس سادھو سے نفرت ہوگئی اور ایسا محسوس ہوا جیسے پریتم لال نے میرے ساتھ فریب کیا ہے۔ مالا کو میرے سر چپیٹ دیا ہے۔ مجھے پریتم لال اور جگدیو کا خیال آتے ہی مالا سے بھی دوری محسوس ہوئی۔ انکا کلیجا پکڑے ہوئے یہ دردناک سانحے دیکھ رہی تھی۔ مجھے جیل جانے کا غم نہ تھا۔ جیل تو میں جاتا رہا تھا افسوس اس بات کا تھا کہ مالا نے میری خبر کیوں نہیں لی۔ اسے جگدیو سے پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کس حالت میں ہوں؟ اور صدمہ اس بات کا تھا کہ انتیس دن گزر چکے تھے اور میں بدری نرائن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکا تھا۔ میرا دشمن ہر طرح آزاد تھا۔ میرے لیے یہ تصور ہی سوہان روح تھا کہ نرگس کا قاتل نہ صرف یہ کہ زندہ ہے بلکہ اب گیارہ روز بعد وہ انکا کو بھی ہتھیا لے گا۔ جیل میں اٹھتے بیٹھتے ٹھوکروں لاتوں اور جوتوں سے میری پذیرائی کی جاتی۔ دو وقت کے بجائے ایک وقت خوراک دی جاتی اور وہ بھی اتنی ناکافی کہ پیٹ بمشکل بھر سکے لیکن میں ہر مشکل جھیل گیا۔ یہ توہین آمیز برتاؤ یہ وحشیانہ سلوک، سب برداشت کر گیا۔ میں نے جیل سے فرار ہونے کی کوشش کی اور ناکام ہو کر سزائیں جھیلنی پڑیں۔ سخت گیر جیلر انسان نہیں تھا۔ درندہ تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا، میری بے چینی بڑھتی جاتی۔ انکا مردوں سے بدتر حالت کو پہنچ چکی تھی اور اس رات جب بدری نرائن کا جاپ مکمل ہونے میں ایک روز باقی رہ گیا تھا۔ میں جیل میں کوٹھری کے ننگے فرش پر لیٹا آنے والے بھیانک لمحوں کا خیال کر کے خوفزدہ تھا کہ انکا نے نقاہت بھری آواز میں اپنی گزشتہ تمام غلطیوں کی معافی مانگی اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ اس کی وجہ سے مجھ پر آفتیں نازل ہوئیں، میں نے اسے دل شکن باتیں کرنے سے منع کیا۔ ہم دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ دل توڑنے والی باتیں کر رہی تھی۔

''اس مرتبہ مجھے جگدیو کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔ وہی ان تمام حالات کا ذمہ دار ہے۔'' انکا نے ڈوبتے ہوئے دل سے کہا۔

''کیا تمہاری پراسرار قوتوں کو بھی جگدیو سے نقصان پہنچا ہے؟'' میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''ایسا نہیں ہو سکتا جمیل؟'' انکا نے اعتماد سے جواب دیا۔

''جگدیو مہان شکتی کا مالک ضرور ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ میرے راستے میں حائل ہو سکے۔''

''پھر وہ کون سی طاقت ہے جو تمہارے آڑے آ رہی ہے؟'' میں نے اداسی سے پوچھا۔

''وہ کوئی غیر معمولی طاقت ہو سکتی ہے، جسے دیوی کی حمایت حاصل ہے۔'' انکا کی آواز میں بے بسی تھی۔ ''میں نے اس پراسرار قوت کے بارے میں جاننے کی بہت کوشش کی لیکن کچھ نہ جان سکی۔ یہ تمام پنڈت پجاری میرے سامنے کوئی اہمیت نہیں رکھتے لیکن جب انہیں کسی معاملے میں دیوی کی حمایت حاصل ہوتی ہے تو میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ میری شکتی صرف تمہارے معاملے میں بے اثر ثابت ہو رہی ہے۔ ویسے میری شکتی کون چھین سکتا ہے؟''

Downloaded from Paksociety.com

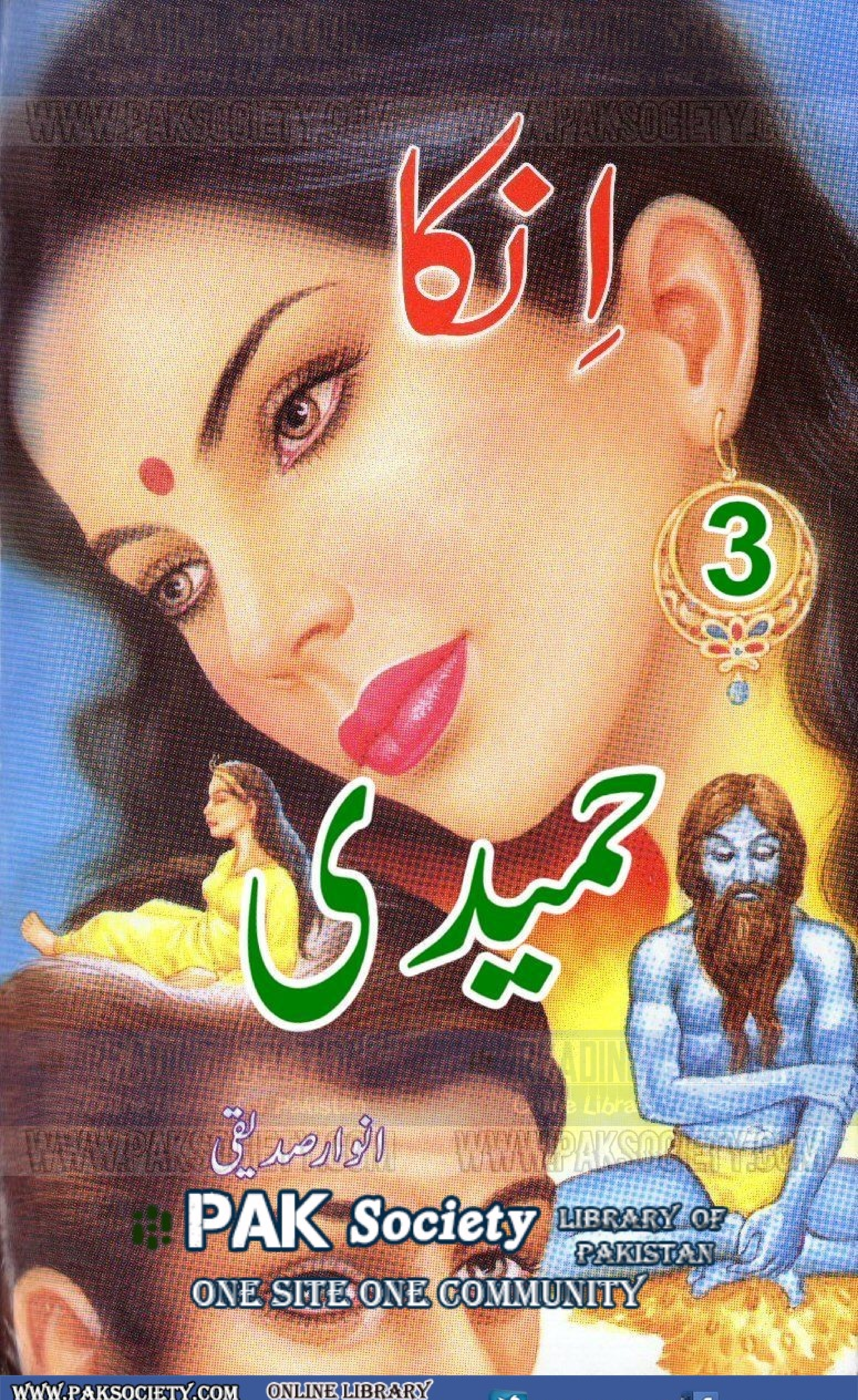

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY